

McGill University Library



3 103 078 092 X



3413373

[illegible]

KING PRESS NO 306

Tuhfah Vahhābiyah

Abn Saḥmān al Najdī

AGA 6525

الْهَدْيَةُ السَّنِيَّةُ

علاء الدين

مؤلفه

علامہ سلیمان بن سحمان نجفی

کا اردو ترجمہ

تحفہ و مایہ

مرتبہ

حاکم اسماعیل غزنوی

امرتہ

مفت

کتب خانہ ابن کثیر

(ط 43)

۱۸۶۱

بحکم
جلالة الملك

امام عبدالعزیز بن عبدالرحمان آل سعود

ملك الحجاز ونجد وملحقاتها

إِنَّ اللَّهَ بِنَصْرِهِ

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام محمد عبداللہ منہاس پرنٹر جمپا
پبلشرز - امراہیل غزنوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مُحَمَّدٌ وَنُصَلِّ عَلَى رَسُولِ الْكَرِيمِ

سلام علی نجد و منحل بالنجد

دنیا کے انقلابات کی حدود پایاں نہیں کس کس طرح زمانہ اپنے پہلو الٹا پلٹتا رہتا ہے۔ اور باز یگر فلک اپنے رنگا رنگ کے پردے کس طرح ہر آن بدلتا رہتا ہے تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَّوْا لَهَا بَيْنَ النَّاسِ یعنی یہ زمانہ ہم لوگوں کے درمیان اس کو دست بدست پھراتے رہتے ہیں۔ عرب کے ریگستانوں نے گویل و نہار کے ہزاروں تماشے دیکھے ہیں۔ مگر شاید اس تماشے سے بڑھ کر کوئی تماشا ہوگا کہ تاریک دروں نے ایک چمکتے سورج (وجود نبویؐ) کے پرتو سے روشن ہو کر ساری دنیا کی آنکھوں کو اپنی چمک مک سے روشن کر دیا۔ اور خود ان کے گوشہ گوشہ کو مطلع انوار بنا دیا۔ اور عین اس وقت جب وہ شہ جبل اور جردہ کو منور کر چکے۔ خود ایسے ماند پڑ گئے۔ کہ دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ ان قوموں نے جو اس نور سے منور ہوئیں۔ یہ سمجھا کہ ان ریگستانی دروں کی تابانی کے مقابل میں ان کی چمک اور تابانی نگاہوں کو خیرہ نہ بنا سکیں گی۔ اس لئے ان کا تاریک اور ماند ہی رہنا اچھا ہے۔

عربوں کی سیاسی قوت کا زوال

اول تو ابو مسلم خراسانی کی تلواروں نے عربوں کی سیاسی قسمت کا سہ ۳۲ھ میں خاتمہ کر دیا۔ اور چوتھی سلطنت عباسیہ اسکے بل بڑھتے پر قائم ہوئی۔ وہ عربی حکومت کے بجائے عجمی شہنشاہی بن گئی۔ اور رفتہ رفتہ سازش پسند عجمیوں نے سادہ مزاج اکھر عربوں کو سیاست اسلامی کے دائرہ سے خارج ہی کر دیا۔ اسکو بعد مختصم نے ترکوں کو بروئے کار لاکر عربوں کے آزادی پسند سادہ دل حریت طلب قبیلوں کو ہمیشہ کے لئے پھر عراق و شام و مصر کے زرخیز علاقوں سے نکال کر عرب کے صحرا و ریگستان میں واپس جانے پر مجبور کر دیا۔

بادیہ نشینان عرب کی خاموشی

اس عرصہ میں دنیا کی اسلامی قوموں نے بڑے بڑے انقلابات پیدا کئے بادشاہیاں بنائیں قصر و ابوان تیار کئے۔ مدرسے اور دارالعلوم تعمیر کئے۔ کرہ ارض کے طبعی الٹ پلٹ کئی سمندروں کے سینے چمکے پہاڑوں کی چٹانیں گرائیں۔ توڑیں۔ یہ سب شور و غل و زور شور اور جوش و خروش جزیرہ نمائے عرب کا ارد گرد ہوئے رہے۔ لیکن عرب کا بادیہ نشین اور شتر بان بدستور اپنے صحرا اور خلستان میں بے پردا سوتا رہا۔ بالآخر جب دنیا کی دوسری مسلمان قومیں اپنی اُن تابانیوں کو جو چاند کی طرح عرب کے سویرے سے حاصل کی گئی تھیں۔ کھو چکیں اور توحید و سنت کا سرشتہ اُن کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔ اور وہ ہر بلند قبۃ اور ستون کی طرف جھکنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں ذروں میں اُن کی اُن روشنیوں کو جو زیر پردہ ہو گئی تھیں۔ بے نقاب ہو جانے کا حکم دیا۔

عرب کی نشاۃ ثانیہ

مدینہ منورہ کی مسجد نبوی جو معلم نبوت کے عہد سے آج تک حق کے پکائے والوں اور وحی الہی کے پیغمبروں کے دھڑانے والوں کے شور و صدا سے معمور رہی ہے۔ یہیں سے عرب کی نشاۃ ثانیہ یا دوبارہ زندگی کا سرچشمہ فیض ابداء اور یہیں کی ایک شاخ دلی کے کنارہ جمنہ میں آکر شامل ہو گئی۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان نے ہندوستان کے ظلمت نگاہ کو دوبارہ مطلع توحید سے منور کیا اور دوسری شاخ آپ زمرزم سے مل کر عرب کے صحراؤں اور ریگستانوں میں پھیلی۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کا نام مذہبی وجہ سے زیادہ سیاسی اسباب سے کم اسلامی قوموں میں بدنام رہا۔ یہ شخص حنبلی مذہب کا ایک عالم۔ نجد کا رہنے والا۔ اور مدینہ منورہ کا ایک طالب علم۔ ۱۱۰۳ھ میں پیدا ہوا اور ۱۱۹۱ھ میں وفات پائی حجاز ہمیشہ مصر کے ماتحت رہا ہے۔ مصر کے ترکی، چرکسی، کردی اور غلام بادشاہوں کے رسوم و رواجات اور اثرات سے بدترین قسم کے بدعات میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اور بوجہ اسلام کی مرکزیت عامہ کے جو بلا یہاں پیدا ہوتی تھے وہ چند ہی سالوں کے بعد تمام دنیائے اسلام کو لپیٹ جاتی تھے۔ سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ اس خطہ اقدس کو آلائشوں سے مبرا کیا جائے۔

وہابی تحریک

شیخ محمد بن عبد الوہاب نے جو دعوت شروع کی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:-

۱۔ خدا کی تمام صفات صرف اُنہی کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں اور اُن میں کوئی دوسرا شریک نہیں
۲۔ خدا کی ذات و صفات کے متعلق قرآن اور حدیث صحیح میں جو نصوص ہیں۔ اُن پر تاویل کے بغیر
اُسی طرح ایمان لانا چاہئے جس طرح اُن کے الفاظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ظاہر کرتے ہیں۔ اُن کی
حقیقت طلبی کے ہم درپے نہ ہوں۔

۳۔ تمام پیغمبر بشر ہیں۔ اور صفات ربانی سے خالی ہیں۔

۴۔ اولیائے الہی کی ایسی تعظیم اور ان کے متعلق ایسی عقیدت نہ رکھنی چاہئے جو صرف پیغمبروں
کے لئے یا خاص خدا کے لئے مخصوص ہیں۔

۵۔ مقابر اور مزارات کی ایسی تعظیم نہ کی جائے جو بت پرستانہ ہو۔

۶۔ اُن چیزوں کو جو خدا کی قدرت میں ہیں۔ بغیر خدا سے طلب نہ کیا جائے۔ اور نہ مردوں سے دعائے
استعانت مانگی جائے۔

۷۔ قبروں پر قبے۔ گنبد وغیرہ عمارتیں یا پختہ چبوترے نہ بنوائے جائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اُن سے منع فرمایا ہے۔ اور اُن کے ذریعہ سے قبر پرستی پیدا ہوتی ہے۔

۸۔ غرض تمام بدعات و مشرکانہ رسوم کا استیصال کیا جائے اور کتاب و سنت کی اشاعت کی جائے۔

امام محمد بن سعود

غرض یہ اور اسی قسم کے چند امور ہیں جن کی دعوت و تبلیغ میں شیخ محمد بن عبد الوہاب نے اپنی عمر
صرف کی۔ اس کی دعوت و تبلیغ پر لبیک کہنے والوں میں نجد کے ایک مقام درعیہ کے ایک شیخ قبیلہ محمد
بن سعود تھے جن کی نسبت بن سعود کا یہ خاندان پیدا ہوا ہے۔

وہابی تحریک کی بدنامی کو اسباب

ابن سعود کے علم کے نیچے نجد کے تمام قبائل جمع ہو گئے۔ اور ترکوں۔ انگریزوں اور شریف مکہ تینوں
کے لئے یہ خطرہ عظیم بن گئے۔ ترکوں کے لئے اس طرح کہ یہ عراق پر حملہ آور ہوئے۔ اور انگریزوں کیلئے یوں کہ

کہ انہوں نے بحر عرب اور خلیج فارس کے سوا حل اور شہروں پر جو انگریزوں کی فوجی اور تجارتی ضرورتوں کے لئے مفید تھے قبضہ کر لیا۔ اور شریف مکہ کے مقابل میں تو انہوں نے اس لئے کہ حرمین محترمین کو اپنے قبضہ میں لاسکیں۔ خونریز حملہ کیا اور کامیابیاں حاصل کیں۔ ترکی کی طرف سے مصر کے خدیو محمد علی پاشا کی فوج کے ساتھ ساتھ انگریز اور فرانسیسی افسران فوج اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے متغیر افسر شامل ہو گئے۔ اور اس طرح نجدی و بایوں کی سیاسی اور فوجی قوت کا قلع قمع کیا گیا۔ یہی وہ اسباب ہیں جن کی بنا پر وہ بایوں کو ہندوستان، مصر، عرب اور ترکی میں ہر طرح بدنام کرنے کے لئے پر زور پروپیگنڈا کیا گیا۔ ہندوستان میں اس کے کچھ مدت بعد مولانا شاہ اسماعیل شہید کی سپہ سالاری میں مجاہدین کی فوج قائم ہوئی جس نے سکھوں سے جنگ کی۔ چونکہ مولانا شہید کی دعوت بھی اسی قسم کی تھی۔ اور وہی جذبات کام کر رہے تھے۔ اس لئے انگریزوں کو خاص طور سے وہ بایوں کو بدنام اور رسوا کرنے کی حاجت تھی۔ چنانچہ آپ کو معلوم ہے کہ قدر کے بعد ہندوستان میں وہابی اور باغی دونوں برابر کے لفظ تھے۔

انقلاب عظیم

اللہ! اللہ! کیا انقلاب عظیم ہے کہ وہی وہابی جن کے خلاف کل ترک سر بکف، مصری لشکر آراء، عرب بنگامہ خیز اور انگریز اپنے جال بچھا رہے تھے۔ آج ترک ان کی فتح پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ انوث و موت کے رشتے مضبوط کر رہے ہیں، مصر دوستی کیلئے مصافحہ کا ہاتھ بڑھا رہے، عرب جنگ و جدل سے تنگ آ کر اب اپنے امن اور خوش حالی اور عرب قوم کے اجتماع اور اتحاد کیلئے سلطان بن سعود کی ذات کو نعمت عظمیٰ تصور کرتے ہیں، ہندوستان کے قبورین کے علاوہ تمام تعلیم یافتہ، روشن خیال، متدین حضرات، مذہبی علمی مراکز اور قومی جماعتیں ان کے وجود کو حجاز کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھتی ہیں۔ انگریز اخبارات، انگریز سیاح انکی تعریف میں رطب اللسان اور حکومت برطانیہ ان کے خلاف لب کشائی کیلئے گریز کر رہی ہے۔

کل تک نجد اور اس کا سلطان ایک گم نام لفظ تھے۔ مگر چند جہینوں کے کارناموں نے ان کے نام کو مشرق سے مغرب اور یورپ سے ایشیا تک بچہ بچہ کی زبان زد کردیا۔ لیکن اس شہرت کے باوجود ابھی قبورین اور ان کے جاہل شیوخ طریقت کا ایک گروہ موجود ہے جس نے یہ دیکھ کر کراب اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی تو وہاں بیت اور خفیت کا فتنہ کھڑا کر دیا اور عام مسلمانوں کو اس نازک وقت میں فرقہ دارانہ جھگڑوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اشتہارات و رسائل اور مضامین کے ذریعہ سلطان نجد اور اس کی قوم کے خلاف مذہبی الزامات تراش کر مجاہدین نجد سے عوام کو بدظن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مبادا کہ عوام ان کی غلط اور گمراہ کن تحریروں سے کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں اور مشترکہ اسلامی مفاد کو خیر باد کہہ کر حنفی، وہابی کے جھگڑوں میں غلطیاں نظر آئیں، امام عبد العزیز اول۔ اور امام عبد اللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب اور علامہ احمد بن ناصر المعمری البخدی اور شیخ محمد بن عبد اللطیف آل شیخ محمد بن عبد الوہاب کے رسائل کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کئے دیتے ہیں جس سے حقیقت آشکارا ہو جائیگی اور ہر منصف مزاج ان کے عقاید و خیالات اور تحریک و ہدایت کے متعلق آسانی سے رائے قائم کر سکیگا۔

فبشر عباد الذین یستمعون القول فیبتعون احسنہ اولئک الذین

ھد اھم اللہ واولئک ھم اولو الکالباب ۛ

کسی کتاب کو دوسری زبان کے قالب میں ڈالنا جس قدر مشکل ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں لیکن اپنی بضاعت کے مطابق پوری کوشش کی گئی کہ کتاب کو سہل الفہم کیا جائے۔ اور عربی محاورات کو اس طریق پر اردو زبان میں ادا کیا جائے کہ پڑھنے والے کو دقت پیش نہ آئے، آیات اور احادیث کی عبارات کو نمایاں طریق پر لکھ کر اردو ترجمہ ساتھ ساتھ دیدیا گیا، بعض مقامات پر آیات و احادیث کی طرف اصل کتاب میں صرف اشارات تھے۔ ہم نے انہیں پورا پورا نقل کر دیا کہ مضمون کتاب زیادہ واضح ہو جائے اور اشارات کی بجائے تصریحات مفید تر بنیں ثابت ہوں۔

اس کتاب کے ترجمہ میں جن حضرات نے میری اعانت کی ہے ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں بالخصوص اپنے محترم بھائی مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی کا ممنون ہوں جن کی مخلصانہ اور ہمدردانہ توجہات نے اس مشکل کام کو میرے لئے آسان کر دیا۔ جزا ھم اللہ خیر الجزاء ۛ

اسماعیل غزنوی }
کان اللہ لہ

امرستہ }
یکم جنوری ۱۹۲۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وہابی تحریک پر جس کا مقصد وجداء شریعت اسلامیہ ہے ائمہ نجد اور علمائے کرام کے چند رسائل ہدیر ناظرین کئے جاتے ہیں، جن میں سے پہلا رسالہ امام محمد بن سعود کے لڑکے امام عبد العزیز اول کا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين ولا عدوان الا على الظالمين، وصلى الله وسلم على خاتمة الانبياء والمرسلين وعلى الله وصحبه اجمعين۔

عبد العزیز محمد بن سعود کی طرف سے حرمین، شام، مصر، عراق کے علماء و کرام اور حضرات قضاة اور مشرق و مغرب کے تمام علمائے کرام کی خدمت میں۔ السلام علیکم ورحمة الله وبنی کاتہ۔

آپ حضرات جانتے ہیں کہ خداوند قدوس و برتر نے مخلوق کو بے فائدہ اور بلا مقصد کے پیدا نہیں کیا اور نہ ان کو بے کار چھوڑ دیا ہے بلکہ ان کی پیدائش کا مقصد عبادت الہی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا اور اس سے سرتابی کرنے والوں کو سزا و عذاب سے ڈرایا اور یہ بھی بتا دیا کہ اعمال کا بدلہ ضرور ہی ملے گا، اسکے عدل و انصاف کی وجہ سے بد اعمالیوں کی سزا و دوزخ کی شکل میں ہو جائے گی فضل و کرم کی وجہ سے نیک اعمال کا بدلہ بہشت کی شکل میں ہوگا۔ اور خداوند قدوس نے اپنی ہر کتاب میں اور اپنے ہر رسول کی زبانی اس چیز کی اطلاع فرمادی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آیات و احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے۔ قال تعالیٰ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (وقال) وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا (وقال سبحانه) وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ۔ یعنی انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ اور فرمایا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور یہ بھی ارشاد کیا کہ تمہارے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم خداے تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

اور لفظ ”عبادت“ ایک ایسا جامع لفظ ہے جس سے ان تمام انسانی اقوال و افعال سے تعبیر کی جاتی ہے جو خداوند تعالیٰ کے جلال و عظمت کیلئے مخصوص ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ محبوبیت اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ پس یہ ”عبادت“ ہی خداوند برتر کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب ترین چیز ہے اور تمام پیغمبروں کو

اسی کی تبلیغ کیلئے بھیجا۔ نوح علیہ السلام کو دیکھے انہوں نے اپنی قوم سے یہی فرمایا: "اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ آلَهِ غَيْرُهُ" ایک اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اسی طرح ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام نے بھی اپنی اپنی قوم سے فرمایا: "اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ آلَهِ غَيْرُهُ" لفظ "الآلہ" اور لفظ "اللہ" میں یہ فرق ہے کہ "الآلہ" سے مراد ہر وہ چیز جس کی عبادت کی جائے یعنی معبود حق اور معبود باطل دونوں پر بولا جاتا ہے اور لفظ "اللہ" صرف معبود برحق کیلئے مخصوص ہے۔ اسی لئے انبیاء کرام "اعبدوا اللہ" فرماتے رہے اور دوسرے معبودوں کی عبادت سے "ما لکم من آلہ غیرہ" کہہ کر منع فرماتے تھے۔ پس الہ برحق یا پکا معبود صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

فَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (وَقَالَ تَعَالَى) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (وَقَالَ تَعَالَى) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ۔ تمکو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اور ہم نے ہر امت کے پاس اپنا رسول بھیجا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو (اور یوں ہی فرمایا) کہ اے محمد آپ کے پہلے جس قدر بھی رسول بھیجے ہیں انہیں یہ وحی کی کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔

توحید کے اقسام

پس قرآن مجید سنت نبوی اور ائمہ دین جیسے امام ابی حنیفہ، مالک، شافعی، احمد اور علاوہ ازیں دوسرے ائمہ سلف کے کلام سے جب ہم یہ سمجھ چکے اور معلوم کر چکے ہیں کہ "لا الہ الا اللہ" کا معنی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت کیلئے مخصوص کیا جائے اور تمام معبودان باطلہ کو ترک کر کے "الوہیت" اللہ تعالیٰ کیلئے خالص و مخصوص کر دی جائے۔ اور تمام وہ افعال عبادت جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زبان رسالت سے دیا ہے۔ جب بھی غیر اللہ کیلئے کئے جائینگے تو یہ غیر اللہ کو "الہ" بنانے کے مترادف ہوگا اگرچہ ان افعال کا ترکیب ایسا عقیدہ رکھے یا نہ رکھے۔ مشرک تو مشرک ہی ہے وہ اپنے افعال شرکیہ کا نام شرک رکھے یا الٰہ کا کر دے بہر حال وہ مشرک ہی ہے۔ اور توحید صرف یہی نہیں ہے کہ خداوند قدوس و برتر کے ان اوصاف و افعال پر ایمان لے آئیں کہ وہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا، رات اور دن کا لایا نہ والا، بندوں کو رزق عنایت کرنے والا اور ان کے کاموں کی تدبیر کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس توحید کا نام تو توحید ربوبیت ہے اور اس کا اقرار تو کفائے بھی کیا ہے جیسا کہ سورہ یونس، زمر اور زخرف وغیرہ میں ذکر ہے۔ بلکہ عبادت کا لغوی معنی "ذلت"

عاجزی اور خوف ہے اور شرعاً عبادت سے مراد عاجزی ذلت اور خشوع و خضوع کے وہ تمام آداب بجا لانا جنکا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا اور اس کی عظمت و کبریائی کے لئے مخصوص کر دیئے گئے ہیں مثلاً ایسے امور جنکے کرنے کی خدا کے سوا کسی کو قدرت نہیں ان میں خدا کے سوا کسی اور سے دعا مانگنا کہ وہ نفع دے یا دکھ تکلیف اور ضرر سے بچائے یا ایسے ہی کاموں میں غیر اللہ سے امید رکھنا اور اس پر بھروسہ کر لینا اور کامیابی کے لئے انکی نام پر جانوروں کی قربانی دینا یا ان کے نام کی نذر ماننا اور ان کے لئے دل میں خشوع و خضوع یا خوف و انابت رکھنا جو سبکے سبب مجیدہ تسبیح (سبحان اللہ) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ) کی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں۔ اور توحید الوہیت ہی اور ایک توحید دوسری توحید سے بے نیاز نہیں کر سکتی بلکہ ہر ایک توحید دوسری سے اس طرح مربوط ہے کہ ایک کی صحت دوسری کی صحت ہی وابستہ ہے جب ہمنوی توحید معلوم کی اور اچھی طرح سمجھ گئے تو ہواؤ ہوس کے بندے ہمارے خلاف کمر بستہ ہو گئے ہیں اسلام سے خارج کہنے لگے، ہنکو بدعتی قرار دیا گیا یہودیوں اور عیسائیوں سے زیادہ ہیں اور ہمارے متبعین کو مضرت بتایا گیا حالانکہ ہم نے اپنے مخالفین سے نہ تو دوسرے معاصی نہ مسائل اجتہاد میں کسی قسم کی بحث و نزاع کا دروازہ کھولا۔ بلکہ ہم میں اور ان میں اگر اختلاف یا نزاع تھا تو صرف توحید، عبادت، شرک اور ان کی تفصیلات میں تھا۔

اللہ تعالیٰ انبیاء کرام اور اولیائے میں فرق مراتب

ہم جس چیز کی دعوت و تبلیغ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار اور کارساز نہیں ہے، قیامت کے روز جس قدر شفاعت کرنے والے ہیں ان میں سے سب سے افضل ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں یا ان سے کم تر درجہ میں ہوں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت حاصل کی بغیر شفاعت نہیں کر سکتے۔ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ الرَّبِّ إِلَّا بِإِذْنِهِ - وقال تع: اَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اَوْلِيَاءٍ - وقال تع: وَلَا يَشْفَعُونَ اِلَّا لِمَنْ ارْضٰى وَهُمْ مِنْ خَشِيَّتِهِمْ مشْفَعُونَ۔ کون ہے جو بارگاہ الہی میں بغیر اجازت کے شفاعت کر سکے؟ (وقال تع) کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ میرے سوا کسی اور کو اپنا کارساز بنالیں گے؟ (وقال تع) انبیاء و اولیاء اسی کی شفاعت کریں گے جس کے لئے خداوند تعالیٰ پسند کرے۔

جب یہ صریح آیات موجود ہیں تو حقیقی طور پر شفاعت سب اللہ کے قبضے میں ہے، پس اس دنیا میں شفاعت کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہونا چاہئے اور یہ دعا ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلعم کی شفاعت ہمارے حق میں قبول فرمائے۔ اور نہ کسی نبی یا ولی کا یہ مقام ہے کہ خیر و برکت کے حاصل کرنے یا آفات و مصائب سے

نجات دلانے میں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں ان کو وسیلہ اور واسطہ بنایا جائے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کے حقوق مرتبت میں سے کوئی حق ان کو دیا جائے، اس لئے کہ حقوق الہی ان کے حقوق سے بالکل جدا گانہ ہیں خداوند قدوس کا یہ حق ہے کہ اس کی عبادت اس طرح کی جائے جس طرح قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے۔ اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ معلوم ہوئی ہے اور انبیاء کرام کا یہ حق ہے کہ ان پر ایمان لائیں جو وہ کتاب ساتھ لائے ہیں ان پر ایمان لائیں، انکی نصرت و اعانت، عزت و توقیر کرنا، جو نور ہدایت ساتھ لائے ہیں اسکو قبول کرنا، انبیاء کو اپنے نفس اپنے مال و دولت اپنی اولاد حتیٰ کہ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب جاننا۔ اور اس میں صادق اور رہتبار ہونے کی یہ علامت ہے کہ اسکے بتائے ہوئے طریقے پر چلیں اور اس شریعت پر ایمان لائیں جسے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے لیکر آئے ہیں۔

(قال تعالیٰ) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ. مسلمانو! اگر تم اللہ

سے محبت کر نیکے دعویٰ میں صادق ہو تو میری تابعداری کرو تب اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

اور یہ کہ انبیاء کے معجزات پر ایمان لائیں اور یہ کہ انہوں نے فرض رسالت کو بخوبی سر انجام دیا اور

امانت الہی کو انہوں نے ادا کیا، اور امت کی پوری خیر خواہی

کی، اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل اور خاتم النبیین ہیں اور ان کی شفاعت پر اسی طرح ایمان لائیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد اہل توحید کیلئے حسب رضا لے الہی ہوگی۔

اور قرآن مجید میں جو "مقام محمود" کا ذکر ہے تو وہ صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

اور اسی طرح اولیاء کرام کا یہ حق ہے کہ ان کو محبت اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے اور ان کی کرامات

پر ایمان لائیں۔ مگر ان کا یہ حق یا مرتبہ نہیں کہ ان کو ایسے کاموں کے لئے پکارا جائے کہ جن میں اللہ تعالیٰ

کے سوا کوئی نفع یا نقصان کا مالک نہ ہو اس لئے کہ یہ عبادت ہی اور خداوند قدوس و برتر کے ساتھ مخصوص اور

اسکے شایان شان ہے۔ اولیاء اللہ کے متعلق جو کچھ ذکر کیا گیا ہے یہ اسی صورت میں ہے کہ جب کسی کی دنیا

ہر طرح ثابت اور محقق ہو اور وہ اس طرح کہ ایسے شخص کے تمام اعمال و افعال اور حالات و مقالات پر اتباع

سنت تقویٰ اور خوف الہی نمایاں نظر آتا ہو، ورنہ آجکل تو ہر اس شخص کو ولی سمجھا جاتا ہے جس کے پاس

لمبی تسبیح ہو، کھلی آستینوں کا کڑتہ (کفنی) پہن رکھا ہو، تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکے ہو اور ایک ممتاز سی

نفل بنا رکھی ہو، لوگوں سے اپنے ہاتھ چھوئے، جلد اور سارنگی سے محفل کو رونق دے، مگر فریب کے ساتھ

لوگوں سے مال سیمٹے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور احکام شرعی سے بے نیاز اور

بے پرواہ ہو۔

وہابیوں کے قتل کے اسباب

ہم (اہل نجد) تو قرآن کریم پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں جس میں ہدایت کا کافی سامان ہر اس شخص کے لئے موجود ہے جس کے پاس باعزت دل اور با بصیرت آنکھ ہے اور نظر و فکر اور غور و تدبر کی دولت ہے پس قرآن کریم خدا کی مخلوق پر رحمت اور اس کا عہد مقدس ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعیدیں جس نے احکام قرآنی پر عمل کیا، اس کی کوشش کامیاب، اس کی ہدایت و سعادت کھلی ہوئی حقیقت اور اس کی نیکی روشن امر ہے۔ اور مسئلہ توحید کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے اسلئے اس میں نہ تو تعلید جائز ہے اور نہ عناد۔ ہم صرف اپنی لوگوں کے لئے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں جو توحید کے منکر اور مشرکانہ افعال کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے توحید جیسے حکم خداوندی کو ٹھکرایا اور توحید کے برعکس شرک اکبر کو اپنا عمل قرار دیا۔ جسکے لئے سخت ترین وعید موجود ہے کہ شرک کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا جس کی تفصیل آگے چل کر ہم لکھیں گے پس انہوں نے اس شرک کو دین الہی کہہ کر اس کا نام محض عناد و سرکشی سے وسیلہ رکھا۔ ہم چونکہ ارکان اسلامی کی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اسلئے صرف ہمارے ارکان اسلامی پر عمل کرنا ہی چھوڑ دیا اور مشرکین سے دوستی پیدا کر کے ہمارے خلاف اکسایا اور ان کو ہم پر صرف اس لئے حملہ کرنے کیلئے کہا گیا کہ ہم خدا کے بتائے ہوئے دین کو چھوڑ کر ان کے مشرکانہ عقائد اور دوسرے ناپسندیدہ اعمال کو قبول کر لیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ اپنے نور کو پورا کر کے ربیکا۔ ہم توحید کے مسائل بیان کرتے ہیں تو ہمارے مخالف ہمارے جواب میں اسکے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے کہ ہم جن لوگوں کو پکارتے ہیں وہ ہمارے سفارشی اور وسیلہ ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگ جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ جن کو ہم پکارتے ہیں وہ مردہ ہوں یا زندہ سب حاضر ہیں ان سے مصیبت کے دور کرنے، کرب شدت کے ہٹ جانے، رخصتوں کی شدت، رزق کی فراخی، اولاد کی پیدائش دشمنوں پر فتح کی دعائیں مانگتے ہیں۔ غرض ہمارے مخالف صرف مسئلہ شفاعت اور وسیلہ پر ہی کفایت نہیں کرتے جس پر ہم میں اور ان میں سخت اختلاف موجود ہے جس کی وجہ سے ہمارے آدمیوں کو قتل کیا گیا اور ہم کو بدعتی کہا گیا، ہمیں اور ہمارے متبعین کو یہود و نصاریٰ سے زیادہ مضر اور شررا ٹیگز بتایا گیا۔

موجد یا مشرک کی شفاعت

اصل بات یہ ہے کہ شفاعت اگرچہ آخرت میں حق ہے اور شفاعت کے انواع و اقسام احادیث میں مذکور ہیں اور ہر مسلمان کا اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ نبی صلعم بلکہ دوسرے انبیاء اور اولیاء بھی شفاعت کریں گے۔ لیکن یہ ثابت نہیں کہ ان اشخاص کی ہوگی۔ اس میں یہ ثابت ہے کہ ان اشخاص کے لوگوں کی ہوگی اسلئے شفاعت و صفائے ثابت اور خصوصاً ثابت نہیں ہے، سوائے شفاعت عظمیٰ کے کیونکہ وہ تو تمام اہل محشر کے لئے ہوگی اور یہ شفاعت تو ہمارے مخالفین کی مقصود و مطلوب ہی نہیں۔

اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ مستحقین شفاعت کے اوصاف ثابت ہیں تو اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ اہل توحید ہوں اور مشرک نہ ہوں جیسا کہ بخاری شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر نبی کی ایک مخصوص مقبول دعا ہوتی ہے اور میں نے اپنی مخصوص مقبول دعا کو ملتوی کر رکھا ہے اور وہ میری دعا شفاعت ہے جو اپنی امت کیسے کرونگا اور میری شفاعت تم میں سے ہر اس شخص کو انشاء پر پہنچے گی جس کا خاتمہ توحید پر ہوگا۔ اور اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے شفاعت کے متعلق صحیحین میں احادیث منقول ہیں، توجب شفاعت توحید والوں کیلئے ہے تو پھر اہل توحید کو اللہ تعالیٰ سے اس کی امید کھنی چاہئے اور اسی سے دعا مانگنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی شفاعت ہمارے حق میں قبول فرمائے اور یہی مطلوب و مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاعت قبول فرمائے۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنی پوری ہمت اس چیز پر صرف کرے کہ ہر کام میں وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف اپنے آپ کو متوجہ کرے اور اسی پر توکل اور اعتماد کرے اور اس کی عبودیت اور غلامی کے تمام حقوق بجالانے میں پوری مستعدی کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔ اور جب وہ اس دنیا سے خلعت ہو تو موجد بن کر جائے ایسی حالت میں اس کو امید وار رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ اور اسکے برعکس جس نے بارگاہ ربانی کو چھوڑ دیا۔ اس کی عبودیت اور غلامی کی بجائے غیر اللہ کی بارگاہوں کی خاک چاٹنے لگا اور انہی پر توکل اور اعتماد کی زندگی بسر کرنے لگا انہی کو اپنی امیدوں کا سہارا سمجھنے لگا جن پر پورا کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں اور انہی غیر اللہ سے التجاء اور فریاد کرنے لگا اور انہی کی شفاعت پر اپنا تمام دار و مدار سمجھ کر فرائض الہیہ اور مقصد پیدائش و عبادت الہی کو چھوڑ چھاڑ بغیر اللہ سے شفاعت مانگنے لگا تو وہ شفاعت کا قطعاً امید وار نہ ہو۔

کیونکہ اسکے یہ اعمال و عقائد بعینہ وہی ہیں جو مشرکین کے عقائد و اعمال تھے اور دین میں جس قدر مفاسد پیدا ہوئے ہیں اسی برعقیدگی کی وجہ سے ہوئے ہیں، اس لئے یہ برنصیب اور قیمت انسان شفاعت سے محروم رہے گا۔ کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی استحقاق عبادت میں اس کا شریک نہیں اسی طرح اس کی حکومت اور ملک میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی واسطے تمام غیر اللہ سے شفاعت کا رشتہ ہی کاٹ دیا کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی فرشتہ نہ کوئی بنی اور نہ ان کے سوا کوئی اور مقرب اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ اور ہر وجہ سے شریک ہی پاک ہے اور اسی واسطے فرمایا: قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا۔ اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ شفاعت تمام و کمال اللہ تعالیٰ کے ہی قبضہ میں ہے۔

(وقال تعالیٰ) دَلَّكَ جِئْتُمُوْنَا فَرَادٰی مَا خَلَقْنَا لَمْ اَوَّلْ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَا لَكُمْ

وَرَأَى ظُهُورَكُمْ وَمَا نَرَى مَعَكُمْ شُفَعَاءَ كَلَّمَ الَّذِينَ رَعَمْتُمْ أَهْلَكُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءَ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَصَلَ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَرْعَمُونَ۔ قیامت کے روز ہم مشرکین سے مخاطب ہو کر ارشاد کریں گے کہ پہلی بار جیسا ہم نے تم کو پیدا کیا تھا ویسے ہی اکیلے تم ہمارے حضور میں آخر آئی گئے اور جو کچھ ساز و سامان ہم نے تم کو دنیا میں دے رکھا تھا وہ سب آخر پشت چھوڑ آئے اور تمہارے سفارتوں کو ہم تمہارے ساتھ نہیں دیکھتے جن کو تم سمجھتے تھے کہ وہ تم میں خدا کے شریک موجود ہیں اب تمہارے آپس کے رشتے سب ٹوٹ ٹاٹ گئے اور جو دعویٰ تم کیا کرتے تھے سب تم سے گئے گذری ہو گئے۔

اور ظاہر ہے کہ غیر اللہ سے شفاعت مانگنے کا معنی اسکے سوا کچھ نہیں کہ شفاعت کا اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی اجازت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں حالانکہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

مَا لَكُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ (وقال تعالیٰ) وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُخْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ۔ لوگو! اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی تمہارا کارساز اور شفاعت قبول کرنے والا نہیں کیا تم لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے (وقال تعالیٰ) اے نبی! قرآن کریم کے ذریعے سے ان لوگوں کو عذاب الہی سے ڈراؤ جو اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن اپنے پروردگار کے حضور میں لا حاضر کئے جائیں گے اور اس وقت خدا کے سوا نہ کوئی اتحاد و دوست ہو گا نہ شفاعت کرنے والا نہ ہو گا۔ یہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں۔

ان آیات قرآنی میں جو عام الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کو کسی خاص واقعہ یا شان نزول کی وجہ سے مخصوص نہیں کر دیا جائیگا بلکہ اسکو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی عموم الفاظ معتبر یعنی مقصود چرادر ہو گا۔

مردوں سے یا مردوں کیلئے دعا مانگنا

اللہ تعالیٰ سے کسی دوسرے کے لئے دعا مانگنا ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس پر سنت جاریہ شاہد دل موجود ہے۔ کیونکہ زندہ سے ہر وہ چیز مانگی جاتی ہے جو اسکے قبضہ و قدرت میں ہو اور کسی کے لئے دعا کرنا بھی اسکی قدرت میں ہے۔ اور مسلمانوں کی ایک دوسرے کے لئے دعا کرنا مستحب ہے؛ مسلم شریف اور دیگر کتب حدیث میں ایسے صحیح آثار موجود ہیں جن میں بہ تصریح یہ ثابت ہے۔ اور میت کیلئے دعا کرنا تو اور بھی موجب ثواب ہے؛ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد کھڑے دعا مانگا کرتے تھے اور فرماتے اس سے ملائکہ سوال کر رہے ہیں اسکے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو پس زندوں سے زیادہ مرے محتاج ہیں کہ ان کے لئے دعا مانگی جائے اور مسلمانوں کا یہی طریقہ جاری رہا کہ جب کسی جنازے

پر کھڑے ہوتے اسکے لئے دعا مانگتے نہ یہ کہ اسکے وسیلہ سے دعا کریں بلکہ اسپر نماز جنازہ پڑھکر اس کی سفارش کریں نہ یہ کہ اس مردہ کو ذریعہ سفارش بنائیں۔ لیکن افسوس اہل بدعت اور اہل شرک نے اس سنت کا عکس اور الٹ "سنت" سمجھ لیا اور جو حکم دعا کا انکو دیا گیا تھا اس میں تیسرے و تبدیل کر دیا۔

ان کو حکم تھا کہ مردوں کے لئے دعا و مغفرت کریں انہوں نے نزدیک اور دور کے مردوں سے دعا مانگنی شروع کر دی اور اسکے ساتھ ہی انکو فرمایا درس سمجھ کر ان سے استغاثہ اور فریاد کرنے لگ گئے اور تکالیف و مصائب میں ان مردوں کے نام کے وظیفے رٹنے لگ گئے۔ اور اس ذات اقدس کو چھوڑ بیٹھے جس کے قبضہ و اقتدار میں ہر چیز اور جس کی حکمرانی ہر شے پر ہے۔ جو عاجزوں اور درماندہ لوگوں کو پناہ دیتا ہے اور اسکے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔

نبی صلعم نے قبروں کی زیارۃ اسلئے مشروع کی تھی کہ اس کے ذریعہ میت کے ساتھ احسان کیا جائے ان کے لئے دعا مانگی جائے اور آخرت کو یاد کیا جائے لیکن اہل بدعت نے ان مقاصد کی جگہ اہل قبور سے دعا مانگی شروع کر دی اور دعا کے لئے (جو فی الحقیقت جو ہر عبادت ہے) قبروں کو خاص اہمیت دی اسی لئے یہ لوگ قبروں کے پاس جس قدر خشوع و خضوع اور حضور قلب و نظر آئینگی وہ کہیں زیادہ ہوگا مسجدوں، نمازوں بلکہ آخرات کی عبادت کے خشوع و خضوع سے۔

نبی صلعم کے لئے دعا | جب عام مسلمانوں کے لئے دعا مانگنا جائز اور ثابت ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں زیادہ اسکے مستحق ہیں کہ آپ پر درود و سلام بھیجا جائے آپ کے لئے دعا وسیلہ کی جائے جیسا صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "جب موزن کی اذان سنو تو جواب میں وہی کہو جو موزن کہے اور اذان کے بعد جھ پر درود و سلام بھیجو کیونکہ جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجے گا۔ پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے "وسیلہ" مانگو "وسیلہ" جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے ایک بندے کیلئے ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ میں ہی وہ اللہ کا بندہ ہوں جو اس درجہ کا مستحق ہے۔ اور جس نے میری لئے اللہ تعالیٰ سے "وسیلہ" مانگا اسکے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

دینا میں شفاعت طلب کرنے کی یہ صورت ہے کہ صحیح اعتقاد اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنے آپ کو اس قابل بنائے کہ آخرت میں اسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت میسر ہو نہ یہ کہ ان چیزوں سے بے نیاز ہو کر صرف زبان سے شفاعت کا سوال کرتا ہے۔

اور نبی صلعم کے لئے دعاء و وسیلہ اذان کے بعد کرنا وہ تو آپ کے قدر و منزلت کے اظہار اور آپ کی ذکر خیر کے لئے ہے اور اسلئے کہ ہم اس ذکر خیر پر ثواب سی مشرف ہوں ورنہ "وسیلہ" تو اللہ تعالیٰ کے ہاں

آپ کے لئے ثابت اور محقق ہے۔ بہر حال اسی دعا سے حضور کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ دعاؤں میں فرق کیا جاسکتا ہے، کیونکہ جہاں تک ہمارا علم ہے ائمہ اربعہ یا کسی امام سے اس قسم کی کوئی روایت ثابت نہیں جس سے معلوم ہو کہ نبی صلم فوت ہو جانے کے بعد کسی کے لئے دعا و استغفار یا اور کوئی دعا قضاء حاجت وغیرہ کی کرتے ہیں۔

امام مالک رحمہ کا ایک قول اسماعیل بن اسحاق بسوط میں اور قاضی عیاض شفاء اور مشارق میں امام مالک رحمہ کے بعض شاگردوں کا قول نقل کرتے ہیں کہ میرے نزدیک نبی صلم کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگنا جائز نہیں ہے بلکہ سلام کہے اور آگے نکل جائے۔

بسوط میں امام مالک کا ایک قول مفصل بھی منقول ہے۔ اگر کوئی شخص سفر سے واپس آئے یا سفر کا ارادہ کرے اور نبی صلم کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھے تو آپ کے لئے حضرت ابو بکر رحمہ اور حضرت عمر رحمہ کے لئے دعا مانگنے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اسپر کسی نے امام مالک سے پوچھا کہ مدینہ منورہ کے بعض لوگ نہ تو سفر سے واپس آئے جتے ہیں نہ سفر کا ارادہ ہی کئے جتے ہیں یوں ہی دن میں ایک بار یا کسی ایک بار حضور کی قبر کے پاس آکر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ کو سلام کہتے ہیں اور تھوڑی دیر دعا مانگتے ہیں۔ اسپر امام مالک رحمہ نے فرمایا کہ ایسا فعل کسی صحابی نہ کسی اور بزرگ سے آج تک ہم نے سنا ہے اور یاد رکھو کہ امت کے آخر دور کی اصلاح بھی اسی سے ہوگی جس سے اسلام کے عہد اول کی اصلاح ہوئی اور اول امت یا صدر اسلام کے متعلق ایک بھی ایسی روایت نہیں جس سے معلوم ہو کہ اس طرح وہ لوگ آپ کی قبر کے پاس ایک بار یا دن میں کئی ایک بار آتے ہوں بلکہ صحابہ کرام اس کو مکروہ جانتے اور اس کی اجازت صرف ان لوگوں کو ہوتی جو سفر سے واپس آتے یا سفر کا ارادہ کرتے۔ آیت:-

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔ اے نبی م ان لوگوں نے اپنی نافرمانی کر کے جب اپنے اوپر ظلم کیا تھا اگر اس وقت یہ لوگ آپ کے پاس آجاتے اور خدا سے معافی مانگتے اور رسول م یعنی آپ بھی ان کے لئے دعا و مغفرت کرتے تو یہ لوگ دیکھ لیتے کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں نبی صلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور آپ کا دعا و مغفرت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ باقی رہا یہ کہ آپ کے فوت ہو جانے کے بعد آپ کی قبر کے پاس حاضر ہو کر دعا و مغفرت کرنا یا آپ کا قبر میں کسی کے لئے دعا و مغفرت کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ فقہاء میں سے کوئی اس کا قائل ہے کہ قزوہ قبر میں کسی کے لئے دعا یا استغفار کرتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں زندگی دنیاوی زندگی سے مختلف

جس کو "حیات برزخی" کہا جاتا ہے۔ اور آپ کے لئے حیات برزخی کا ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ حیات دنیوی کی طرح آپ قبر میں بھی دعاء مغفرت کرتے ہیں، صحابہ کرام جو ہم سے زیادہ عالم اور حضور کے ساتھ ہم سے زیادہ محبت کرنے والے تھے کبھی بھی ان میں سے کوئی آپ کی قبر کے پاس اس لئے نہیں آیا کہ آپ سے کچھ سوال کرے یا دعائے مغفرت کرائے یا مصائب و تکالیف میں آپ سے فریاد و استغاثہ کرے۔

مسند ابویعلیٰ موصلی میں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما اپنے والد حسین رضی اللہ عنہ سے اور حضرت حسین اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا: میری قبر کو عید یا میلہ گاہ نہ بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح عبادت محروم رکھو، یہاں کہیں تم مجھے سلام بھیجو گے مجھے پہنچ جائیگا۔ اور ایسی ہی ایک اور حدیث سنن سعید بن منصور میں ابی سعید مہدی سے مروی ہے کہ تم میری قبر کو عید یا میلہ گاہ نہ بناؤ تم جہاں کہیں سے درود و سلام بھیجو گے مجھے پہنچ جائیگا اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کہ ان میں کسی قسم کی عبادت نہ ہو، اور یہی حدیث سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور سعید بن منصور نے ابی سعید مہدی اور حسن بن حسن بن علی سے روایت کی ہے یہ دونوں روایتیں اگرچہ مرسل ہیں (جو امام ابو حنیفہ کے نزدیک حجت نہیں) مگر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح مرفوع حدیث اس کی مؤید ہے اس لئے یہ متفقہ طور پر حجت اور قابل استدلال ہے۔

شدرحال

آستانوں کی زیارت کے لئے شدرحال

اس میں کیا شان پرستاری اصنام نہیں؟ (شبلی)

مقابر اور آثار کی زیارت کیلئے سفر کرنے کے متعلق صحیح احادیث میں ممانعت موجود ہے حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں اور کتب صحاح میں مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "کہ کسی مسجد کی طرف سوائے تین مسجدوں کے سفر نہ کیا جائے جن میں سے ایک مسجد الحرام دوسری مسجد اقصیٰ اور تیسری مسجد نبوی ہے، ظاہر ہے جب تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا منع ہے تو مقابر اور آثار کی طرف تو بطریق اولیٰ سفر جائز ہوگا۔ اور ان مساجد کی طرف بھی سفر نماز، دعاء، ذکر الہی، تلاوت قرآن مجید اور اعتکاف وغیرہ اعمال صالحہ کے لئے ہوگا۔ اور ان مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف سفر کرنا باتفاق اہل علم ناجائز ہے حتیٰ کہ مسجد قبا کی طرف بھی دور دراز سے سفر کر کے جانا ناجائز ہے ہاں کہیں نزدیک ہو جیسا کہ مدینہ منورہ سے مسجد قبا کی طرف ارادہ کر کے جانا جائز اور مسنون ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے روز پیدل یا سوار مسجد قبا کو تشریف لجاتے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اس سنت کو مطابق

سوال تین مساجد کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

عمل پیرا ہونے کیونکہ مسجد قبا کی تاسیس و بنیاد مسجد نبوی کی طرح تقویٰ و طہارت پر تھی۔ لیکن اس میں مسجد نبوی کو کمال اور مزید شرف و عظمت حاصل ہے اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کے روز اپنی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے اور ہفتہ کے روز مسجد قبا میں تشریف لائے۔

جب ان تین مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف سفر کرنا شرعاً ممنوع ہے حالانکہ خود وہاں کے لوگوں کے لئے بعض حالات میں ان مساجد میں جانا واجب اور بعض حالات میں مستحب ہوتا ہے اور باوجودیکہ مساجد کی طرف چلکر جانے میں بے شمار فضائل مروی ہیں تو پھر قبور کی طرف سفر کے کہ جانا کیونکر شرعاً جائز اور موجب ثواب ہو سکتا ہے بلکہ یہ تو بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

اور آجکل کے ملوک و سلاطین نے جو یہودہ رسوم اور بدعات جاری کر رکھی ہیں ان کو دیکھ کر کوئی دھوکھ میں نہ آجائے اور اس کو شرعاً جائز اور صحیح نہ تصور کرے۔

اور تمام وہ روایات جو نبی صلعم کی قبر کی زیارت کے متعلق واقعاتی میں مذکور ہیں سب کی سب موضوع اور جھوٹی روایات ہیں اور اکثر فن حدیث کے ماہر جیسا کہ ابن الصلاح، ابن الجوزی، ابن عبد البر، ابو القاسم السہلی، ابن العربی اور شیخ ابن تیمیہ رحمہم سے متفق ہیں۔ ان حدیثوں کو ضعیف کہنے والے بہت تھوڑے معدودے چند علماء ہیں یعنی اکثر نے ان روایات کو موضوع ہی لکھا ہے خود واقعاتی ان روایات کی بیان کرنے میں دوسرے اہل سنن سے متفرد ہے، دوسرے ائمہ حدیث نے ان کے خلاف احادیث روایت کی ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ قبور کی زیارت پہلے ممنوع کر دی گئی تھی اور بعد میں جو اجازت فرمائی وہ مطہق تھی لیکن دوسری صحیح احادیث میں قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا ناجائز اور ممنوع قرار دیا، جیسا کہ ہم پہلی ذکر کر چکے ہیں۔

اور جب مسجد نبوی میں نماز پڑھنے اور تقرب بارگاہ الہی حاصل کرنے کے لئے کوئی شخص سفر اختیار کرے تو ظاہر ہے کہ اسکو بالتبع نبی صلعم کی قبر کی زیارت کا بھی موقع مل جائیگا۔ پس ایسی حالت میں زیارت قبر نبوی نہ صرف مشروع بلکہ مستحب ہو جاتی ہے اور اس میں کسی اختلاف نہیں بشرطیکہ زیارت کرتے ہوئے کوئی ناجائز اور غیر مشروع کام نہ کرے اور زیارت کرتے وقت آپ پر درود و سلام کہے، آپ کی لئے دعا و سئلہ کرے اسکے بعد حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ پر سلام کہے۔

قبر کے پاس کوئی شخص نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے کیونکہ نبی صلعم نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد یعنی نماز و عبادت کی جگہ بنا لیا اور اللہ اور اسکے رسول کی کلام میں جہاں لعنت کا ذکر آیا ہے وہاں کراہت مراد نہیں لیجانی بلکہ قطعاً حرام اور ستر یا گناہ اور معصیت مراد ہوگی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ الامداد بشرح الارشاد میں فرماتے ہیں:-

ینوی الزائر المتقرب السفر الی مسجدہ صلی اللہ علیہ وسلم وشد الرحل
الیہ لتکون زیارة القبر تابعة۔ ایک زائر اور بارگاہ الہی کا تقرب چاہنے والا مسافر مسجد
نبوی کیلئے سفر کی نیت کرے تاکہ حضور کی قبر کی زیارت بالتحجہ اسے حاصل ہو۔

انبیاء اور صلحا کی قبروں کو مسجد یعنی عبادت کی جگہ بنا نا بھی بہت سی پہلی امتوں کی گمراہی کا سبب ہوا اور اسی
وجہ سے وہ شرک میں مبتلا ہو گئیں، قرآن مجید میں ”وہ سواع“ یغوث کا ذکر موجود ہے۔ یہ صلحاء کے نام
ہیں جن کی تصاویر اور مجسمے بنا کر لوگوں نے پرستش شروع کر دی، جنکے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ یہ ہماری
دعائیں اور درخواستیں سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس سفارش کرتے ہیں۔

اس خطرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ انبیاء اور صلحا کی قبروں کے متعلق بکڑی یا پتھر کے بت
سے کہیں زیادہ خطرہ ہے کہ اگر وہاں عبادت کی اجازت دیدی جائے تو وہاں شرک ہونے لگے۔

اور اسی لئے آپ دیکھینگے کہ اہل بدعت اور مشرک صلحا کی قبروں کے پاس اس قدر عاجزی، خشوع
خضوع اور تضرع کا اظہار کرتے ہیں کہ ان کی نمازوں میں ان چیزوں کا عشر عشر بھی نہیں نظر آتا ہوگا
اور اہل قبور سے امیدیں وابستہ کرتے ہوئے ان سے دعا، فریاد اور استغاثہ کرتے ہیں اور دشمن پر فحشابی
فراخی رزق، صحت و تندرستی اور ادائے قرض کیلئے اہل قبور سے دعائیں کرتے ہیں اور ان کے
نام نذر و نیاز دیتے ہیں کہ کسی طرح وہ راضی ہوں اور ہماری حاجتیں برائیں اور اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ
صلحا کی قبور پر سال بہ سال جمع ہو کر عرس کرتے ہیں انکی قبور کا طواف کرتے ہیں، قبور کو بوسہ دیتی ہیں
اور اپنی پیشانیوں وہاں خاک پر مگرٹتے ہیں اور اسکے سوا اور بھی بہت سی آداب و رسوم عبادت وہاں بجا
لاتے ہیں، غرض ایسے تمام امور ان سے طلب کرتے ہیں جو بت پرست اپنے بتوں سے یہ کہہ کر طلب کیا
کرتے تھے کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی اور شفیع ہیں۔ سو یہ لوگ بھی انبیاء و صلحا سے اپنی حاجات
و ضروریات اور دفع بلیات کیلئے سوال کرتے ہیں جیسا کہ ایک موحدا نہنہانی مصیبت و تکلیف کی حالت
میں ایک خداوند قدوس و برتر کو پکارنا ہے اسی طرح یہ لوگ تکالیف و مصائب میں صلیا و امت اور نبی صلعم کو
پکارتے ہیں اور یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان قبروں کی زیارت سے پچھلے گناہ سب کے سب معاف ہو جاتے
ہیں اور دوزخ سے نجات مل جاتی ہے۔ اور صرف قبور کے متعلق ہی ایسا اعتقاد نہیں بلکہ وہاں کے درختوں
اور غاروں کے لئے بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہاں جا کر ان کا نام لیکر اور ان لوگوں کا نام لے کر
جن کی طرف یہ غار اور جھاڑ منسوب سمجھے ہیں روتے اور چلا تے ہیں اور ان کی نسبت ایسے امور پورا کرنے
کے اعتقادات رکھتے ہیں کہ خیر سوائے رب العالمین کے اور کوئی طاقت نہیں رکھتا۔

غیر اللہ سے دعا مانگنا

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کئی ایک مقام پر دعا کو خالص عبادت قرار دیا ہے۔
وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون
جحہم داخرین۔ لوگو! تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ ہم سے دعا مانگو ہم تمہاری دعا قبول فرمائیں گے
جو لوگ ہماری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں، عنقریب ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔
اسی آیت کو پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عاء هو العبادۃ کہ دعا ہی تو عبادت ہی (ترمذی ابوداؤد)
دوسری آیت میں بھی دعا و مشرکین کو عبادت سے تعبیر کیا ہے۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَهُمْ
عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا لِإِبَادَتِهِمْ
كَافِرِينَ۔ اور اس سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہے جو خدا کے سوا ایسے معبودوں کو پکارتے جو قیامت
تک اسکو جواب تک نہ دے سکیں اور جواب دینا تو درکنار ان کو تو ان کی دعا تک کی بھی خبر نہیں اور
جب قیامت کے روز لوگ جمع کئے جائیں گے تو یہ معبود اٹھ لڑے ان کے دشمن ہو جائیں گے اور انکی عبادت
سے انکار کر دیں گے۔

اس آیت میں بھی غیر اللہ سے دعا کو عبادت فرمایا کہ "وكانوا لعبادته كفافرين" غرض مشرکین اپنے
معبودوں سے دعائیں مانگتے تھے یہ سمجھ کر کہ یہ ہمارے معبود مقربین بارگاہ الہی ہیں یہ ہمارے شفیع اور
بارگاہ رب العالمین میں وسیلہ ہوں گے۔ اسی کی تردید قرآن کریم میں کی گئی۔

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ رَعَيْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ وَلَا حَتُّوْهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
يَدْعُونَ يَتَّبِعُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ
عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا۔ اے نبی! ان لوگوں سے کہہ دو کہ خدا کے سوا جن
معبودوں کو تم شریک خدائی سمجھتے ہو مصیبت کے وقت ان کو بلا دیجھو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ یہ نہ تو
تم سے تکلیف دور کر سکیں گے اور نہ اس کو کسی طرح بدل ہی سکیں گے۔ یہ مشرکین جن کو حاجت روا
سمجھ کر پکارتے ہیں ان میں سے جو دوسروں کی نسبت زیادہ مقرب ہیں وہ بھی اپنے پروردگار کا اور بھی
زیادہ تقرب حاصل کرنے کے ذریعے تلاش کرتے رہتے ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں
اور اسکے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں اور واقع میں تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز بھی

اور قیامت کے روز ان مشرکین کو مخاطب کر کے کہا جائیگا:-

وَقِيلَ لَهُمْ اَيِمَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُونَ - اور

ان سے کہا جائیگا کہ خدا کے سوا جن کی تم عبادت کرتے تھے اب وہ کہاں ہیں کیا وہ تمہاری کچھ بھی مدد کر سکتے ہیں یا تمہاری طرف سے کچھ انتقام لے سکتے ہیں؟

باوجودیکہ مشرکین انتہائی مصیبت میں ایک خدا ہی کو پکارتے اور تمام دوسرے معبودوں کو چھوڑ دیتے لیکن بعض مصائب اور مشکلات میں چونکہ غیر اللہ کو پکارتے اور ان سے سوال کرتے اور ان کو مقربین بارگاہ الہی سمجھ کر اپنا شفیع اور سفارشی بناتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع کیا اور صرف اسی ایک کو ہر کام اور ہر مشکل میں پکارنے اور صرف اسی ایک اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کا حکم دیا کہ اس کے سوا کسی اور سے نہ دعا مانگیں نہ شفیع اور سفارشی بنائیں قال تعالیٰ:-

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ رَعٰیْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِنْفَعًا دَرَجَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی

الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِیْهَا مِنْ شَرٍّ اَوْ مَالٍ مِنْهُمْ ظَہِیْر۔ اے نبی! ان لوگوں سے کہہ دو کہ خدا

کے سوا جن معبودوں کو تم شریک خدائی سمجھتے ہو مصیبت کے وقت بلا دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا

کہ زمین و آسمان کی بادشاہی میں کچھ بھی ان کے ملک اور تصرف میں نہیں ہے اور نہ زمین و آسمان کے

بنانے میں انکا کچھ ساجھا ہے اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے۔

یہ سب کچھ اسلئے خدا تعالیٰ نے ذکر کیا کہ وہ لوگ فرشتوں، نبیوں اور صلیاں سے دعائیں مانگتے اور انکی تصویر بنا کر رکھتے کہ کسی طرح یہ ہم سے راضی ہوں اور ہمارے سفارشی بنیں۔ اور اس کی مختلف صورتیں تھیں۔ ایک فریق نے یہ کہا کہ ہم انسانی لغزشوں اور گناہوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ ہم اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتے کہ بغیر کسی مقرب بارگاہ الہی کے واسطہ کے اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکیں۔ دوسرا فریق کہتا چونکہ فرشتوں اور نبیوں کو ایک خاص قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل ہے اسلئے ہیں ان کی تصاویر بنا کر ان کی محبت کا ثبوت دینا چاہئے کہ ہم سے وہ خوش ہو جائیں اور ہماری دعاؤں اور درخواستوں کو بارگاہ الہی میں پہنچا دیں۔ ایک اور فریق نے کہا کہ ہم فرشتوں، نبیوں اور صلیاں کی تصویروں کو اس لئے سامنے رکھتی ہیں کہ ان کو دیکھ کر ہمیں خدا یاد آتا ہے۔ اور ایک فریق نے یہ تراشا کہ جس قدر تصاویر اور مجسمی انبیاء اور صلیاں کے بنے ہوئے ہیں ہر تصویر اور ہر مجسمے کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مقرر ہے، سو جو شخص ان بتوں یا تصویروں کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگتا ہے اور ان کو اپنی امیدوں کا سہارا سمجھ لیتا ہے تو وہ موکل اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس سائل کے سوال کو پورا کر دیتا ہے اور جو ان بتوں یا تصویروں

کے متعلق اس طرح حسن عقیدت نہیں رکھنا وہ تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
پس مشرک غیر اللہ سے ایسے امور کے متعلق دعا مانگتا ہے جن پر سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کو قدرت نہیں مگر وہ غیر اللہ سے اسی امید پر دعا مانگتا ہے کہ اس سے وہ اپنے زعم کے مطابق فوائد اور منافع حاصل کرے گا۔ مگر یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کوئی شخص کسی کو اس وقت تک فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک ان میں سے کوئی ایک وصف اس میں نہ ہو۔ اول تو یہ کہ جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ یا تو بذات خود مالک ہے اور اگر مالک نہیں تو معین و مددگار ہوگا نہیں تو کم از کم سفارش ہی کر دے گا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی نفی کر دی کہ میرے سوا نہ تو کوئی مالک ہے نہ میرا کوئی معین و مددگار ہے۔ اور نہ کسی کو از خود سفارش کا حق حاصل ہے۔ قال تعالیٰ:-

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ یَكُنْ لَهُ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ (وقولہ) قُلْ
مَنْ یَّبْدِئُ مَخْلُوٰتٍ کُلِّ شَیْءٍ وَهُوَ یُحْیِیْہَا وَیَمِیْتُہَا وَیَحْیِیْہَا عَلَیْہِ (وقولہ) قُلِ اللّٰهُمَّ مَا لَكَ الْمُلْکُ
(وقولہ) مَنْ الْمُلْکُ الْیَوْمَ؟ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (وقولہ) یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ
شَیْئًا وَّالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِلّٰهِ (وقولہ) مَا لَیْکَ یَوْمَ الدِّیْنِ (وقولہ) وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ
لِلرَّحْمٰنِ فَلَآ تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا یَوْمَئِذٍ لَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اِذْنًا لِّلرَّحْمٰنِ
وَرَضِیَ لَهُ قَوْلًا۔ اے نبی کہو کہ اس ایک اللہ تعالیٰ کے لئے ہی حمد و ثنا سزاوار ہے جس کی نہ اولاد ہے
اور نہ اس کی مملکت میں اس کا کوئی شریک ہے، (وقولہ) اے نبی! ان لوگوں سے کہو کہ وہ کون ذات اقدس
ہے جس کی حکومت ہر چیز پر ہے جو عاجز و دل اور در ماندہ لوگوں کو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں
کوئی کسی کو پناہ نہیں دی سکتا (وقولہ) اے نبی! خدا کو یوں پکارو۔ اے سائے ملک کے مالک تو ہی
جس کو چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے (وقولہ) آج کس کی بادشاہی ہے؟ ایک غالب
و توانا خداوند قدوس کی (وقولہ) قیامت کا دن اس قدر ہولناک ہے کہ اس روز کسی شخص کو کسی کے
متعلق کوئی اختیار نہ حاصل ہوگا اور اس دن حکومت صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہوگی۔ (وقولہ) اللہ تعالیٰ
روز جزا کا حاکم ہے (وقولہ) اور قیامت کے روز مائے خوف کے خدا کے آگے سب کی آوازیں بیٹھ
جائیں گی پس آہستہ آہستہ آواز کے سوا اور کچھ نہ سنے گا۔ اس دن کسی کی سفارش کام نہ آئے گی
مگر جس کو خدا تعالیٰ اپنے رحم و فضل و کرم سے اجازت دے اور اس کا بولنا پسند فرمائے:-

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اس کی مملکت میں کوئی اس کا شریک و ہم نہیں نہ وہ کسی کی مدد و نصرت
کا محتاج ہے نہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کے لئے سفارش کر سکتا ہے اور نہ کسی ایسے شخص کی

سفارش کر سکتا ہے جسکے لئے خدا تعالیٰ نہ چاہتا ہو؛

موصد کون ہے؟

صحیح معنوں میں موصد وہ شخص ہے جو زبان اور دل سے پورے اخلاص کے ساتھ خدا تعالیٰ کی الوہیت کا معترف ہو، جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اسی کی عبادت کرے، اس کی محبت اور خوف سب کی محبتوں اور خوف پر غالب ہو، اس سے نفع و ضرر کی امید رکھو، اسی پر توکل، اعتماد اور بھروسہ رکھے، اسی سے نصرت و اعانت کا طلب گار ہو اور ایسے تمام امور میں جن میں خدا کے سوا اور کسی کو قدرت نہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگے اور اسی کا سہارا تلاش کرے۔ اور اسی پر ہماری دوستی اور دشمنی کا دار و مدار ہونا چاہئے اور یہی مقام۔ الحب لله والبغض فی الله کا۔ غرض خالق اور مخلوق، مالک اور مملوک، خدا اور اس کی نیک بندوں، انبیاء اور صلی میں حفظ مراتب اور تمیز حقوق کو ملحوظ رکھے، کیونکہ معرفت الہی میں یہ چیز نہایت ضروری بلکہ واجبات میں سے ہے۔ اور یہی مفہوم لا الہ الا اللہ کا ہے اسلئے کہ عربی لغت میں لفظ "الاد" کا معنی ہے دل سے جس کی عبادت کا ثبوت محبت، تعظیم و اجلال، خشوع و خضوع سے دیا جائے اسلئے موصد وہ ہے جو اپنی تمام امیدیں اسی سے وابستہ رکھے اور خدا کی محبت اس طرح اس کے دل میں سما جائے کہ کسی اور چیز کی محبت، محبت الہی کو مغلوب نہ کر سکے بلکہ ہر چیز کی محبت اس کی محبت کے تابع ہو۔ مشرکین کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّوهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (وقال نعم) تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ إِذْ نُسُوِّقُكُمْ لربِّ الْعَالَمِينَ بعض لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اللہ کے سوا اور لوں کو بھی شریک خدا ٹھہراتے ہیں اور جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہئے ویسی محبت ان سے رکھتی ہیں اور جو ایمان والے ہیں ان کو تو سب سے بڑھ کر خدا کی محبت ہوتی ہے (قال تعالیٰ) قیامت کے روز مشرک اپنے معبودوں سے جھکڑتے ہوئے کہیں گے خدا کی قسم ہم تو صریح گمراہی میں تھے کہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ مشرکین نے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں شریک نہیں بنا رکھا تھا جیسا کہ آیات قرآنی میں اس کی تفصیل موجود ہے پس جو شخص "لا الہ الا اللہ" کا قائل ہے اسکو اپنے دل اور زبان سے صرف خدا کے پاک کی الوہیت کا اقرار کر کے اسی کو اس کا مستحق سمجھ کر اپنا معبود و برحق بنانا چاہئے اور پوری طاقت کے ساتھ دل اور زبان سے غیر اللہ کی عبادت اور غلامی سے انکار کر کے رب السموات والارض

کی عبادت کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے اور اپنے عمل و قصدِ زبانی شہادت اور دلی ارادت، معرفت و محبت میں خالق و مخلوق آقا اور بندے میں فرق ملحوظ رکھے، اللہ کے حقوق کا علم حاصل کرے، اس کی معرفت اور اس کے ذکر سے اپنی زبان اور دل کو مشغول رکھے اور اس طرح اپنے ایمان کو مستحکم کرے کہ خدا تعالیٰ جس طرح اپنی ذات و صفات میں مخلوق سے مبائن اور منفرد ہے اسی طرح اپنی عبادت میں تمام مخلوق سے منفرد و یکتا ہے پس اسی کی نصرت و اعانت کا طلبگار ہو اور اسی کی محبت میں دل سرشار ہو، اور تمام چوکھٹوں سے منہ پھیر کر اسی کے آگے سر بسجود ہو، اسی پر توکل و اعتماد ہو۔ اور یہی مقام ایانِ لعبد و ایاک نستعین کا ہے اور یہی خصائص الوہیت ہیں جن کا موصد صادق اور مومن قانت اقرار کرتا ہے۔ جس طرح کائنات ارضی و سماوی کی پیدائش مومن و فاجر کو عطا و رزق اور اسی کے ساتھ ساتھ تربیت روحانی کے لئے سلسلہ رشد و ہدایت خصائص ربوبیت ہیں، جن کا اعتراف مومن و کافر اور صالح و فاجر کو ہے حتیٰ کہ ابلیس لعین نے بھی اس امر کا اقرار کیا۔ رب انظر فی الیوم یبعثون یعنی اے میرے رب مجھ کو قیامت تک مہلت دے۔ اس میں اعتراف کرتا ہے کہ خدا ہی اس کا رب اور خالق و مالک ہے اور اسی کی ہر چیز پر حکومت ہے۔ اور اسی طرح مشرکین نے بھی خدا تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے۔

قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ (وقال) وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَشَجَرَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرَ؟ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ (وقال) فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ (وقال) قُلْ مَنْ بِيَدِ الْمَلَكُوتِ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ (وقال) وَأَنْتُمْ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِأَبْنَيْهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ؟ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنُفِضُ إِلَيْهَا عَاكِفِينَ. قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَ نَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يُضَرُّونَ؟ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ۔ اے بنی ان لوگوں سے پوچھو کہ اگر تم کچھ بھی علم رکھتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے یہ تمام کارخانہ کس کا ہے؟ وہ فوراً یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا (قال تم) اے بنی: اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا؟ تو یہ لوگ یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے (قال تم) جب یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوئے ہیں تو ایک اللہ ہی سے دعا مانگتے ہیں اور جو ہی کران کو سمندر کے تلاطم خیر موبوں سے نجات ملتی ہے تو یہ پھر بدستور شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں (وقال تم) اے بنی! ان لوگوں سے پوچھو کہ اگر تمہیں کچھ علم ہے تو بتاؤ کہ کون ایسا قادر مطلق ہے جس کے ہاتھ میں

ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ عاجزوں اور درماندہ لوگوں کو پناہ دیتا ہے اور اسکے مقابلہ میں کوئی کئی پناہ نہیں دے سکتا تو وہ فوراً جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (وقال نعم) اسے بئی! ان لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کا حال پڑھ کر سناؤ کہ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور انہی کی سیوا کرتے ہیں اس پر ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ بھلا جب تم ان سے دعا مانگتے ہو تو کیا یہ تمہاری دعا سنتے ہیں یا تم کو فائدہ یا نقصان پہونچا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ تو نہیں مگر ہم نے اپنے بڑوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

غرض اس مضمون کی بہت سی آیات میں جن میں مشرکین کے اقرار ربوبیت کا ذکر ہے۔ مسند امام احمد و ترمذی میں حصین بن مندر سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے کہا کہ حصین! تم کتنے خداؤں کی عبادت کرتے ہو؟ حصین نے کہا سات خداؤں کی جن میں سے چھ زمین پر اور ایک آسمان پر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سوال کس سے کرتے ہو؟ اور کس کو اپنی امیدوں کا مرجع اور منتہی سمجھتے ہو؟ حصین نے کہا اسی خدا کو جو آسمانوں میں ہے پھر آپ نے فرمایا حصین! اسلام قبول کر لے میں تم کو نہایت مفید اور منفعت بخش باتیں سکھاؤں گا۔ اسکے بعد حصین نے اسلام قبول کیا اور آپ نے منجمل اور باتوں کے یہ بھی سکھایا "اللهم العنني ريشي وقني شر نفسي" یا اللہ مجھ کو میرے نفس کے شر سے بچا اور میری رشد و ہدایت مجھے عطا کر۔

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین کا صرف ربوبیت کا اقرار کرنا ان کے لئے نفع بخش نہ ہوا اور نہ اس سے وہ اسلام میں داخل ہو سکے۔ کیونکہ الوہیت کا اقرار صحیح نہیں تھا۔ خدا تعالیٰ کے سوا اور بھی خدا تجویز کر رکھے تھے جنکو وسیلہ اور ذریعہ تقرب بارگاہ الہی سمجھ کر پوجتے اور اسی بنا پر قرآن کریم میں ان کو مشرک کہا گیا اور وہ بھی حج کے موقعہ پر یوں تلمیذ کہتے۔ "اللهم لبیک لبیک لا شریک لک الا شریکاً ھو لک تملک و مملک" یعنی اللہ کا کوئی شریک نہیں اور اگر ہے بھی تو ان کا اور ان کی مملوکہ چیز چنانچہ مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے پس جس کسی نے خصائص ربوبیت کے اعتراف کے باوجود خصائص الوہیت میں کسی کو شریک کیا وہ مشرک ہے ایسا کرنے والا اسکو شرک سمجھے یا نہ سمجھے اور صرف خصائص ربوبیت کے اقرار سے کوئی شخص موحّد نہیں ہو سکتا۔

شرک کی تفصیل

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذہبی حالت کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا۔ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا

مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ۔ جنہوں نے خدا کے سوا دوسروں کو اپنا مددگار بنایا۔ تو معلوم ہوا کہ مشرکین اپنے اللہ کے درمیان ان کو شفیع، واسطہ اور وسیلہ سمجھتے اور ان سے مدد کے خواہاں ہوتے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے بڑھکر کونسا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس نے تجھے پیدا کیا ہرکا کسی کو شریک بنائے۔ میں نے کہا کہ اس سے کمتر گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرے کہ اسے کھانا دینا پڑے گا۔ میں نے کہا کہ اس سے کمتر اور کون گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے۔ اور اسی کی تصدیق و تائید میں یہ آیت نازل ہوئی:-

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ
وَلَا يَزْنُونَ۔ خدا کے خاص بندے تو وہ ہیں جو اسکے سوا نہ تو کسی دوسرے کو پکارتے ہیں نہ بلاؤ

کسی ایسے جی کو قتل کرتے ہیں جسے خدا تعالیٰ نے حرام کر رکھا ہو اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔

مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں ہے کہ ابو ہریرہؓ رضی عنہ حضور سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے لئے تین باتیں پسند کرتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ دوسری یہ کہ تفرق و تشدد کو چھوڑ کر جماعتی زندگی پیدا کرو تیسری یہ کہ جو تمہارا امیر ہو اس کی اطاعت اور خیر خواہی کرو اللہ کا دین افراط و تفریط سے بچا ہوا ہے۔

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ سب بڑا گناہ شرک ہے اور وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق رازق اور ربی ماننے کے بعد کسی کو شفیع، واسطہ، وسیلہ یا تقرب بارگاہ الہی کا ذریعہ سمجھ کر خدا کی الوہیت میں شریک بنایا جائے۔ ان صفحات میں جس قدر تفصیل شرک کی گئی ہے۔ یہ تو شرک اکبر ہے اسکے علاوہ شرک اصغر بھی ہے جسکو ریاء اور سمعۃ بھی کہتے ہیں یعنی اخلاص عمل مفقود ہو جائے اور لوگوں کے دکھانے اور سننے کو عمل کرے۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ رضی عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں جس کسی نے کوئی عمل کر کے میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا میں اسکو اور اسکے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ خدا کے نام کے سوا کسی اور چیز کی قسم لینا بھی ”شرک اصغر“ ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا: ”خدا تعالیٰ تم کو سختی سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے بزرگوں کے نام کی قسمیں کھاؤ اگر کوئی ضرور قسم کھانا ہی چاہتا ہے تو اللہ کے نام کی قسم کھاؤ نہیں تو خاموش رہے“ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابو داؤد۔ احمد۔ حاکم)۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور سے کہا: ”ما شاء اللہ و مشئت“۔

جو خدا رسول کو منظور ہو۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے مجھے خدا کا شریک بنا لیا ہے؟ یوں کہو مَا شَاءَ اللہ
وحدہ۔ جو ایک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔

غرض اس قسم کی چیزیں شرک اصغر کہلاتی ہیں، اس سے اسلام سے تو کوئی خارج نہیں ہوتا
لیکن معلوم کر لینے کے بعد اس سے فی الفور توبہ کرنی چاہئے۔

توسل

بارگاہ الہی کے قرب یا رضائے الہی کے حاصل کرنے کے لئے اگر کوئی جائز اور صحیح وسیلہ ہو سکتا
ہے تو صرف ایمان صالح اور نیک عمل۔ قرآن کریم کی ان آیات کو دیکھئے کہ مومنین نے اپنے ایمان
صالح کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر کے مغفرت کی درخواست کی ہے۔ قال تعالیٰ۔

رَبَّنَا إِنَّا أَسَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا
وَكْفِّرْ عَنْ سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا
يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أَضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ
مِّنْكُمْ مَّن ذَكَرَ آوَانَتِي لِعُصْصُكُم مِّنْ بَعْضٍ۔ اے رب ہمارے ہنوح کی منادی کرنے والے کو
سنا کہ ایمان کی منادی کر رہے تھے اور یہ بھجار ہے تھے کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان
لے آئے۔ پس اے ہمارے پروردگار ہمارے قصور معاف فرما اور ہم سے ہمارے گناہ دور کر اور نیک
بندوں کے ساتھ ہمارا بھی خاتمہ بالخیر کیجیو۔ اور اے ہمارے پروردگار اپنے رسولوں کی معرفت جو
وعدے تو نے ہم سے فرمائے ہیں ان کو پورا کیجئے اور قیامت کے دن ہم کو رسوا نہ کیجیو۔ تو کبھی روضہ
نہیں کیا کرتا، تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی اور فرمایا کہ ہم تم میں سے کسی نیک عمل
کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتے مرد ہو یا عورت اس بارے میں کوئی فرق نہیں کیونکہ تم سب
ایکدوسرے کی جنس ہو۔

اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور عمل صالح والوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ۔ وَ
يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ
عَذَابٌ مُّشْتَرِكٌ (۴۲-۴۳) اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خطاؤں
سے درگزر کرتا ہے اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو ان سے واقف ہے اور ان لوگوں کی دعائیں قبول کرتا ہے،

جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں اور اپنے فضل و کرم سے ان کو استحقاق سے زیادہ بھی

ثواب دیتا ہے۔ ہاں منکرین کے لئے سخت عذاب ہے۔

اسی کی تائید میں صحیح بخاری کی حدیث دیکھئے عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک وقت میں تین مسافر راستہ چل رہے تھے کہ اچانک بارش شروع ہو گئی اس لئے وہ تینوں پہاڑ کی غاریں جا بیٹھے اتنے میں ایک بڑا پتھر رکتا ہوا آیا اور ٹھیک اس غار کے سامنے آ پڑا جس سے غار کا راستہ بالکل بند ہو گیا۔ اب وہ تینوں مسافر آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے ”انظر و اعمالاً عملتوها للہ صالحۃ فادعوا للہ بما لعلہ یفرجھا“ اپنے اعمال پر نظر ڈالو اگر کوئی صالح عمل ہے جسے پورے اخلاص کیساتھ تم نے کیا ہو تو آؤ اس کو خدا کے سامنے پیش کر کے دعا مانگیں شاید انکے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول فرمائے اور پتھر غار کے سامنے سے ہٹائے چنانچہ ایک نے ماں باپ کی شبانہ روز خدمت کا ذکر کر کے دعا مانگی دوسرے نے کہا کہ فلاں عورت جو مجھے محبوب ترین عورت تھی میں اس پر پورا قابو پا لینے کے بعد بھی زنا سے بچا رہا یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تری رضا کیلئے کیا تھا۔ تیسرے نے کہا میں نے ایک مزدور کو ۱۶ رطل چاول کے عوض کام پر مقرر کیا مگر وہ اپنی اجرت لئے بغیر چلا گیا۔ میں نے اس کی اجرت کے چادلوں کو تجارت کے ذریعہ ترقی دی کچھ مدت کے بعد وہ مزدور آیا تو میں نے اس کا اس مال تمام منافع سمیت اسکے سپرد کر دیا اور یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری ہی خوشنودی کیلئے کیا تھا۔ غرض ہر ایک کی دعا کے بعد غار کے سامنے سے پتھر کچھ سرکنا گیا حتیٰ کہ تیسرے کی دعا کے بعد غار کے سامنے سے بالکل ہٹ گیا اور رستہ صاف ہو گیا۔

اسکے علاوہ اگر کوئی وسیلہ ہو سکتا ہے تو خدا تعالیٰ کے پاکیزہ صفات اور اس کے اسماء حسنیٰ چنانچہ

فرمایا:-

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا اِنْ كُنْتُمْ اٰیَآةً تَعْبُدُوْنَ اِنْ تَمَّ صَرْفُ خَدِيعَتِیْ

کی عبادت کرتے ہو تو اسی کے خوبصورت اور پاکیزہ نام لے کر اس سے دعا مانگو۔

اب ظاہر ہے کہ دعائیں خدا ہی کے ناموں کو ذریعہ اور وسیلہ بنایا جاسکتا ہے نہ کہ مخلوق کے نام کو اور اتحاد میں بھی اسی طرح دعا سکھائی گئی ہے۔

اللہم انی اسئالک بان لك الحمد لا الہ الا انت المحن المنان بدیع السموات و

الارض یا ذا الجلال والاكرام۔ اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے اے عظمت و جلال اور

فضل و کرم کے مالک تو ہی برکت دینے والا اور احسان کرنے والا ہے۔ تیری حمد و ثنا اور تیری الوہیت کا

واسطہ دیکر تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی دعائیں ہیں جن میں اسماء حسنہ اور پاکیزہ صفات کا واسطہ دیکر دعا کی گئی ہے اور مندرجہ ذیل آیت کا بھی یہی معنی ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہنچنے کے ذریعے تلاش کرتے رہو (اور

سب سے بڑا وسیلہ اس تک پہنچنے کا یہ ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو کہ تم کو کامیابی حاصل

ہو۔ (۵-۵)۔

پس تقویٰ، خوف و خشیت الہی، جہاد فی سبیل اللہ اور ایسے ہی اعمال صالحہ تقرب بارگاہ الہی کی وسیلہ ہو سکتے ہیں اور اس کی مزید تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”جس کسی نے میرے دوست کی دشمنی کی اسکو میری طرف سے اعلان جنگ ہو اور سب سے زیادہ محبوب چیز جس سے بندہ میرا تقرب حاصل کر سکتا ہے وہ اداے فرائض ہے۔“ وما زال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ“ اسی طرح ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اسکو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو وہ میری مرضی کے مطابق سنتا اور دیکھتا ہے اور میری مرضی کے مطابق چلتا پھرتا اور چھوٹا پکڑتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسکا سوال ضرور پورا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ چاہتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔“

اسی لئے جب کبھی آپکو کوئی اہم کام پیش آجاتا تو آپ نماز شروع کرتے اور یہی ارشاد خداوندیؐ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔ مسلمانو!

تم کو کسی طرح کی مشکل پیش آئے تو اسپر غالب آنے کے لئے صبر اور نماز سے مدد لو بے شک اللہ

صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ تقرب بارگاہ الہی کیلئے تقویٰ، خوف و خشیت الہی، جہاد فی سبیل اللہ، صبر و استقلال، نماز روزہ اور ایسے ہی اعمال صالحہ یا اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ صفات اور اسکے اسماء حسنی کا ذکر وسیلہ اور ذریعہ ہو سکتا ہے مگر خدا اور اس کی مخلوق میں کوئی بندہ وسیلہ اور شفیع نہیں ہو سکتا، اسی کی مذمت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کی ہے اور اسی لئے رسولوں کو بھیجا جیسا کہ پہلے ہم لکھ چکے ہیں اور یہی تو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا ”اجعل لنا الها“

كلهم الهة

خدا کو مخلوق کی قسم دینا

لیکن خدا کو مخلوق کی قسم دینا یعنی غیر اللہ کو واسطہ بنانا یہ بھی ناجائز اور ممنوع ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے، رہا یہ امر کہ نہی تحریمی ہے یا تنزیہی۔ اس میں دو قول ہیں اور صحیح ترین قول یہی ہے کہ مکروہ تحریمی ہے، اور علامہ عز بن عبد السلام اپنے فتاویٰ میں اسی کو پسندیدہ اور قول مرجع فرماتے ہیں، بشر بن الولید امام ابو یوسف کے واسطہ سے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ امام صاحب نے فرمایا:-

لا ينبغي لاحد ان يدعو الله الابه واکره ان تقول بمعنة العزم عن شرك او بحق خلقك۔ کسی شخص کیلئے یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں کے سوا کسی اور نام سے پکارتے اور میرے نزدیک تو یہ بھی مکروہ ہے کہ تو کہے اے خدا تجھ کو تیرے عرش کے عزت و اجلال کی قسم یا نیری مخلوق کے حق کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں۔

اور یہی امام ابو یوسفؒ کا فتویٰ ہے وہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ بحق فلاں یا بحق انبیاءک ورسلاک یا بحق البيت یا بحق المشعر الحرام کہنا میرے نزدیک مکروہ ہے ہاں ”بمعاقدة العزم من شرك“ کہنا میرے نزدیک مکروہ نہیں کیونکہ یہ تو خدا ہی کی عزت و عظمت کی قسم ہے، قدوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مخلوق کے حق یا طفیل سے سوال کرنا جائز نہیں، اسی وجہ سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ”اسئلك بفلاں و بملائكتك و انبياءك و نحو ذلك“ کہ اے خدا میں تجھ سے فلاں کے طفیل سے، تیری فرشتوں یا نبیوں کے حق سے سوال کرتا ہوں، یہ اسلئے ناجائز ہے کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں، (اہل کلام القدوری)۔

اور جس حدیث کے یہ لفظ (بحق السائلین) پیش کئے جاتے ہیں تو یہ اول تو ضعیف ہی کیونکہ اس کی سند میں عطیۃ العوفی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اگر بالفرض اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اے خدا میں تجھ سے اعمال سائلین کے حق سے سوال کرتا ہوں کیونکہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ مخلوق اس کی عبادت کرے اور مخلوق کا یہ حق ہے کہ ان کے اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ان پر ثواب عنایت کرے اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اہل ایمان اور ارباب عمل صالح کی دعا قبول کرے بلکہ اپنے فضل و کرم سے ان کے استحقاق سے اور بھی زیادہ دیتا ہے۔

اور جب بندہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا دوست بنا لیتا ہے تو اسکے حق میں اپنے دوستوں کی سفارش قبول فرماتا ہے اور یہی محبت اور دوستی کا رشتہ ہے جو خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے صالح بندے اس شخص کے دوست ہو جاتے ہیں اور ان میں محبت و موالات پیدا ہو جاتی ہے اور یہ سب کچھ اللہ کیلئے اور اس کی رضا کیلئے ہوتا ہے۔ اور اسکے برعکس جب کسی نے اللہ کے سوا مخلوق میں سے کسی کو واسطہ بنایا خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو یہ اور چیز ہے۔ جس طرح شفاعت شریک اور چیز ہے اور شفاعت حق جو موحدین کو حاصل ہوگی اور چیز ہے۔

مخالفین کی دلیل (۱)

فریق ثانی نے ہمارے خلاف یہ دلیل پیش کی ہے اور اس سے ثابت کیا ہے کہ غیر اللہ سے دعا مانگنا ایک طرح کا وسیلہ ہے۔

(حدیث الاعمیٰ)

اللهم انی استلک واتوجه الیک بنیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک علی ربی فی حاجتی هذه لتقضى اللهم شفعم فی (رواہ الترمذی و الحاكم وابن ماجہ عن عمران بن حصین)۔ یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ کی طرف نبی رحمت کے ذریعہ متوجہ ہوتا ہوں اے محمد! میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور آپ کے اس دعا میں شامل کرتا ہوں کہ میری یہ ضرورت پوری ہو جائے۔ یا اللہ! تُو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا و سفارش قبول فرما!!

جواب

(اول) اسکے متعلق سب سے پہلے تو ہمارا یہ جواب ہے کہ اس حدیث کا ہمارے اختلافی مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اس میں غیر اللہ سے دعا نہیں مانگی گئی، سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال یا دعا نہیں کی گئی بلکہ یہ کہا ہے کہ "یا اللہ! اپنے نبی کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما" پس ہمارے فریق مخالف کا استدلال نہ صرف غلط بلکہ انوکھا ہے۔ اور اس حدیث سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ قبروں پر گنبد وغیرہ بنانا اور اس پر پردہ ڈالنا یا اسے چونرنگ کرنا جائز ہے بلکہ یہ سب کبائر معاصی میں سے ہی جیسا کہ اہل علم نے عام طور پر حتیٰ کہ ابن حجر ہیتمی وغیرہ نے بھی لکھا ہے۔ اور کبیرہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ اسکے مرتکب کے لئے لعنت یا غضب یا عذاب دوزخ کا وعید آیا ہو اور کثرت سی ایسی

احادیث صحیحین میں مروی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قبروں پر ہر قسم کی عمارت بنانا حرام ہے اور ایسا ہی قبر والوں سے دعائیں گنایا ان سے نفع و نقصان کی امید رکھنا یا ان کے آگے التجا و سوال کرنا ان کے نام کی نذر و نیاز دینا ان کے نام عرضیاں لکھ کر ان کی قبروں پر لٹکانا ان کو ”یاسیدی“ اور ”یا مولائی“ کہہ کر پکارنا اور ان سے سوال کرنا کہ ہماری فلاں ضرورت پورا کرو اور ہماری فلاں مشکل کشائی کرو حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ یہی وہ اسباب ذرائع تھے جن کی وجہ سے ”لات“ و ”عزسی“ پجئے گئے اور ان کے نزدیک تو سب سے بدتر اور سب سے زیادہ قابل ملامت و لعنت وہ شخص ہے جس نے ان کی نکتہ چینی کیا یا ان کے افعال شنیعہ پر کسی قسم کا اعتراض کیا۔

اور جس کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے اوامر و نواہی اور اس کی ساتھ صحابہ کرام کے عمل اور مسلک کو قبروں کے متعلق دیکھا ہے اور آج جو کچھ ہو رہا ہے اسکو بھی دیکھا ہے وہ یقیناً ایک دوسرے کی نقیض اور ضد پائے گا۔

اور جبکہ آیت ”فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا اَنْتُمْ تَعْلَمُونَ“ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے پاس آیا اور اس نے یہ خیال ظاہر کیا ”کہ تمہاری جماعت بہت ہی اچھی جماعت ہوئی اگر تم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتے“ کیونکہ تم ”ماشاء اللہ“ کے ساتھ ماشاء فلاں بھی کہہ دیتے ہو کہ جو خدا چاہے اور فلاں بزرگ چاہے“ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے بہت صحیح کہا ہے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا اَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور تم جانتے ہو کہ اسکا کوئی شریک نہیں ہے۔“

اور ان لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ خدا سے زیادہ محبت اپنی پیرومرشد سے کرتے ہیں اگرچہ اس کا اقرار نہیں کرتے لیکن انکا حال اور ان کا عمل اس چیز کی شہادت دیتا ہے، کیونکہ وہ مسجد کی اتنی عزت نہیں کرتے جس قدر اپنے پیرومرشد کی قبر کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں، خدا کے نام کی جھوٹی قسم کھاتے ہیں لیکن اپنے پیرومرشد کے نام کی جھوٹی قسم نہیں کھاتے پس ان حالات میں جو دلیل انہوں نے ہماری خلاف پیش کی ہے وہ بالکل غیر متعلق ہے۔ ہم جس چیز سے منع کرتے ہیں اسکو اس دلیل سے کیا نسبت؟

جواب دوم

یہ حدیث تو ہماری دلیل ہے کہ خدا کے سوا کسی اور کو نہیں پکارنا چاہئے، کیونکہ سائل نے اپنی دعائیں پہلے یوں کہا کہ ”یا اللہ! میں تیری بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں“ پھر اللہ تعالیٰ سے یہ سوال

کیا کہ یا اللہ! میرے حق میں اپنے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما۔ اور یہ جو
 سائل نے کہا کہ ”یا محمد انا نتوسل بک الی ربنا فاشفع لنا“ تو یہ ایک حاضر کو خطاب ہوا اور اسکا
 معنی تو صرف یہ ہے کہ یا اللہ! میں تیری بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی کی دعا کے ساتھ،
 اور اس دنیا میں شفاعت کے لفظ سے مراد دعا ہی ہے، اور اسی لئے سائل نے اپنی دعا کے آخر میں کہا
 ”اللھم شفعر فی“ یا اللہ! تو اپنے نبی کی دعا میرے حق میں قبول فرما، اور اس میں تو کسی کو اختلاف
 نہیں، کیونکہ زندہ سے ہر وہ چیز مانگی جاسکتی ہے جس پر وہ قدرت رکھتا ہے، ہاں غیر حاضر اور مردہ سے
 کسی ایسی چیز کے لئے نہ دعا کی جاسکتی ہے نہ فریاد کی جاسکتی ہے جس پر وہ قدرت نہیں رکھتا۔ اور جوچہ
 سائل نے کہا وہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ زندہ و حاضر سے دعا طلب کی اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی
 دعا و شفاعت کی دعا مانگی ہے۔ تو اس قسم کی دعا آپ کی موجودگی اور زندگی میں کی جاسکتی تھی، اور
 اب جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے دار البقا کی طرف رحلت فرما گئے ہیں جس پر قرآن مجید
 کی صریح نص موجود ہے اور امت کا اجماع ہو چکا ہے تو ایسی دعا کیونکر جائز ہو سکتی ہے؟
 اسی لئے صحابہ کرام ایک دفعہ قحط سالی کے موقع پر دعا و استسقا کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے گئے تھے کہ وہ بارش کے لئے دعا مانگیں جیسا کہ بخاری شریف میں
 انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت موجود ہے، صحابہ کرام نہ تو اپنی قبر کے پاس آئے نہ وہاں انہوں نے کھڑے
 ہو کر دعا مانگی۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں حیات برزخی حاصل ہے؟
 غرض دعا ایک عبادت ہے اور عبادت اسی طریق پر ہونی چاہئے جس طرح شریعت میں ثابت ہو۔ اگر
 مردوں سے دعا مانگنا یا مردوں کو وسیلہ بنا کر دعا مانگنا جائز اور مشروع ہوتا تو سب سے پہلے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم اس سنت کو جاری کرتے، اور اگر آپ کی یہ سنت ہوتی تو صحابہ کرام سب سے زیادہ
 اس سے واقف ہوتے اور سب سے زیادہ اس سنت کو عامل و متبع ہوتے، ہمیں نہ تو کسی صحابی نے نہ تابعین
 میں سے کسی نے ایسا کیا حالانکہ بارہا ان کو سخت ضرورتیں پیش آئیں اور بارہا مصائب کی گھنٹوں گھنٹائیں
 ان پر چھائیں، وہ لوگ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے معانی سب سے بہتر جانتے تھے اور رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ہم سے زیادہ شائق اور حریص تھے۔ بلکہ وہ تو بجائے اسکے ایسے
 کاموں سے روکتے اور قبر کو منبرک مقام سمجھ کر وہاں دعا کرنے سے منع کرتے، اور یہ ایک ناقابل انکار
 حقیقت ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین ایسے بہترین زمانہ میں ہوئے جس کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے یوں دی کہ:-

خیرکم قدرنی ثم الذین یلوئهم ثم الذین یلوئهم۔ امت محمدیہ کے بہترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے میرا زمانہ پایا پھر ان کے لئے والے یعنی تابعین پھر تبع تابعین۔

تیسرا جواب

ہمارے فریق مخالف کا یہ بھی خیال ہے کہ حدیث الاعلیٰ اسکے لئے بھی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو بھی وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔ مگر یہ قطعاً غلط ہے اور اسکے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے فوت ہو جانے کے بعد یا آپ کی غیر حاضری میں وسیلہ بنانا ثابت نہیں ہوا تو اس پر کسی اور کو قیاس کرنا کیسے صحیح ہوگا؟ پس نوح رسول اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ کو وسیلہ بنانا جائز نہ ہوگا، کیونکہ ایسا کہنا اولاً ثابت نہیں اور جس کے لئے ہمیں حکم نہیں ملا اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ دوم قیاس کی ضرورت وہاں ہے جہاں نص موجود نہ ہو اور جب نص موجود ہو تو قیاس صحیح نہیں ہوتا اور ایک ایسے جدید قول کی ہمیں کیا ضرورت ہے جس کے متعلق خطہ ہے کہ وہ ہمیں ذریعہ شرک نہ بنجائے اور پھر ایسی حالت میں جبکہ نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ ”اس امت میں شرک اس طرح پھیل جائیگا جس طرح چوٹی رنگتی ہے۔ اور کسی کو معلوم بھی نہ ہوگا“ اور یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور سوائے ایک فرقے کے باقی سب کے سب دوزخی ہیں اور ناجی فرقہ وہی ہے جو متبع سنت رسول اللہ اور پابند مسلک صحابہ کرام ہوگا۔

چوتھا جواب

وسیلہ یہ نہیں ہے کہ انسان خدا کے سوا کسی اور سے ایسے کاموں کی حاجت روائی کیلئے دعا مانگو جس پر خدا کے سوا اور کسی کو قدرت نہ ہو، یا ایسوں سے دعا مانگے جو اپنے آپ کے لئے نفع و ضرر کا، زندگی و موت کا مالک نہ ہوں اور اسکی عاجزی و بے بسی کا یہ عالم ہو کہ اگر کبھی بھی کوئی چیز ان سے چھین کر لیجائی تو وہ اس کو چھڑانہ سکیں اور اگر کوئی انکی قبر کا تابوت یا تابوت پر لگی ہوئی خوبصورت چینیں بھاڑ و فالوس نشتر مرغ کے اندھے وغیرہ چرا کر لے جائے تو وہ اس سے چھین نہ سکیں۔

دوسری دلیل

فریق مخالف نے غیر اللہ سے دعا مانگنے پر دوسری دلیل پیش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

اذا اعلنت دابة احدكم في ارض فلاة فلينادي اعباد الله احبسوها في رواية اذا

اعیت خلینا دیا عباد اللہ اعینوا۔ جب تم میں سے کسی ایک کا جانور جنگل میں چھٹ جائے تو کو
چاہئے کہ اس طرح پکائے، اے اللہ کے بندو! اس جانور کو روکنا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے جبکہ
تھکائے تو وہ پکا کر کہے اللہ کے بندو مدد کرو۔

لیکن یہ استدلال انتہائی جہالت و ضلالت پر مبنی ہے اور بوجہ ذیل مقاصد سے علیحدہ ہو کر زبردستی
معانی پیدا کرنے کے مترادف ہے۔

پہلی وجہ یہ قطعاً وسید نہیں ہے کیونکہ وسید کا معنی تو یہ ہے کہ اعمال صالحہ کو تقرب بارگاہ الہی کا ذریعہ
بنایا جائے اور یہاں یہ معنی تو چسپاں ہی نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ یہ دونوں حدیثیں صحیح نہیں، پہلی حدیث کو طبرانی نے مسند کبیر میں ذکر کیا ہے لیکن
اس کی سند منقطع ہے۔ سلسلہ راویوں کا بیچ میں سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دوسری جس میں جانور کے چھوٹ
جانے اور گم ہو جانے کا ذکر ہے اور جس کو امام نووی نے ابن سنی کی طرف منسوب کیا ہے وہ بھی صحیح
نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ”معروف بن حسان“ ہے اور حافظ بن عدی نے اسکو منکر الحدیث
کہا ہے اور ان روایات کے ضعیف ہونیکے علاوہ اس میں ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ
مردوں کو پکارنا جائز ہے اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اور ویسے ہی اور دور دراز ممالک میں مدفون بزرگوں
کو پکارنا جائز ہے بلکہ ثابت تو یہ ہے کہ قبر کے پاس کسی کو نہ پکارا جائے نہ انبیاء و اولیاء کو پکارا جائے۔
اس حدیث کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ کوئی آتا جاتا شخص اس کی آواز کو سن کر جانور کو روک لے کیونکہ خدا
کی زمین اسکے بندوں سے خالی نہیں اور خدا تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی افواج غیر محصورہ کو جانتا ہے
اور اگر کسی ایک معین شخص کو اس کا نام لے کر پکائے اور اس حدیث سے استدلال کرے تو یقیناً اس نے
اللہ کے رسول پر جھوٹ اور افتراء باندھا ہے۔ اور حدیث کا یہ بھی معنی نہیں کہ اٹھتے بیٹھتے ہر حرکت و
سکون پر ایسی پکار لگاتا ہے بلکہ یہ تو اس مسافر کے لئے ہے جو سامان اٹھوانے یا لدوانے کے لئے کسی
مددگار کا خواہاں ہو یا اس کا جانور گم ہو گیا ہو تو وہ آواز دے کہ کوئی راہ گزر اور کوئی مسافر جو وہاں
کہیں قریب ہو اس کی آواز پر آجائے اور اس کی مدد کرے۔

تیسری وجہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ فرمادیا ہے کہ:-

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَارْتَضَيْتُمْ لَكُمْ اِسْلَامَ دِينِنَا اَن

تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا ہے۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام پسندیدہ

مذہب قرار دیا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسکی بے پایاں رحمت سے جب دین کامل ہو چکا ہے تو پھر ایسی باتوں کا اختراع کرنا جو دین میں نہیں ہیں اور غلط قیاس کرنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔
چوتھی وجہ | جب صحیح حدیث قواعد شرعیہ کے مطابق شاذ ہو تو اس پر عمل نہیں کیا جاتا ہے کیونکہ ائمہ حدیث نے یہ فرمایا ہے کہ وہ حدیث صحیح قابل عمل ہے جسکو ثقہ معتبر اہل عدل و ضبط نے اپنی جیسے معتبر راویوں سے روایت کیا ہو اور دوسرے ثقہ معتبر راویوں سے خلاف یا شذوذ نہ کیا ہو اور نہ اس میں کوئی ایسی علت ہو جو اس میں نقص پیدا کر دے۔ یہ تو صحیح حدیث کے لئے قیود و شرائط ہیں اور ایسی حدیث جو بجائے خود ضعیف ہو ائمہ حدیث نے اس کے راویوں پر جرح کی ہو اور پھر اس میں کسی وجہ استدلال بھی صحیح نہ ہو نہ دلالت مطابقی نہ دلالت تضمنی نہ دلالت التزام سے تو وہ حدیث کیوں کر استدلال میں پیش کی جاسکتی ہے۔ اور یہی وہ بہتان عظیم ہے اللہ کے رسول پر جو ہمارے فرقہ فحش نے باندھا ہے (اعاذنا اللہ منہ)۔

پانچویں وجہ | اپنے خیال کی تائید میں بعض ایسے واقعات کا ذکر کرتے ہیں جنکو وہ اپنے پیروں اور بزرگوں کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کا نام لیکر فریاد کرنے سے فلاں مصیبت دور ہو گئی تھی اور فلاں مقام پر فلاں تکلیف ہٹ گئی تھی۔ تو اس کے جواب میں اگر کوئی ان سے کہتا ہے سبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء سبحانک هذا بہتان عظیم، پاک ہے وہ ذات پاک جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی حکومت اور پادشاہی ہے اور کوئی اس کی حکومت میں شریک نہیں اور جو کچھ غم کہتے ہو وہ اس سے پاک ہے اور یہ محض بہتان ہے تو جھٹ اس پر لپک پڑتے ہیں اس کو اپنے ماں سے نکل دیتے ہیں اس کو بدعتی اور منکر اولیاء اللہ وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں ارے تم نہیں جانتے کہ اولیاء اللہ کے لئے خوف اور کوئی ہم و غم نہیں۔ اور یہ وہ حدیب اسکی جواب میں کہتا ہے کہ بیشک صحیح ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکومت اور اس کی مملکت میں کسی کو رائی کے لیک دانے برابر بھی دخل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ اِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكْفُرُونَ
 بیشک تم یہ اللہ ہی تمہارا پروردگار ہے اسی کی بادشاہت ہے اور خدا کے سوا جن لوگوں کو تم پکارتے ہو وہ ایک ذرہ بھر بھی اختیار نہیں رکھتے اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار نہیں سن سکتے اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہیں جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے مشرکانہ اعمال

سے انکاری ہونگے۔

تو یہ آیت سن کر ان میں سے جو مدعی علم و انصاف ہیں اور اپنے آپ کو فراخ حوصلہ بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت تو بت پرستوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اسکے جواب میں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ وہ سواع، یغوث، یعوق جو بت کہے جاتے ہیں یہ بھی تو نیک اور صالح بندوں کے نام ہیں اور یہ قبر کے تابوت پر چھتیلوں کا لٹکانا اور مردوں کا پکارنا یہ بھی تو بت پرستوں کا سا فعل ہے اور اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی خاص واقعہ پر کوئی آیت نازل ہوئی ہے اور اسکے الفاظ عام ہیں تو وہ آیت اس خاص واقعہ کے ساتھ مخصوص نہ ہوگی بلکہ عام ہوگی، پس آیت "ان الله يامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلہا" کہ اللہ تعالیٰ تمکو حکم کرتا ہے کہ جس کی امانت ہو اسکو واپس کر دو اگرچہ خاص بیت اللہ کی چابی کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا کہ یہ کہا جائے کہ امانت میں خیانت حلال ہے۔ کیونکہ "ادوا الامانات" میں حکم تو باب کعبہ کی چابی کا ہے اور اسی کیلئے یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ بت پرستوں کے اعمال و افعال کے مرتکب ہوں اور دعویٰ کریں کہ ہم مشرک نہیں اور یہ کہہ کر ٹال دیں کہ جو آیات ہمارے خلاف پیش کی جاتی ہیں وہ تو بت پرستوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ اگرچہ علماء ان میں اور بت پرستوں میں کوئی فرق نہ ہو اور حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

انا والجن والانس فی نبأ عظیم اخلق ولیعبد غیری وادرق ویشکر غیری رحاکم
ترمذی بیہقی میری اور جنوں اور انسانوں کی بہت بڑی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ میں پیدا
کردوں اور عبادت کسی دوسرے کی کریں میں رزق دوں اور نذر و نیاز و شکر کسی دوسرے کا ہو
تو اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ تمام مسلمان یہ کام کرتے ہیں اور ساری کی ساری امت تو گمراہ نہیں ہو سکتی
کیا تم ہی موصد ہو اور ساری امت گمراہ ہے؟ اور کیا ہمارے باپ و ادا سب بیوقوف تھے؟ اس کا
جواب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ امت ساری کی ساری اس پر متفق ہے یہ تو صریح جھوٹ ہے یہ حدیث
اور تفسیر کی کتابیں موجود ہیں اور اس مضمون سے بھری پڑی ہیں کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کو پکارنا
اور ان سے ایسی چیزیں مانگنا جن کے کرنے کی خدا کے سوا کسی کو قدرت نہیں ناجائز اور حرام ہے بلکہ
صاف اور صریح آیات و احادیث اور علماء امت کے اقوال موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ
کو رفع بلیات اور طلب حاجات کیلئے پکارنا کھلا شرک ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا:-

قُلْ تَعَالَوْا أَنِ اتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ أَن لَّا نُنشِرُ لَكُمْ آيَةً ۖ اے نبی! لوگوں سے کہہ دو کہ آدیں ہمیں تمام وہ چیزیں پڑھ کر سنادوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (جن میں سے ایک یہ بھی ہے) کہ تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

اور اسی مضمون کی مؤد احادیث اور اقوال علماء بھی ہیں۔

چھٹی وجہ مخلوق میں سے کسی ایک کے وسیلہ حاصل کرنے کے متعلق علماء کا یہ اختلاف ہے کہ آیا یہ حرام ہے یا مکروہ ہے زیادہ مشہور قول یہی ہے کہ حرام ہے جیسا کہ ابو محمد عز بن عبد السلام نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ مخلوقات میں سے کسی کا ایک کو بھی وسیلہ بنانا جائز نہیں وہ انبیاء ہوں یا کوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بنانے میں اس نے توقف کیا ہے کہ آیا یہ حرام ہے یا مکروہ؟ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کا قول ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

ساتویں وجہ یہ لوگ اپنے پیروں اور مشائخ سے اولاد خریدتے ہیں اور ان پیروں اور مشائخ کے نام پر تکتے بناتے ہیں اور ان میں پیروں کے نام کے جھنڈے کھڑے کرتے ہیں۔ طبلے اور سازنگی کے ساتھ مجلس سرود منعقد کرتے ہیں۔ اور لوہے کے گرزوں کے ساتھ اپنے آپ کو مارتے ہیں اور ایک جماعت ان میں سے اپنے پیروں اور مشائخ کی طرف نسبت کر کے علواً مرنیہ۔ قادریہ۔ رفاہیہ وغیرہ ناموں سے موسوم ہوتے ہیں اور یہ تمام نسبتیں ایسی ہی ہیں جن کے لئے خدا کی شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اور اسی طرح عبدالبنی عبدالرسول۔ عبدالحسین۔ عبدعلی وغیرہ نام ایسے ہی ہیں جن کے لئے کوئی ثبوت نہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اور اسی طرح تورات اور انجیل میں بھی اس امت کا نام امت مسلمہ رکھا گیا ہے، لیکن افسوس ان نادانوں نے اعلیٰ چیز (توحید) کو چھوڑ کر ادنیٰ (شُرک) چیز کو ترجیح دی۔ اور ان پیروں کے نام کی فہمیں مانتے ہیں اور نذر و نیاز دیتے ہیں اور مدت تک انہی پیروں سے استغاثہ و فریاد کرتے رہتے ہیں کہ وہ ان کے بیماریوں کو شفا دیں اور انکی تکلیف کو دور کریں اور اس قسم کی مشرکانہ رسوم اس قدر عام ہو چکی ہیں کہ جاہل اور علماء تک مبتدا ہو گئے خصوصاً مکہ مکرمہ میں ایسے لوگ بکثرت موجود ہیں جنہیں مشرکانہ رسوم و عادات غالب ہو چکی ہیں، اور کتاب و سنت کے مقاصد اور مطالب کے سمجھنے سے ان کے عقول عاجز و در ماندہ ہو چکے ہیں۔ اور نہ ہی اللہ دین کی کلام کو سمجھ سکے اور نہ ان کی کتابوں میں اصول دین یا فروعات میں سے ثابت کر سکے۔ پس جو انہوں نے استدلال پیش کیا ہے اس سے نہ تو ان مردوں سے تو سل ثابت ہوتا ہے جن کا حال معلوم ہے کہ وہ جنت کے

بہترین مقام بر فائز ہو چکے ہیں اور نہ ان لوگوں سے جن کے متعلق معلوم نہیں کہ آخرت میں ان کا کیا حال ہوگا اور نہ یہ معلوم ہے کہ ان کا انجام کار کیا ہوگا؟ تو ایسی حالت میں مصائب و مشکلات میں غیر اللہ سے دعا مانگنا جس کا نام انہوں نے دسید رکھا ہے کیونکر ثابت ہو سکتا ہے اور کیونکر اس حد سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی تحریف ہے۔ ”سبحانک هذا عتوان عظیم“

موحدین پر الزامات

ان حالات کے دیکھنے سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ شیطان لعین نے صلیار امت اولیا و کرام کی قبروں کو بتوں کا قائم مقام بنا کر عوام کے سامنے پیش کیا اور ذریعہ شرک بنایا جس کی وجہ سے آج یہ قبریں بے خوف و خطر توج رہی ہیں، اور ان مشرکانہ رسوم کے عموم نے یہ حالت پیدا کر دی ہے کہ جو شخص ان قبور میں سے کسی کو قبر پر سیلا لگانے یا قبر کی عبادت کرنے سے منع کرے تو جھٹ اُن پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ لوگ (موحدین) بزرگوں کی توہین کرتے ہیں اور ان کے شان و مرتبہ کو کم کرتے ہیں پس یہ جاہل مشرکانہ رسوم میں بھٹنے ہوئے اپنے زعم باطل کی بنا پر اہل توحید کے قتل کرنے اور ہر ممکن طریق سے ایذا و تکلیف دینے کے لیے ہو جاتے ہیں۔ موحدین کا قصور اسکے سوا کچھ نہیں کہ وہ عوام، جاہل مشرکانہ رسوم میں مبتلا انسانوں کو ایک خداوند قدوس کی طرف دعوت دیتے ہیں اور تمام مشرکانہ رسوم کو غلط و باطل سمجھ کر اس سے منع کرتے ہیں۔ قبور میں اس حالت کو دیکھ کر بھڑک اُٹھتے ہیں اور سخت غصہ و نفرت کی نگاہ اور بھجھے دل سے موحدین کو دیکھتے ہیں۔ گویا ان کا قرآن کریم کی تعلیم پر ایمان ہی نہیں ہے، اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے (موحدین) عالی مقام بلند مرتبہ بزرگوں کی توہین کی ہے تو یہ لوگ ہلاکت و بربادی کے مستحق ہو گئے۔ اور اپنی جگہ پر یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ لوگ (موحدین) کسی قسم کی عزت و حرمت اور قدر و منزلت کے لائق نہیں، اس خیال نے اس قدر وسعت اختیار کی کہ عوام جاہل سے گذر کر ان لوگوں کو بھی اپنا غلام و اسیر کر لیا جو علم و فضل کی طرف منسوب اور دین و مذہب کے پیشوا کہلاتے تھے، اور افسوس کہ صرف اسی بنا پر ہم سے بغض و عداوت کی گئی اور طرح طرح کے الزامات اور بہتان تراشے گئے اور ہر طرح ہم کو مجرم بنانے کی کوشش کی گئی۔ دنیا کی کوئی بُرائی اور کوئی عیب ایسا نہ تھا جس کی نسبت ہماری طرف نہ کی گئی ہو، لوگوں کو ملا وجہ ہم سے متفر کیا گیا اور ہماری دعوت و تبلیغ کے متعلق طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کئے گئے۔ ہمارے مقابلے کے لئے مشرکین سے رشتہ محبت استوار کیا گیا اور ہمارے خلاف ان کو اکسایا گیا اور ان تمام المیساں چالوں کو اللہ کے دین کی نصرت و اعانت سمجھتے رہے اور اپنے آپ کو اللہ کے

دین کے انصار اور اللہ کے رسول اور اسکی کتاب کے خادم سمجھتے رہے، حالانکہ ان کی محبت و دوستی سے بے زار ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے "ان اولیائہ الا المتقون" صرف متقی اور پرہیزگار ہی خدا کی محبت اور ولایت کے حلقے میں شامل ہو سکتے ہیں، متقین اور پرہیزگار کی جماعت وہی ہو سکتی ہے جو اللہ کی بھیجی ہوئی شریعت اور اسکے رسولوں کی موافقت کرتی ہے اور ان کے ہدایات کے مطابق عمل کرتی ہے۔ کتاب سنت کی طرف دعوت دیتی ہے، نہ ان لوگوں کی طرح کہ جو جگہ بھگت تن اجلا من میلانکے لوگوں کو بنی صلی علیہ وآلہ وسلم کے دین سے پاکو طریقے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اس میں طرح طرح کی کجی پیدا کرتے ہیں، یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کی عزت و احترام اور ان کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں اور جس چیز کو وہ ناپسند سمجھتے ہیں اس سے گریز کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ انبیاء کرام اور صلحاء امت کو سب سے زیادہ نافرمان اور ان کے طریقے سے بہت دور اور ان کی اطاعت و فرمان برابری سے بہت گریز کرنے والے ہیں۔ ان لوگوں کی مثال ٹھیک ان عیسائیوں اور یہودیوں اور روافض کی سی ہے جو حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے اور ان کی عزت و احترام بجالانے میں سب سے زیادہ مدعی ہیں۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان اہل باطل کے مقابلے میں اہل توحید کہیں مستحق ہیں کہ وہ انبیاء اور اولیاء کی محبت کا دعویٰ کریں۔ اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور آپ کی سنت کے خادم اور مددگار کہیں اور اپنے قول اور عمل سے اسکا ثبوت پیش کریں؟ پس جس طرح مومنین صادقین ایک دوسرے کے دست و بازو اور محب و معاون ہوتے ہیں، اسی طرح منافقین و مشرکین بھی ایک دوسرے کے یار و مددگار ہوتے ہیں اور جو شخص کلام الہی کو دل کی پوری توجہ کے ساتھ سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے شیاطین کے ابتلا سے اور مشرکانہ رسوم سے نجات دیگا۔ جو آج خدا کی خالص عبادت اور نماز سے مانع ہو رہی ہیں اور دل کی قساوت کا باعث بن رہی ہیں اور جو شخص کتاب و سنت کی طرف اپنی توجہات کو پورے طور پر منعطف کر دیگا اور کتاب و سنت کی بتائی ہوئی ہدایت سے بہرہ ور ہوگا اور ان کی تعلیم کے مطابق عمل پیرا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو ہر قسم کی بدعات، آراء فاسدہ، توہمات، تخیلات شیطانی و نفسانی و وساوس اور اسکلوں اور تنگ بندیوں سے محفوظ و مصون رکھیکا۔ اور جس کسی نے ان افعال شنیعہ کی عادت پیدا کر لی تو اس کے عوض میں ان تمام مضر اور غیر مفید نتائج سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو ان عادات کیلئے لازمی ہیں، جس طرح کہ کوئی شخص اپنے دل کو خدا کی محبت و عظمت اور خوف و خشیت اور توکل و اناہت سے جب معمور کر لیتا ہے تو وہ عین پرستی اور عشق صوری سے بے نیاز اور آزاد ہو جاتا ہے اور جو ہی کہ اس کا دل اس سے

اس سے عاری اور خالی ہوتا ہے تو وہ اپنی خواہشات کا غلام ہو جاتا ہے، پھر کیا ہوتا ہے؟ ہر خوبصورت چیز جو اسکے سامنے آتی ہے اس کی ملک بن کر آتی ہے اور یہ اس کا غلام ہوتا ہے۔
پس توحید سے منہ پھیر کر دوسروں سے عشق و محبت کا رشتہ جوڑنے والا اور تحقیقت شیطان کا بچاری اور مشرک ہے اس کا ارادہ مشرک کر نیک ہو یا نہ ہو وہ اس کا مقرر ہو یا منکر جیسا کہ صحیح مسلم میں ابی الہیاج اسدی حیان بن حصین سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ کیا میں تمہیں اس خدمت کے لئے مامور نہ کروں جسکے لئے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور کیا تھا؟ کہ کوئی تصویر مٹائے بغیر نہ چھوڑوں اور نہ کوئی اونچی قبر حد شرعی کے برابر کئے بغیر چھوڑوں۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الام میں فرماتے :-

”رأيت الائمة بمكة يامردن يهدم ما يبني على القبور مينه مكره من خود بکھا کرائے وقت ان تمام قبور وغیرہ کے گرا دینے کا حکم دیا کرتے تھے جو قبور پر بنائے جاتے تھے۔“

اور اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ”ولا قبر امشر فالاسوئہ“ کوئی اونچی قبر حد شرعی کے برابر کئے بغیر نہ چھوڑی جائے، اور جابر رضی اللہ عنہ کی صریح حدیث جسے مسلم نے روایت کیا ہے کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر ہر قسم کی عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے“ اسی کی مؤید ہے کیونکہ جن قبروں پر قبہ گنبد یا کسی قسم کی عمارت بنائی گئی ہے وہ سب کی سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت اور نافرمانی پر مبنی ہیں، کیونکہ آپ نے قبر پر عمارت بنانے سے منع فرمایا اور انہوں نے عمارت بنائی آپ نے ایسی عمارتوں کے گرانے کا حکم دیا انہوں نے اس کی خوبصورتی اور تزئین کی کوشش کی، پس جو عمارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر مبنی ہو اسکے لئے کوئی عزت و احترام ہمارے ہاں نہیں ہے، وہ ایک غاصب اور بیٹھے کی بنائی ہوئی عمارت سے بلکہ مسجد ضار جس کے گرانے کا حکم شریعت میں موجود ہے۔ سے کہیں زائد اس کی مستحق ہے کہ اسکو گرایا جائے اسلئے کہ اس کے مفاسد و خطرات بہت زیادہ ہیں اور توحید کی حفاظت و صیانت اس کی مقتضی ہے۔

والله المستعان وعليه التكلان وهو حسبنا ونعم الوكيل وصلى الله على افضل الخلق اجمعين وسلم على المرسلين والحمد لله رب العالمين

سیرۃ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب

اب ہم چاہتے ہیں کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کے مختصر حالات کے متعلق آپ کو معلومات پہنچائیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ وہ کس پائے کا انسان تھا۔ اور اُس کی زندگی کا مقصد کیا تھا تاکہ آپ پر اُن تمام مخالفانہ تحریرات کا اثر نہ ہو جو اُن کے مخالفین کی طرف سے شائع ہوتی رہتی ہیں جنہوں نے اُسے گمراہ اور کافر کہنے میں کبھی دریغ نہیں کیا۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی تقریریں تصنیفات اور خطوط و مراسلات دنیا میں شائع ہو چکی ہیں اور اُن کے اصل مسودات بھی محفوظ ہیں۔ اس کی دعوت و تبلیغ اور اُس کی زندگی کا مشن اُن کتابوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اُن کے شاگردوں اور اُن کے عقیدہ مند حلقے کے اہل علم و فضل کے عقائد اور خیالات بھی معلوم ہیں۔ اور وہ وہی عقائد تھے جو صحابہ کرام سلف صالحین ائمہ دین، فقہ و فقاہ کی مستند علماء کے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُس کی صفات کمال جن کا ذکر قرآن کریم میں اور اتحاد بنوہ میں موجود ہے اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں نے بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کیا ہے۔ اُن تمام صفات الہیہ پر اُن کا ایمان ہے اور بغیر کسی قسم کی تحریف اور تاویل کے اُس پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور نہ خدائے قدوس و برتر کی صفات کو مخلوقات کے صفات کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔ وہ بمثل بے کیف خدائے واحد پر ایمان رکھتے ہیں اور یہی وہ عقیدہ ہے کہ جس پر تابعین، تبع تابعین اور دوسرے اہل علم اور ائمہ دین گزر چکے ہیں جیسے سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ، طلحہ بن عبید اللہ، سلیمان بن یسار اور ایسے ہی اور طبقہ اولیٰ کے علماء جیسے مجاہد بن جبر، عطاء بن ابی ربلع، حسن بصری، ابن سیرین، عامر شعبی، جنادہ بن ابی امیہ، حسان بن عطیہ اور دوسرے طبقہ کے علماء میں سے جیسے علی بن حسین، عمر بن عبد العزیز، محمد بن مسلم زہری، امام مالک، ابن ابی زعب، ابن ماجہ، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، فضیل بن عیاض، عبد اللہ بن مبارک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام اسحاق بن ابراہیم، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور ایسے ہی اور بہت سے علماء فقہاء محدثین ہر شہر اور ہر زمانے میں جو ہوتے رہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نے توحید کے متعلق جو تعلیم دی ہے اور جس توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دی ہے وہ کوئی ایسی چیز نہیں جس میں علماء اسلام کو کچھ بھی اختلاف ہو جس کی توضیح اس طرح کیجا سکتی ہے کہ اسلام کا اصل الاصول لا الہ الا اللہ کا اقرار ہے اور یہی خدا ہے پاک پر ایمان لانے

کے لئے سب سے پہلا سبق ہے اور یہی کل ایمان کی افضل ترین شاخ ہے۔ اس بنیادی اصل کے لئے تین چیزوں کا ہونا نہایت ضروری ہے سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کا مفہوم سمجھنا اس کے بعد الوہیت کا اقرار کرنا اور اس اقرار کے مطابق اپنی عملی زندگی کو درست کرنا۔ اور یہ ایک ایسی تو صیح ہے کہ جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ شیخ موصوف نے اس پر کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔ اس اقرار کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ ایک خداوند قدوس کی عبادت کیجائے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا جائے نہیں بلکہ تمام غیر اللہ کی عبادت سے قطعی بیزاری کا اعلان کیا جائے۔ خدا کے سوا ہر ایک چیز کی عبادت سے احتراز کرے چاہے وہ کوئی فرشتہ یا نبی یا کیسا ہی مقرب بارگاہ الہی کیوں نہ ہو۔ اسی مقصد کے لئے تمام جن و انس کو پیدا کیا گیا اور اسی توحید کی منادی کے واسطے تمام انبیاء و رسل کو دنیا میں بھیجا گیا۔ اور اسی مقصد کی تکمیل کے لئے آسمانی کتابیں نازل کی گئیں۔ اور یہی دین اسلام ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ایک ہی خداوند تعالیٰ کے سامنے انسان جھکا جائے اور ایک ہی خدا کے سامنے اپنے آپ کو سونپ دے۔ اور جو شخص خدا کے سامنے اور غیروں کے سامنے بھی جھکا وہ یقیناً مشرک ہے اور جو شخص خدا کے سامنے بھی نہیں جھکا اس نے خدا کی عبادت اور اس کی غلامی بجا لانے سے تکبر و نخوت کا اظہار کیا۔

قال تعالیٰ - وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ
وقال تعالیٰ - وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي
ہم نے ہر امت میں ایک نہ ایک رسول بھیجا جس نے اپنی قوم کو یہ تعلیم دی کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور بتوں کی عبادت سے بچو اور یہ بھی فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پہلے ہنکوئی رسول نہیں بھیجا جسے ہنکو یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں پس میری عبادت کرو اور ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم میں یوں فرمایا ہے :- اذ قال لابیہ وقومہ انی براء مما تعبدون الا الذی فطر فی فاندہ سیمہدین - وجعلہا کلمۃ باقیۃ فاعقبہم لعلم یرجعون حیثوت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ میں تم تمام چیزوں سے بیزار ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو سوائے ایک خدا کے تعالیٰ کے جس نے مجھے پیدا کیا وہ مجھے ضرور اپنا راستہ بتائیگا۔ ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کا ذکر خیر دنیا میں ہم نے زندہ اور باقی رکھا تاکہ لوگ اس کو سمجھیں اور حق کی طرف رجوع کریں۔

اور دوسری جگہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یوں ذکر کیا ہے :-

أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ لَا قَدَرٌ لَّهُمْ فِي نَفْسِ عَدُوِّي إِلَّا رَبُّ الْعَالَمِينَ۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ جس چیز کی تم اور تمہارے باپ و اجداد ت کرتے تھے وہ سب کے سب میرے دشمن ہیں۔ میری محبت صرف ایک پروردگار عالم سے ہے۔
اور حضرت آدم علیہ السلام کا اسوہ حسنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

قَدْ كَانَ لَكُمْ أُنُوسٌ حَسَنَةٌ فِي آبَائِهِمْ وَالَّذِي مَعَهُ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَاءُ مِنْكُمْ وَمَعَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدُّكَ تَهَارَى اقْتَدَا كَيْفَ بَهِتْرَنِ نُمُونَا اسوہ حسنہ ابراہیم علیہ السلام کا وجود مبارک اور ان کے ساتھیوں کی زندگی میں ہے۔ جب ان لوگوں نے اپنی قوم سے یہ کہا ہم تم سے اور تمہارے مومنوں سے بیزار ہیں۔ جنکی خدا کے سوا عبادت کر رہے ہو ہم میں درمیان کھلی عداوت اور دشمنی ہے تاکہ تم ایک عداوت نہ بنو گے اور پھر ایک اور ایک اور جگہ پر یوں بھی اس کا ذکر کیا:-

وَاسْتَلْ مِنْ ارْسَلْنَا مِنْ قِبَاكَ رَسَلْنَا اِمْعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ الْهَفَا لِيَعْبُدُنْ اور جن سولوں کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ان کی تعلیم پوچھ دیکھو کیا ہم نے خدا کے سوا کوئی اور معبود بنائے ہیں جس کی عبادت کی جائے۔

اور نوح علیہ السلام اور اسی طرح ہود، صالح، شعیب کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے کہ ان سب نے اپنی قوم سے یہی کہا:-

اَعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ۔ کہ ایک الہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور اہل کھف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

اَهُمْ فَتِنَةُ اٰمَنُوَابِهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى۔ و رِبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ اِذَا قَامُوا فَخَالُوا رَبَّنَا رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَدْعُوْكَ مِنْ دُوْنِ الْهَالِكِ قُلْنَا اِذَا شِطَطَا۔ هُوَ اِلٰهُ قَوْمِنَا اِخْتَنُوا مِنْ دُوْنِ الْهَمَّةِ لَوْلَا بِاٰتُونَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ فَمِنْ اِظْلَمَ مِمَّنْ اَفْتَرٰى عَلَىٰ لِلّٰهِ كُنْ بَا۔ کہ وہ چند جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے اور روز بروز ہم ان کو زیادہ ہدایت دیتے گئے۔ ہم نے ان کے دلوں پر استغفال کی گرہ لگا دی کہ جب ان کو بادشاہ قبت نے بت پرستی پر مجبور کیا تو وہ اٹھ کھڑے تھے اور بول اٹھتے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان و زمین کا پروردگار ہے۔ ہم تو اس کے سوا اپنی حاجت روائی کے لئے کسی دوسرے معبود کو پکارنے والے نہیں ہیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم نے بڑی ہی بیجا بات کہی۔ ایک یہ ہمارا

قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے خدا کے سوا دوسرے معبود اختیار کر رکھے ہیں۔ ان کے معبود ہونے کی کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں پیش کرتے جو شخص خدا پر جھوٹ و بہتان باندھے اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔

اور قرآن کریم میں دو جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

ان الله لا يعفون ليشرك به - کہ اللہ تعالیٰ یہ گناہ کبھی نہیں بخشے گا کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔

اور ایک جگہ پریوں بھی فرمایا:-

انه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة وما اواه النار - کہ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا۔ اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔ اور دوزخ میں اُس کا ٹھکانا ہو گا۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب فرمایا کرتے کہ ان آیات اور اس مضمون کی دوسری آیات میں وہ شرک بھی داخل ہے جو قبر پرست اور نبیوں، فرشتوں، اور صالح بندوں کی عبادت کرنے والے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں عرب جس قسم کے شرک میں مبتلا تھے اور جس شرک کے مٹانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے وہ یہی تھا کہ وہ انبیاء اور صالحہ سے دعائیں مانگتے انہی سے اپنی حاجت روائی کے لئے التجا و فریاد کرتے اور اُن کی قدر و منزلت اور تقرب بارگاہ الہی کو اپنی دعا کی قبولیت کے لئے وسیلہ بناتے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:-

وليعبدون من دون الله مالا ينفعهم ولا يضرهم ويقولون هؤلاء شفعاؤنا عند الله

وقال تعالى فلولا نصرهم الذين اتخذوا من دون الله قربانا الهه بل ضلوا عنهم

وذلك افكهم وما كانوا يفترون - مشرکین عرب خدا کے سوا اُن کی عبادت کرتے ہیں کہ جو رتو

اُن کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان اور یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ تو ہمارے سفارشی ہیں خدا کو سامنے

تو خدا کے سوا جن چیزوں کو انہوں نے تقرب خدا حاصل کرنے کے لئے اپنا معبود بنا رکھا تھا اگر اُن کو

قدرت تھی تو انہوں نے عذاب کی وقت اُن کی کیوں نہ مدد کی۔ مدد کرنا تو درکنار وقت پر یہ تو اُسے

اُن کی نظر سے غائب ہی ہو گئے اُن کے جھوٹ اور بہتلیں طرائیوں کی حقیقت تھی جو اب ظاہر ہوئی۔

شیخ موصوف فرماتے۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ مشرکین نے اس عقیدہ کا کبھی بھی اظہار نہیں کیا کہ انبیاء اولیا، صالحا، اور فرشتے خدا کی خدائی میں شریک ہیں یا زمین و آسمان کی پیدائش میں خدا کے ساتھی ہیں۔ اور نہ کبھی انہوں نے یہ کہا کہ مخلوقات خداوندی کے کسی ایک ذرہ میں یا دنیا کے انشطار

اور ایجاد مخلوقات اور تاثیرات اشیاء میں وہ بذات خود مستقل ہستی رکھتے ہیں جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے:-

وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَاَيْتُمْ مَا تَدْعُوْنَ
مَنْ دُوْنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ نَزْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بِضَرْبٍ مِّنْ هٰذَا كَاشَفَاتْ سَحَابًا مِّنْ رَّحْمَةٍ
مِّنْ هٰذَا لَيَنْزِلُنَّ عَلَيْكَ فَتَقْوِيْكَ الْمَوْتُ كُلَّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ - اگر آپ ان
مشرکین سے سوال کریں کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ تو پھر
آپ ان سے کہئے کہ خدا کے سوا جنکو تم پکار رہے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے کسی دکھ میں ڈالنا چاہے
تو کیا یہ اُس دکھ سے بچا سکتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں مجھے لینا چاہے تو کیا یہ خدا
کی رحمت کو روک سکتی ہیں؟ جب یہ نہیں تو پھر ان سے کہہ دیجئے کہ ایک اللہ مجھ کو کافی ہے اور اُسکی
اپنا کارساز سمجھ اُس پر توکل و اعتماد رکھیں:-

پس مشرکین کو اس کا اعتراف و اقرار ہے اور کبھی انہوں نے اس میں اختلاف و نزاع نہیں کیا۔ کہ
زمین و آسمان کی پیدائش یا دنیا کے نظم و نسق میں کوئی خدا تعالیٰ کا شریک ہے۔ اسی لئے صیغہ
استفہام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کیا۔ اور ان جملوں کے ساتھ اُن پر حجت قائم کی اور
جو نفع و ضرر کے مالک نہیں اُن کی عبادت کو غلط اور باطل قرار دیا۔ آیت قرآنی میں ضریٰ اور رحمتہ
کو صیغہ نکرہ کے ساتھ ذکر کر کے ان کے عموم کو ثابت کیا یعنی چھوٹے چھوٹے یا نقصان بھی خدا کو
سوا نہیں بچا سکتا دوسری جگہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو دہرایا جو آیه قل لمن الاَرْض ومن فیہا انتم
تعلمون الی قولہ فانی تسعرون۔ اور ایک آیت میں فرمایا:-

وَمَا يَدْعُوْنَ اَكْثَرُ هُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَّهُمْ مُّشْرِكُوْنَ - ان میں سے اکثر کی یہ حالت ہے کہ وہ ایک
طرف خدا پر ایمان ظاہر کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی وہ شرک بھی کرتے ہیں:-

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ فرمایا ہے کہ مشرکین جو خدا
کی ربوبیت اور اُس کے ملک قدرت کا اقرار کرتے تھے اس آیت میں اُسی کی ایمان سے تعبیر کی گئی
ہے۔ اور باوجود اس اقرار کے جو غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے اُسکو شرک ٹھہرایا:-

شیخ محمد بن عبد الوہاب نے فرمایا کہ قرآن کریم کے کئی ایک مقام پر تفصیل یہ موجود ہے کہ
بعض مشرکین نے فرشتوں کو خدا کا شریک ٹھہرایا بعض نے انبیاء اور صلحاء کو بعض نے چاند
ستاروں کو بعض نے بتوں کو۔ اور خداوند تعالیٰ نے اُن سب کی تردید کی اور سب کو خدا کی توحید کا

منکراور غیر اللہ کا یہ جباری بتایا۔ چنانچہ فرمایا۔

ولا یا مرکم ان تتخذوا المثلثة والنبيين اربا یا من دون الله والمسيح ابن مريم
وقال لن يستنكف المسيح ان يكون عبد الله ولا المثلثة المقربون وقال
تعالى اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربا یا من دون الله والمسيح ابن مريم
خداوند تعالیٰ تمہیں یہ حکم نہیں دیتا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو اپنا رب بناؤ۔ کیا تمہارے
مسلمان ہو جانے کے بعد وہ تمہیں کفر کا حکم دیگا۔ اور فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کبھی اس سے
انکار نہیں کریں گے کہ وہ ایک اللہ کے بندے اور اُس کے غلام ہیں اور نہ ہی مائیکہ مقربین کو اس سے
انکار ہو سکتا ہے۔ یہود کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اور عیسیٰ علیہ السلام
کو خدا کے سوا رب بنالیا۔ اور اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات قرآن مجید میں موجود
ہیں کہ جس سے ایک مومن صادق معلوم کر سکتا ہے کہ انبیاء و صلیوں کی عبادت شرک ہونے کے
لحاظ سے یا غیر اللہ کی عبادت کے خیال سے ایسی ہے جیسا کہ چاند ستارے اور بتوں کی عبادت
شرک ہے۔

شیخ موصوف نے یہ فرمایا کہ وہ عبادات جنہیں مشرکین نے اپنے معبودان باطل کے لئے جائز کر رکھا
تھا۔ وہ یہی ہیں 'مجبت'، 'خشوع و خضوع'، 'توکل'، 'وعا'، 'وفیاد'، 'خوف'، 'وامید'، 'طلب مدد'، 'ندرو نیاز'
اور قربانی، 'خوف' و 'امید' کی بنا پر طواف اُن کو اپنی امیدوں کا مرجع سمجھنا۔ اُن کے فیوض و احسانات
اور عنایات کے ساتھ دلوں کی وابستگی کرنا۔ اور یہی وہ چیزیں ہیں جنہیں اشرف العبادات سمجھنا
چاہئے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جنہیں تمام اعمال اسلامیہ کا خلاصہ کہنا چاہئے۔ اور جو عمل بھی اس سے
خالی ہو گا وہ ناقص و مردود ہو گا۔ کفار و مشرکین میں سے جس کسی نے ان چیزوں کو خدا کے سوا
کسی اور کے ساتھ بھی قائم کیا اُس کے مشرک ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اور اس چیز کا ذکر
قرآن کریم کی ان آیات میں کیا گیا ہے:-

افمن یخلق لکن لا یخلق افلا تنکرون وقال تعالیٰ ام لهم الهة تمنعهم من
دوفنا لا یستطیعون نصر انفسهم ولا هم منا یصحبون۔ وقال تعالیٰ اتخذ
من دونه الهة ان یردن الرحمن بنصر وقال تعالیٰ والذین یدعون من
دون الله لا یخلقون شیئاً و هم یخلقون۔ کیا وہ ذات پاک جو پیدا کرتی ہے اس
جیسی ہو سکتی ہے جو کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتی کیا اس پر بھی نصیحت نہیں پکڑتے؟ کیا ان کے لئے

کوئی اور خدا ہیں جو انہیں ہمارے عذاب سے بچا سکیں۔ نہ تو یہ آپ اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہمارے مقابل میں کوئی ان کا ساتھ دیگا۔ اور فرمایا کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا معبود بناؤں اگر اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے۔ مگر یہ جو لوگ خدا کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ وہ کوئی چیز ہی پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اہل دوزخ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کا یوں حال بیان کیا کہ جن معبودان باطل کی وہ دنیا میں عبادت کرتے رہے ان سے کہیں گے۔ آیت (تَاللّٰہِ اِن کُنّا لَفی ضلالٍ مبینٍ اِذْ نَسُوْی کَیْمَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ) خدا کی قسم ہم صریح گمراہی میں مبتلا تھے جب کہ ہم تمہیں خدا کے رب العالمین کے ساتھ برابر کرتے تھے۔

اور یہ معلوم ہے کہ کفار نے کبھی بھی اپنے معبودان باطل کو پیدائش تدبیر عالم اور تاثیر اشیا میں کبھی بھی اللہ کے ساتھ برابر نہیں کیا تھا۔ مساوات صرف حجت فتنوع و خضوع تعظیم و دعا اور اسی قسم کی عبادات میں تھی۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے فرمایا کہ اسی قسم کے مشرکین جو اولیاء اور صلحاء کی عبادت کرتے ہیں ہم ان کے مشرک ہونے کا فتوے دیتے ہیں۔ اور انہیں کافر سمجھتے ہیں۔ مگر جبکہ ان پر تعلیم نبوی (صلعم) کے رو سے حجت و استدلال قائم کریں اسکے سوا اور گناہ جو مرتبے اور فساد میں اس سے کم نہی اس کی وجہ سے ہم کافر نہیں کہتے اور نہ اہل قبلہ کو بجز عبادت قبور کی وجہ سے ہم کافر کہتے ہیں اور اہل قدریہ۔ جہمیہ۔ رافضیہ وغیرہ فرقے جنکو سلف امت نے ان کے غلو کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ ہم دین کے اماموں اور مفتیوں کے اقوال و فتاویٰ سے اسباب میں خروج نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ سلف صالحین نے ان کے متعلق کہا ہے وہی ہم کہتے ہیں۔ اور اللہ کے سامنے ان تمام لغویات سے جو خوارج نے کی ہیں اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم معمولی گناہ پر مسلمانوں کو کافر نہیں۔

اور امام موصوف نے یہ بھی کہا کہ صرف کلمہ شہادت کے بڑھ لینے سے اور بغیر اسکے معنی جانے اور اس پر عمل کئے کر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسی صورت میں یہ نبی نوع انسان پر ایک حجت ہوگی کہ کلمہ شہادت اسکو پہنچا اور اسنے نہ اسکو سمجھانا اسپر عمل کیا۔ بخلاف ان لوگوں کے کہ جو کہتے ہیں کہ ایمان سکے لئے صرف اقرار کافی ہے جیسے کہ کمرہ امیہ اور جہمیہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی تکذیب کی جنہوں نے زبانی اقرار و تصدیق کا اظہار کیا تھا۔ باوجودیکہ انہوں نے ہنات ہی ہو کہ الفاظ میں کہا اور ہوشہار دست سے تعبیر بھی کیا جیسا کہ فرمایا (اِذَا جَاءَکَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا اَنْشُرْکَ

لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكذبون) جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اللہ اس بات کی بھی شہادت دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں منافقین نے شہاد اور لعنہ کی اور جملہ اسمیہ کا استعمال کر کے نہایت مؤکد طریق پر شہادت رسالت دی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی اور اسی طریقے سے مؤکد طریقے کے ساتھ تردید کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان میں اقرار صادق اور عمل صالح کا ہونا ضروری ہے۔ پس جس شخص نے لا الہ الا اللہ کی شہادت دی اور غیر کی عبادت کی پس فی الحقیقت اس کی کوئی شہادت نہیں۔ اگرچہ وہ نماز روزے کا پابند ہے۔ اور اگرچہ وہ زکوٰۃ دیتا ہے اور دوسرے اعمال اسلام کو بھی ادا کرتا ہے کیونکہ اللہ نے ان لوگوں کے متعلق جو بعض کتاب پر تو ایمان لے آئے اور بعض کو جھٹلادیا فرمایا:

افتؤنن ببعض الکتاب وتکفرون ببعض (وقال) ان الذین یکفرون بالله ورسوله ویریدون ان یفرقوا بین الله ورسوله ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلاً اولئک هم الکافرون حقاً کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض سے کفر کرتے ہو؟ دوسری آیت میں فرمایا۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے انکار کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول میں تفریق ڈالیں یہ کہتے ہیں کہ ہم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور بعض سے کفر کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ پیغمبر میں ایک نیا راستہ پیدا کر لیں۔ مگر یہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ لوگ کھٹے کافر ہیں۔

اقسام کفر

کفر دو قسم ہے ایک مطلق اور دوسرا مقید۔ پس مطلق کفر یہ ہے کہ تمام شریعت محمدیہ سے انکار کرے۔ اور مقید کفر یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کے بعض سے انکار کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے اسکو بھی کافر کہا ہے جو ایک فرعی مسئلے سے انکار کرے جس پر علماء امت کا اجماع ہو چکا ہے جیسا کہ داوے اور نانے کی وراثت کا مسئلہ ہے۔ اگرچہ وہ شخص نماز روزے کا پابند ہو۔ پس وہ شخص جو صلحاء سے دعامانگے اور ان کے لئے عبادت کرنے کیونکر مومن ہو سکتا ہے؟ اور یہ مسئلہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

شیخ موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ صحابہ کرام نے مالین زکوٰۃ کو کافر قرار دیا اور ان سے جہاد کیا

باوجودیکہ وہ کلمہ شہادت پڑھتے تھے۔ اور نماز۔ روزہ و حج کے پابند تھے۔ اور اسپر امت کا اجماع
 ہے کہ بنی عبیدہ قداح کا فرہیں۔ حالانکہ وہ کلمہ شہادت پڑھتے تھے اور نماز کے پابند تھے۔ اور
 قاہرہ، مصر وغیرہ میں مساجد بناتے تھے۔ اور یہ بھی انہوں نے ذکر کیا کہ ابن جوزی نے ایک مستقل
 رسالہ اس موضوع پر لکھا کہ ان سے جہاد واجب ہے۔ اور اس رسالے کا نام "النصر علی مصر" اور
 فرمایا کہ جس شخص کو علم اور دین کے ساتھ کچھ بھی مناسبت ہو وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں۔ پس قبر پرستوں
 کے متعلق یہ کہنا کہ وہ نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، قیامت کے متعلق ایمان رکھتے ہیں یہ صرف
 عوام کی آنکھ میں خاک جھونکنا ہے۔ اور ان کے شرک کو رد و ارج دینے کے لئے ایک عیار اذکوش
 ہے۔ اگرچہ قبر پرستوں کے ایمان و اسلام کے متعلق ان کے حمایتی کوشش کریں۔ لیکن اللہ اور اس کا
 رسول اور مومنین اس سے بری ہیں۔ اور تقدیر۔ جبر۔ امامت۔ تشیع اور اس قسم کے دوسرے
 مسائل ان کے متعلق شیخ کا وہی عقیدہ ہے جو سلف صالح اور ائمہ دین کا تھا۔ شیخ ان تمام عقائد
 سے جو قدریہ۔ مرجیہ۔ جبریہ۔ روافض۔ شیعہ وغیرہ کے ہیں۔ ان سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔
 وہ تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستی رکھتے تھے۔ اور ان میں جو کچھ اختلافات تھے ان
 میں خاموشی ان کا شیوہ تھا اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ تمام لوگوں میں سے زیادہ اس کے مستحق ہیں کہ
 اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں اور لغزشوں سے مدد کرے۔ اور اللہ کی بخشش، احسان، فضل و کرم کے
 سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ ان کے فضائل اور اللہ کے دین کے لئے جہاد اور اسلام کو ان کا سب سے
 پہلے قبول کرنا۔ اور جو ان کے ہاتھوں علم نافع اور عمل صالح کی برکت سے لاکھوں انسانوں کے دل مفتوح
 ہوئے اور ان کے ہاتھوں مختلف ممالک پر اسلامی جھنڈا اہرایا۔ شرک، بت پرستی، آتش پرستی
 کو اکب پرستی اور ایسے ہی اور طرح طرح کی جہالیتیں ان کے مبارک ہاتھوں سے مٹیں۔

اور شیخ موصوف ان تمام افعال شیعہ سے بیزاری کا اظہار کرتے جو روافض کا شیوہ ہے اور
 ان کا عقیدہ تھا کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں سب سے افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ پھر عمر رضی
 اللہ عنہ۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ۔ پھر علی رضی اللہ عنہ تھے۔

اور شیخ موصوف کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ قرآن مجید جسے جبرائیل امین لیکر آئے اور سید المرسلین
 خاتم النبیین کے دل پر اس کا القا ہوا وہ اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔ اور جمیہ کی رائے سے
 بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے۔ اور جمہور سلف سے ان کے
 متعلق کفر کا فتویٰ نقل کرتے تھے۔ اور کلابیہ کی رائے سے بھی بیزاری کا اظہار کرتے۔ جن کا عقیدہ

کہ کلام الہی ایک امر معنوی ہے جو کہ نفس باریتعالیٰ کے ساتھ قائم ہے۔ اور جبرائیل علیہ السلام جو کلام لیکر آئے ہیں یہ حکایت اور تعبیر ہے۔ اس معنی نفس سے اور سب سے پہلے جس نے یہ خیال ظاہر کیا وہ ابن عبد اللہ بن کلاب تھا۔ اور اس سے اشعری اور فلاسی وغیرہ نے لیا۔

اور بدعات صوفیہ اور ارباب طریقت کے وہ تمام اعمال جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوں مثلاً خلاف شریع و ظائف و اذکار اور چلہ کشی وغیرہ سب ناجائز سمجھتے تھے۔ کسی فقیہ کی رائے یا عالم کو مذہب کی وجہ سے کسی حدیث کو چھوڑنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ حدیث رسول کی عزت ان کے دل میں اس سے کہیں زائد تھی۔ کہ کسی ایک مجتہد کے قول کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا جائے جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ہوتے ہوئے کسی فقیہ یا مجتہد کی رائے ہمارے لئے حجت نہیں۔

ہاں ضرورت کے وقت اور ایسی حالت میں جبکہ احادیث رسول کے متعلق واقفیت نہ ہو یا انکی اہلیت نہ ہو یا قواعد استنباط سے بے خبر ہو تو تقلید کی اجازت دیتے تھے۔ لیکن یہ بھی اجازت عام نہ تھی بلکہ نہایت ضرورت اور تکلیف کی حالت میں اور قول مجتہد کو اس وقت تک واجب العمل نہ سمجھتے جب تک کہ اس کی کوئی دلیل کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو جاتی۔ جیسا کہ عام طور پر عرفا کی تقلید کا مسلک ہے۔ آپ ائمہ اربعہ سے محبت رکھتے اور ان کے علم و فضل، امانت و دیانت کے معترف تھے۔ اور ان کا عقیدہ تھا کہ ائمہ اربعہ اپنے فضائل اور مناقب کے لحاظ سے کسی زبان اور یادہ گو کی لغویت کی رسائی سے بہت بلند ہیں۔ اور آپ تمام اہل اسلام سے محبت رکھتے تھے۔ اور علماء اسلام کیا اہل حدیث، کیا اہل فقہ و تفسیر اور کیا اہل زہد و عبادت سب سے محبت کرتے اور ائمہ دین، سلف صالحین سے نفرد کو ناجائز سمجھتے۔ اور دین میں کوئی ایسی بات پیدا نہ کرتے جس کو لئے کوئی اصل نہ ہوتا۔ اور جس کے لئے ائمہ حدیث اور اہل علم کے اقوال سے ثبوت نہوتا۔ اور ان تمام احکام پر ایمان رکھتے تھے جو کتاب اللہ میں موجود ہیں۔ اور جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں مثلاً مسلمانوں کا خون، ان کی مال و دولت، ان کی عزت و عصمت کو واجب احترام سمجھتے۔ اور ان میں سے کسی چیز کو بھی جائز و مباح نہ قرار دیتے تھے۔ مگر جس کو کہ شریعت نے روا رکھا یا جس کو رسول اللہ نے مباح الدم اور ناقابل اعتراض قرار دیا ہو۔ اور جس کسی نے شیخ موصوف کی طرف ان عقائد کے خلاف کسی اور چیز کی نسبت کی وہ کذاب اور مغتری ہے۔ ان سے بغیر علم اور واقفیت کی جو کچھ کہا لے کچھ مدت کے بعد اشعری اس عقیدہ سے تائب ہو گئے تھے اور سلف کے مطابق اپنے عقیدہ کا اظہار متعذر تھا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب اور مفتریوں کے لئے جو سزا ہے وہ اُسے ضرور ملے گی۔

شیخ موصوف نے کلمہ توحید اور کلمہ اخلاص پر بہت مفید تقریریں اور بحثیں کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور ہر قسم کی عبادت محض اللہ ہی کے لئے ہے اور کلمہ توحید کے یہی معنی ہیں۔ کیا بلحاظ لغت اور کیا بلحاظ محاورہ کے متکلمین وغیرہ نے جو اس کے معنی کئے ہیں وہ بلحاظ لغت کے صحیح نہیں۔ کیونکہ لاہ حق وہی ہو گا جو قادر مطلق ہو اور کسی کا محتاج نہ ہو مگر یہ معنی کسی طرح بھی وضع لغت کے لحاظ سے صحیح نہیں۔ ہاں یہ معنی لازمی ہے نہ معنی حقیقی متکلمین اس حقیقت سے بے بہرہ رہے ہیں کہ ”الہ“ کے مفہوم میں الوہیت اور عبادت خالصہ مراد ہے۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ توحید ربوبیت اور قدرت کاملہ کا اقرار یہی انتہائی مقصد ہے۔ لفظ ”الہ“ سے اور توحید کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے متکلمین نے جو کچھ سمجھا وہ اصل اسلام اور ایمان میں قطعاً ناکافی ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ اس کے ساتھ ساتھ توحید الوہیت کا بھی اعتراف ہو۔ ایک خدائی عبادت ہو اور اسی کے لئے محبت، خشوع و حضور، تعظیم و توکل اور خوف و امید ہو۔ پس یہی اصل اسلام اور بنیاد ایمان ہے۔ (علامہ ابن قیمؒ نے نوئیہ میں فرمایا:-

ان كان ربك واحداً سبحانہ فاخصصہ بالتوحید مع احسان

او كان ربك واحداً انشاك لم يشركه اذ انشاك رب شان

فكذلك ايضاً وحده فاعبدہ لا تعبد سواہ يا اخا العرفان

اگر ایک خدا تیرا پروردگار ہے تو تو صرف اسی ایک کی عبادت کر جس ایک خدا نے تجھے پیدا کیا اس کے ساتھ شریک مت ٹھہرا اسی طرح اس ایک کی عبادت کر اور کسی دوسرے کی عبادت نہ کر۔ اے بھائی اگر تجھے کچھ بھی معرفت حاصل ہے،

اور اس قسم کے جملے بہت سی ائمہ تفسیر و حدیث اور سلف صالحین سے اجمالاً اور تفصیلاً منقول ہیں۔ شیخ موصوف نے کلمہ شہادت کے دوسرے حصے یعنی اشہد ان محمد رسول اللہ میں ان تمام چیزوں کو لازم قرار دیا جنکو یہ شہادت مستلزم ہے مثلاً اپنی متابعت اور حقوق نبویہ کا حفظ و قیام اپنی محبت تعظیم و تکریم اطاعت و متابعت اور اپنی سنت و طریقہ کو تمام طریقوں اور سنتوں اور اقوال پر مقدم سمجھ جس جگہ پر سنت رسول اللہؐ روک دے اس جگہ رک جائے جہاں تک پہنچائے وہاں پہنچے کیا اصول دین اور کیا فروعی مسائل کیا ظاہر شریعت اور کیا باطن شریعت غرض کہ خفی اور جلی احکام کلیات و جزئیات تمام کے تمام میں اطاعت سنت رسول اللہؐ پیش نظر ہو۔

اس سے شیخ موصوف کو علم و فضل کا پتہ چل سکتا ہے وہ یقیناً صاحب کرامات شخص تھا اس نے محیر العقول طریقے پر اصلاح کی اتباع سنت کے میدان کا وہ زبردست شہسوار تھا کہ جس کے غبار کو بھی ہم نہیں پہنچ سکتے ان کے دشمنوں اور مخالفوں پر یہ شعر صادق آتا ہے۔

حسد والفتی اذ لم یبالوا سعیہ فالقوم اعداء له وخصوم
کضواثر الحسنا قلن لوجہہا حسداً و بغیا انه لدریم
قوم کی قوم اس کی دشمن ہو چکی جب اس کے کمال و مرتبت کو نہ پہنچ سکے تو بغض و حسد کے گھوٹے ہتھیاروں پر اتر آئے جس طرح حسنا کی سوکنوں نے اس کے مر جبین چہرے کو محض حسد و بغض سے بدنا اور داغ دار کہا۔

شیخ موصوف کے جو فضائل و مناقب ہیں وہ ارباب بصیرت اور اہل علم سے مخفی نہیں ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ جب میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ اصحاب رسول اللہ کو گالیاں دیتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے صحابہ کرام کے حسنات میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ بھی ایسے وقت میں جبکہ ان کی عملی زندگی ختم ہو چکی اور افضل امت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور یونس انسانوں کے لعن و طعن کے ہدف بنے اور جو کچھ شیخ موصوف کے عقائد ہم نے نقل کئے ہیں یہی اقوال میں جو اہل سنت والجماعت کے بڑے بڑے علماء سے مجمل و مفصل منقول ہیں۔

عقائد اہل حدیث

چنانچہ شیخ ابو الحسن الاشعری اپنی کتاب مقالات الاسلامیین میں فرماتے ہیں۔ تمام اہل حدیث اور اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ ایک اللہ کا اقرار اور اس کے فرشتوں۔ کتابوں۔ رسولوں پر ایمان لائیں اور جو کچھ صحیح روایات سے رسول اللہ ص سے ثابت ہو اس میں سے کسی چیز کو رد نہ کیا جائے اور اللہ ایک خدا ہے جو بے نیاز ہے۔ نہ اس کی جو رو ہے۔ نہ اولاد ہے۔ ”محمد“ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جہنم اور دوزخ۔ برحق ہے۔ قیامت آتی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ مردوں کو قیامت کے دن اٹھائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا۔ الرحمن علی العرش استوی۔ اللہ عرش کے اوپر بلند ہوا اور اس کے دو ہاتھ ہیں جس کی کوئی کیفیت نہیں بیان کر سکتے جیسا کہ اس نے فرمایا۔ لما خلقت بیدي“ جس کو مینے اپنی دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا اور جیسا کہ اس نے فرمایا۔ ”بل یدلہ مبسو طتان“ بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کرم و بخشش

کیلئے کھلے ہوئے ہیں اور اسکے لئے منہ ہے جیسا کہ اسنے فرمایا: ”وَبِقُوَّةٍ وَجْهٍ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَ
 الْاِکْرَامِ“ اور باقی رہیگا منہ رب تیرے کا جو عزت و جلال کا مالک ہے۔ معتزلہ اور خوارج کی طرح
 یہ نہیں کہا جائیگا کہ اللہ کی صفات اس کی غیر ہیں اور علماء اہل سنت نے اس کا اقرار کیا ہے کہ اللہ
 کیلئے علم ہے جیسا کہ اسنے فرمایا: ”انزلہ بعلمہ“ اتار اقرآن مجید کو ساتھ علم اپنے کے اور جیسا کہ
 فرمایا: ”وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اَنْثٰی وَلَا تَضَعُ الْاَبْعَدَ“ جو کچھ عورت کے پیٹ میں ہے۔ یا جو جنتی ہے سب
 خدا کے علم میں ہے۔ اور اسی طرح محدثین نے سمع اور بصر بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کی ہے اور
 معتزلہ کی طرح اس صفات کا انکار نہیں کیا اور اللہ کے لئے قوت بھی ثابت کی ہے جیسا کہ اللہ نے
 فرمایا: ”اولم یذکر ان اللہ الذی خلقہم ہوا اللہ منہم قوۃ“ کیا وہ نہیں جانتے کہ جس خدا نے
 انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقت ور ہے۔ اور یہ بھی ان کا عقیدہ ہے کہ کوئی خیر و شر خدا کو
 حکم اور ارادے کے بغیر نہیں ہوتا اور یہ کہ تمام چیزیں خدا کے مشاکے ماتحت ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا: ”وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اِنْ یَشَاَءَ اللہ“ تم وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے اور جس طرح کہ مسلمان
 کہتے ہیں جو اللہ چاہے ہوتا ہے اور جو اللہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ کوئی شخص کسی کام کو
 اللہ کے علم سے پہلے نہیں کر سکتا اور نہ کوئی شخص اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ اللہ کے علم سے
 باہر ہو جائے اور وہ کام کرے جس کا اللہ کے علم میں نہ ہونا لکھا ہے اور انکا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ
 ہی سب چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور بندوں کے اعمال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بندوں
 میں یہ قدرت نہیں کہ وہ کسی چیز کو پیدا کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اپنی اطاعت کی توفیق
 بخشی اور کافروں کے حصے میں اس کی معصیت اور نافرمانی کی نامرادی اور روسیاء ہی ہے اسکا
 لطف و کرم اور نظر کرم مومنوں کے شامل حال ہے۔ اس کی عنایت سے مومنوں کو صلاحیت اور
 ہدایت نصیب ہوئی اور کافراں کے لطف و کرم سے محروم رہے ان کے حصے میں صلاحیت و ہدایت
 کے بجائے شقاوت و بندختی آئی۔ اگر اس کی عنایت ان کے شامل حال ہوتی تو یہ بھی صلاحیت و ہدایت
 سے بہرہ ور ہوتے۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ کافروں کو صلاحیت عنایت کرے اور ان پر
 لطف و کرم کرے تاکہ وہ ایمان قبول کریں لیکن اسکے علم کے مطابق وہ کافر ہی رہیں گے اور ان کے
 حصے میں گمراہی شقاوت نامرادی اور ذلت ہے۔ اور خیر و شر سب کے سب اللہ کی قضا و قدر پر موقوف
 ہے۔ اہل حدیث اس کی قضا و قدر پر ایمان رکھتی ہیں وہ خیر و شر ہودہ خوش آمد ہو یا ناخوش آمد اور
 ان کا ایمان ہے کہ وہ اپنے نفسوں کے لئے نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ نفع و نقصان صرف

اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں کئی جگہ فرمایا: اپنی حاجات اور ضروریات اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ہر وقت اور ہر حالت میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے فقیر عاجز اور محتاج سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے اور جو اس مسئلہ میں توقف کرے ان کے نزدیک بدعتی ہے۔ نہ یہ کہنا جائز ہے کہ تلفظ قرآن مجید مخلوق ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ غیر مخلوق ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قیامت کے روز اسی طرح دیدار ہوگا جس طرح چودھویں کی رات کو چاند کا۔ مومن دیدار سے مشرف ہوں گے اور کافر اس سے محروم ہوں گے جیسا کہ اللہ نے فرمایا کلاً انھم عن ربھم یومئذ لبحیون۔ ہرگز نہیں وہ اس دن اپنے پروردگار سے دور کر دیئے جائیں گے۔ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے دیدار کا دنیا میں مشاہدہ پایا تو اللہ تعالیٰ نے ایک پہاڑ کی طرف تجلی فرمائی جو انوار و تجلیات الہی سے ریزہ ریزہ ہو گیا جس سے معلوم ہو گیا کہ دنیا میں نہیں بلکہ صرف آخرت میں ہی دیدار الہی ہوگا۔ اوہ کسی اہل قبلہ کو صرف گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے۔ چوری، زنا اور اس جیسے کبائر کے مرتکب کو جو ایمان رکھ کر ان افعال کا مرتکب ہو کافر نہیں کہتے اور ان کے نزدیک ایمان اللہ ملائکہ اور اس کی کتابوں اسکے رسولوں اور دن قیامت پر اور تقدیر کی اچھائی، برائی پر اس خوش آئند اور ناخوش آئند پر ایمان لانا اور یہ ماننا کہ جو مصیبت ان میں گئی وہ ان کے لئے آئینہ الہی نہ تھی اور جو ان کو پہنچ چکی ہے وہ ٹٹنے والی ہی نہ تھی۔

اور اسلام ان کے نزدیک اس امر کا اقرار ہے کہ کوئی عبادت کے قابل نہیں مگر ایک اللہ جیسا کہ حضرت جبرائیل کی مشہور حدیث میں مذکور ہے۔

اور ان کے نزدیک ایمان اور اسلام میں فرق ہے۔

اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کا پھیرنے والا ہے اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ رسول اللہ کی شفاعت اپنی امت کے گناہگاروں کیلئے ہوگی۔ اور ان کا عذاب قبر پر ایمان ہے جو فی حق اور حساب و کتاب سچ ہے اور ایک دن خدا کے سامنے کھڑا ہونا پڑیگا۔

اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایمان اقرار اور عمل کا نام ہے وہ بڑھتا ہے اور کم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ نہیں کہتے کہ ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اسمائے الہی عین الہی ہیں۔ اور وہ کسی کبیرہ گناہ کے مرتکب کو دوزخی نہیں کہتے اور نہ وہ موحیدین میں سے کسی کے متعلق یہ حکم کہتے ہیں کہ یہ ضرور جنت میں جائیگا۔ جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا ان کو جگہ دیگا اور وہ کہتے ہیں کہ

یہ خدا کے ہاتھ میں ہے اگر چاہے ان کو عذاب دے چاہے معاف کرے اور یہ ان کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ موحّدین کی ایک جماعت کو آگ سے آزاد کرے جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا۔
 دینی مسائل میں جنگ و جدل کو ناپسند سمجھتے ہیں خصوصاً تقدیر کے مسئلہ میں اور مسائل علم کلام میں مناظرے کو ایک نہایت ہی امر مذموم اور شنیع سمجھتے ہیں۔ ان روایات کو تسلیم کرتے ہیں جو صحیح ثابت ہو چکی ہیں اور اسی طرح وہ آثار جنہیں ثقہ اور عدل راویوں نے دوسرے ثقہ اور عدل راویوں سے نقل کیا ہے اور اسکی تملاش کرنے کے درپے نہیں ہوتے اور نہ اسپر شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ یہ بدعت ہے۔

اور انکا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی بدی کا حکم نہیں دیا بلکہ اس سے منع کیا اور نیک بھلائی کا حکم دیا۔ صحابہ کرام کے مرتبے کو خوب پیچھتے ہیں ان کے فضائل و مناقب کو پیش نظر رکھتے ہیں اور ان کے اختلافات سے چشم پوشی کرتے ہوئے خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ سب سے افضل ابو بکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ کو سمجھتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ وہی خلفائے راشدین المہدیین ہیں اور رسول اللہؐ کے بعد تمام لوگوں سے افضل ان تمام احادیث کی تصدیق کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا آسمان دینا کی طرف نزول فرمانا ثابت ہے۔

کتاب و سنت ان کیلئے اصل الاصول ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "فان تنازعتم فی شئ فردوه الی اللہ و الی الرسول ان مکنتم تو منون باللہ" اگر تمہارا کسی معاملے میں نزاع ہو تو اسکو اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پیش کرو اگر تم اپنے ایمان میں سچے ہو اور ان کا عقیدہ ہی کہ اتباع سلف صالحین اور ائمہ دین ایک ضروری چیز ہے کوئی نئی بات ان کے دین میں نہیں نکالتو جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو اور اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز آئینگا جیسا کہ اسنے فرمایا "وجاء ربک و الملک صفافا" آئینگا رب تیرا اور فرشتے صف در صف۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے قریب ہوتا ہے جس طرح چاہتا ہے جیسا کہ اسنے فرمایا "و نحن اقرب الیہ من حبل الومرید" ہم انسان کے شہرگ کے بھی قریب ہیں۔

عید۔ جمعہ۔ جماعت ہر امام کے پیچھے جائز سمجھتے ہیں۔ امام فاسق ہو یا فاجر اور مسح علی الخفین (موز) سفر و حضر میں جائز سمجھتے ہیں اور مشرکین کے ساتھ جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں اسوقت سے جبکہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور اسوقت تک جبکہ ایک چھوٹی سی جماعت و جہال کے ساتھ جہاد کریگی۔ اور مسلمان ظالم بادشاہوں سے بغاوت کو ناجائز جانتے ہیں اور ان کیلئے

دعوت اصلاح ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور ان کا ایمان ہے کہ دجال نکلے گا اور عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کرینگے اور منکر نکیر حق ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ اور دعا و مسلمان مردوں کے لئے جائز ہے اور ان کی طرف سے صدقہ کرنے سے ثواب پہنچتا ہے۔ اور دنیا میں جادو موجود ہے مگر جادو گر کا فیہ اور نماز ہر مسلمان میت پر پڑھنا جائز سمجھتے مومن ہو یا فاسق و فاجر اور جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں اور جو شخص مرتا ہے اپنے اجل سے مرتا ہے اور جو قتل ہوتا ہے وہ اپنے اجل سے قتل ہوتا ہے۔ رزق سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوتے ہیں وہ حلال ہوں یا حرام اور شیطان انسان کے دل میں وسوسہ شک اور خبط ڈالتا ہے۔ صلحاء اور اولیاء کو اللہ تعالیٰ کرامات سے مشرف کرتا ہے اور حدیث قرآن مجید کو منسوخ نہیں کر سکتی نابالغ مرے ہوئے بچوں کا حکم اللہ کے سپرد کرتے ہیں چاہے انہیں عذاب دے اور چاہے جو مناسب سلوک کرے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام اعمال سے خبردار اور واقف ہے اور اسے لکھ رکھا ہے کہ یہ کام ہو کر رہیگا اور تمام کام اللہ کے اختیار میں ہیں۔ احکام البیہ پر صابر و شاکر رہنا۔ ادا کرنا اور نواہی سے بچنا فرض سمجھتے ہیں اور اخلاص عمل اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی ان کے اعمال کی زینت ہے اور کبائڑ۔ زنا۔ جھوٹ۔ فخر۔ تکبر۔ لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ سے بچنا ضروری سمجھتے ہیں اور ہر داعی بدت سے اجتناب اور تلاوت قرآن شریف اور کتب حدیث کی مشغولیت کتب فقہ کا مطالعہ ضروری سمجھتے ہیں اور ہر طرح کا حسن خلق۔ تواضع۔ انکساری کو پسند کرتے ہیں۔ ایذا دہی۔ غیبت اور ایسے ہی دوسرے قسم کے ایذا دہ اعمال سے پرہیز کرتے ہیں۔

ان کے خیالات و عقائد اور معمولات کا یہ مجمل سا خاکہ ہے ان محدثین اور ائمہ دین کے اقوال کے مطابق ہمارا مذہب ہے اور یہی ہمارے معمول بہا ہیں و ما توفیقنا الا باللہ وھو حسبننا و نعم الوکیل۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دوسرا رسالہ

مصنف

حضرت امام عبداللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ

۱۲۱۰ھ ہجری میں جب حضرت عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت امام سعود اول کے ہمراہ موحدوں کی ایک زبردست جماعت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اہل مکہ مکرمہ نے اہل نجد کے عقائد کے متعلق ان اعتراضات و اہتانات کی نسبت جو لوگ ان پر لگاتے تھے سوالات کئے تو آپ نے جواب میں علماء و امرا کی مجلس میں اپنا مسکت جواب دیا اور اس کو وضاحت سے بیان کیا کہ ہم اسی صحیح عقیدہ پر ہیں جس پر اس امت کے سلف صالحین اور ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ تھے۔ اور فرمایا کہ اللہ اور اس کے پاک بنی (صلعم) کے دشمنوں نے ہم پر بہتان باندھا ہے ہم کو یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان اہتاموں کے متعلق قیامت کے روز ان سے حساب ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس اس امر کے جواب دہ ہوں گے۔

اور ہمارا یقین ہے کہ جس کا اللہ اور اس کے رسول (صلعم) پر ایمان ہے اور وہ جانتا ہے کہ قیامت کے روز حساب دینا ہوگا۔ وہ کسی مومن سامان پر الزام اور بہتان لگانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ باقی ان الزامات کے متعلق ہمارا اللہ نگہبان ہے۔

مفصل اعلان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد وآلينا وعلى آله وصحبه والتابعين

۱۲ محرم الحرام ۱۲۸۱ھ کو ہفتے کے دن ٹھیک دوپہر کے وقت موحد غازیوں کا ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ اور شہر کے علماء اشراف اور عامۃ الناس

امیر سعود (الہ تعالیٰ اُن کا حامی ہو) سے امان مانگی۔ اور اس سے پہلے انہوں نے امیر مکہ اور دوسرے اصحاب کے ساتھ مل کر فیصلہ کیا تھا کہ وہ امیر سعود (اور انکی قوم) سے جنگ کریں گے اور انہیں حج و زیارت سے روکیں گے۔

لیکن جب موحدین کے لشکروں نے آپریشن شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل پر ہیبت طاری کر دی۔ وہ تتر بتر ہو گئے اور انہیں جان بچا کر بھاگ جانا ہی غنیمت نظر آیا۔ امیر سعود نے فتح کے بعد حرم شریف کے ہر شخص کو امان دیدی۔ اور ہم زیارت کے سنوں طریق سے لیکر کہتے ہوئے داخل ہوئے ہمارے دلوں میں مالک یوم الدین کے سوا اور کسی کا خوف نہ تھا۔ اگرچہ موحد غازیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن انہوں نے کوئی زیادتی نہ کی۔ کسی انسان کا خون اور کسی جانور کا شکار تو ایک طرف رہا کسی درخت کی ٹہنی تک نہیں کاٹی۔ البتہ سنت کے مطابق قربانی کے جانور ذبح کئے مجلس علماء میں مسائل | جب ہم عمرہ سے فارغ ہو گئے تو اتوار کے دن دس بجے کے قریب امیر اختلافی کا ذکر | سعود نے علماء مکہ کے سامنے وہ چیز پیش کی جس کیلئے ہم نے جہاد شروع

کیا تھا۔ امیر موصوف نے علماء پر واضح کر دیا کہ ہمارے اور ان کے درمیان صرف دو چیزوں میں اختلاف ہے پہلی چیز خالص خدا تعالیٰ کی عبادت اور پھر عبادت کے اقسام، اور کیا دعا بھی عبادت میں داخل ہے یا نہیں؟ اس کے ساتھ ہی اس شرک کے معنی کی تحقیق کرنا جس کیلئے ہمارے رسول اکرمؐ نے لوگوں سے جہاد کیا۔ اور ارکان اربعہ کے فرض ہونے سے بھی پہلے آغاز نبوت سے لیکر آخری دم تک جس پر استمرا رزور دیا وہ خالص توحید کی دعوت تھی۔ اور شرک کا ترک تھا؛ دوسرا مختلف فیہ معاملہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہ جس کا ان لوگوں کے پاس صرف نام باقی رہ گیا تھا باقی سب کچھ مٹ چکا تھا؛

بیعت

اس پر سب نے اجماعاً اور تفصیلاً ہمارے ساتھ اتفاق کیا۔ اور سب نے کتاب و سنت کی پیروی کی شرط پر امیر سعود سے بیعت کی۔ امیر نے سب کی بیعت قبول کر لی۔ سب کو معاف کر دیا۔ اور کسی کو معمولی سزا بھی نہ دی۔

امیر سعود کا حسن سلوک

اہل مکہ سے امیر سعود انتہائی نرمی اور شفقت کا سلوک کرتے رہے خصوصاً علماء کے حال پر انکی بہت توجہ تھی۔ جلوت و خلوت دونوں میں انہیں تلقین حق فرماتے اور اپنی دلیلیں ان کے سامنے

پیش کرتے۔ ہر موقع برا نہیں ایک دوسرے کو نیک کاموں کی نصیحت فرماتے اور اس کی ترغیب دیتے رہتے۔ نیز حق کے اظہار پر آمادہ فرماتے؛

مسلك

امیر موصوف نے علماء کی مجلس میں جو کچھ فرمایا تھا ہم نے بھی اپنی روافع کر دیا کہ جو چیز کتاب و سنت یا آثار سلف صالحین سے ثابت ہو جائے ہم اسے بدل و جان قبول کرنے کے لئے تیار ہیں سلف صالحین میں سب سے پہلے خلفاء راشدین آتے ہیں جن کی پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي پس تم میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر قائم رہنا؛

خلفاء راشدین کے بعد ائمہ اربعہ مجتہدین ہیں۔ ائمہ اربعہ کے بعد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ائمہ اربعہ سے علم حاصل کیا اور اسی طرح ہم تیسری قرن تک کے بزرگوں کے اقوال و آثار کے ماننے اور قبول کرنے کیلئے تیار ہیں۔ خود حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے خیرکم قرنی۔ ثلث الذین یلونہم۔ ثلث الذین یلونہم۔ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر وہ جو اس کے بعد آئیں گے۔ اور پھر وہ جو اس کے بعد آئیں گے؛

ہم نے کہہ دیا کہ ہم حق کے تابع ہیں جس طرف حق ہوگا ہم اسی طرف جائیں گے۔ ہم کھلی دلیل کے تابع ہیں۔ اور اس کے قبول کرنے میں کسی کی مخالفت ہمیں روک نہیں سکتی۔ اور نہ ایسی مخالفت کی ہمیں پروا ہے۔ اس پر سارے حاضرین متفق ہو گئے کسی کو بھی اعتراض کی گنجائش نظر نہ آئی۔

مردوں سے استعانت

پھر مردوں سے مرادیں مانگنے پر لوگوں سے دریافت کیا کہ کسی کو کوئی شبہ ہو تو پیش کرے۔ یا کوئی سوال کرنا چاہے تو وہ کر سکتا ہے۔ حاضرین مجلس میں سے بعض نے چند شبہات پیش کئے۔ ہم نے کتاب و سنت کے قاطع دلائل سے ان کو مسکت جواب دیدیا۔ اس کے بعد سب مطمئن ہو گئے۔ اور کسی کے دل میں ہمارے مقصد کے متعلق کوئی شک و شبہ باقی نہ رہا۔ لوگوں نے جان لیا کہ ہم ایسی باتوں کے منع کرنے میں حق بجانب ہیں۔ یہ ایسی درختاں سچائی ہے جو ہر قسم کے گرد و غبار سے پاک ہے۔ مجمع کے لوگوں نے بلا ہمارے کہنے اور اقرار لینے کے قسمیں کھا کھا کر ہماری تائید شروع کر دی۔ اور کہا کہ ان دلائل نے ہمارے سینے کھول دیے۔ ہمارے دل مطمئن ہو گئے اور ہمیں قطعی طور پر

یقین ہو گیا کہ جو کوئی یا رسول اللہ (صلعم) یا یا ابن عباس یا یا عبد القادر جیلانی یا اور کسی بزرگ مخلوق کو پکارے یا اس کی دہائی دے۔ اس پکارنے سے اس کا مدعا دفع شر یا طلب خیر ہو یعنی ایسے امور میں امداد حاصل کرنا ہو جو خدا کے سوا کسی اور کے اختیار میں نہیں ہیں۔ مثلاً کسی بیمار کا تندر کرنا یا دشمن پر فتح حاصل کرنا یا کسی دُکھ سے محفوظ رہنا وغیرہ۔ تو ایسے امور میں خدا کے سوا کسی دوسرے امداد کا طلب کرنا شرک ہے۔ جو لوگ ایسا کریں وہ مشرک ہیں۔ شرک اکبر کے مرتکب ہیں۔ اگرچہ ان کا عقیدہ یہی ہو کہ فاعل حقیقی فقط رب العزت ہے۔ اور ان صالحین سے دعا کرنے کا مقصد محض یہ ہے کہ ان کی سفارش سے مراد برآئیگی۔ گویا یہ ایک واسطہ ہیں یعنی ان کا فعل بہر حال شرک ہے۔ اور ایسے لوگوں کا خون بہانا جائز ہے۔ . . . اور ان کے اموال کا لوٹ لینا مباح ہے۔

صالحین کے قبو پر قبے

آج کل صالحین کی قبو پر جو گنبد اور قبے بنائے گئے ہیں وہ بھی بطور ایک بُت کے ہیں۔ لوگ ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ وہاں جا کر رور کر گزرا کر درخواستیں پیش کرتے ہیں۔ مصائب کے وقت ان کو غائبانہ پکارتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح نہ مانہ جاہلیت میں مشرک پکارا کرتے تھے۔ ہماری اس مجلس میں مکہ مکرمہ کے مشہور مفتی مفتی شیخ عبدالملک قلیعی اور مالیکہ کے مفتی شیخ حسین مغربی اور عقیل بن نجی علوی بھی موجود تھے۔

دلائل سے لوگوں کو مطمئن کر دینے کے بعد ہم نے وہ تمام قبے اور تمام مقامات جن کی تعظیماً و اعتقاداً پرستش ہوتی تھی یا جن کی طرف لوگ نفع کی خواہش اور نقصان کے دفع کے لئے جاتے تھے منہدم کر اڈے۔ اور قبروں کے اوپر کے تمام قبے وغیرہ گروادئے یہاں تک کہ اس پاک خطے میں غیر خدا کی پرستش کا کوئی مقام باقی نہ رہا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

اصلاحی قدم

اس کے بعد ہم نے تمام شراب خانے، بھنگڑ خانے، اور بد کاریوں کے تمام اڈے ایک ایک کر کے اڑا دیے اور منادی کرادی کہ تمام لوگ پانچ وقت کی نمازوں میں باقاعدہ حاضر ہوں اور کسی ایک مقلد امام کے پیچھے (ائمہ اربعہ میں سے) ملکر باجماعت نماز ادا کریں۔ اس طرح اجتماع کلہ کا سامان ہوا۔ حرم پاک میں صرف ایک خدا کی عبادت ہونے لگی۔ لوگوں میں

الفت پیدا ہوئی۔ کلفت دُور ہوئی۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ سارے اصلاحی کام بلا کسی کا خون بہائے بلا کسی کو سزا دئے،
بلا کسی کو بے عزت کئے پورے ہو گئے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

پھر حضرت شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف جن میں ہر مسئلے کو مفصل طور پر قرآن کریم اور حدیث شریف کے قطعی دلائل سے لکھا گیا تھا۔ اور جن کے پڑھنے سے سینوں میں ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے علماء کے حوالہ کی گئیں۔ ان کے مطالب کو مختصر طور پر ایک رسالے میں جمع کر دیا گیا تاکہ عوام اس سے مستفید ہو سکیں۔ اور اپنے جلسوں اور محفلوں میں اسے پڑھیں۔ علماء ان کے معانی و مطالب بیان کریں۔ اس طرح توحید کی خوبیاں واضح ہوں تاکہ لوگ اس کو خوب مضبوط پکڑیں۔ شرک کی بُرائیاں بیان ہوں تاکہ عوام کے دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو اور ان بُرائیوں سے آگاہ ہو کر علم و یقین کی بنا پر اس کو ترک کریں۔ حسین بن محمد بن حسین البریقی الحضری ثم الحیانی نے اکثر واقعات اپنی آنکھ سے دیکھے۔ قرہ فرید علماء مکہ میں شریک تھے۔ ہماریاں اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ امیر سعود اور اہل علم سے بھی ملتے رہتے تھے۔ اور مسئلہ شفاعت کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے۔

اصول دین

ہم نے انہیں بتایا کہ اصول دین میں ہمارا مذہب وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اور ہمارا طریقہ سلف صالحین کا طریقہ ہے اسے ہم سب طریقوں سے زیادہ صحیح، زیادہ مدلل اور زیادہ محکم جانتے ہیں۔ اور ہم ان لوگوں کے خلاف زمانہ بعد کے لوگوں کے طریقہ کو بہتر سمجھتے ہیں۔

صفات باری تعالیٰ

ہم آیات و احادیث صفات باری تعالیٰ کو ان کے ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔ ہم ان کے حقیقی علم کو خدا کے حوالے کرتے ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جب کسی نے الرحمن علی العرش استقی لے (رحمان عرش پرستوی ہے) کی بابت سوال کیا۔ تو آپ نے کیا خوب جواب دیا۔ کہ استواء

معلوم ہے۔ اس کی کیفیت مجہول ہے۔ اس پر ایمان واجب ہے۔ اور اس کی بابت سوال بدعت ہے

خیر و شر

ہمارا عقیدہ ہے کہ نیکی اور بدی سب خدا کی مشیت کے ماتحت ہے۔ اور اس کی مرضی کے خلاف اس کے ملک میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ بندہ اپنے افعال کے خلق پر قادر۔ ہاں اس کا منصب کسب۔ اس کسب پر جو ثواب مترتب ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ اور جو عذاب دیا جاتا ہے وہ خدا کا عدل ہوتا ہے۔ بندہ کا خدا پر کوئی حق نہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن مومن لوگ بلا احاطہ کیفیت اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔

ہمارا مسلک

ہم فروعی مسائل میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کے طریقہ پر ہیں۔ چونکہ ائمہ اربعہ (ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل) رحمہم اللہ کا طریقہ منضبط ہے۔ اس لئے ہم انکے کسی مقلد پر انکار نہیں کرتے۔ ان کے سوا چونکہ اور لوگوں مثلاً روافض، زیدیه، امامیہ وغیرہ کے مذاہب منضبط نہیں ہیں اس لئے ہم ان کو تسلیم نہیں کرتے؛ ہم لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ چاروں ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کریں؛

لفظ روافض غالی شیعوں اور باطنیوں سب کو شامل ہے۔ صرف زیدیه اور معتدل امامیہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالہ کے مصنف اور ان کے والد ماجد کو زیدیه کی فقہ کی کتابیں دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ ورنہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ زیدیه کی فقہی کتابیں مدون ہیں۔ اور یہی حال امامیہ کا ہے۔ فقہ اربعہ اور ان کی فقہ میں بہت کھوڑا فرق ہے۔ ان کے مجتہدین نے بہت کم ایسی باتیں لکھی ہیں جو اجماع کے خلاف ہوں۔ کیونکہ وہ بھی اجماع اور عمل سلف صالحین سے حجت پکڑتے ہیں۔ نیز دواوین مشہورہ سنت مثلاً کتب صحاح ستہ کو محمد علیہ جلتے ہیں۔ بخد کے مشائخ کی طرح ہندوستان کے مقلدین بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ کہ خاص چار اماموں کی تقلید اس لئے واجب ہے کہ ان کی فقہ مرتب اور مدون ہے دوسروں کی فقہ مدون نہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ اور دوسروں کی فقہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے (مترجم)

اے یہ بھر خلاف شریعت ہے، اللہ اور اس کے رسول نے کہیں ایسا حکم نہیں دیا۔ اور نہ خلفائے راشدین نے اپنے اپنے عہد مبارک میں کسی کو صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی کہلانے پر مجبور کیا۔ حالانکہ علانیہ بعض مسائل

(بقیہ جاثبہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

مطلق اجتہاد کے نہ ہم مستحق ہیں۔ اور نہ ہم میں سے کوئی اس کا دعویٰ دار ہے۔ ہاں جب ہم کو اپنے مذہب کے خلاف کوئی پختہ دلیل کتاب و سنت سے مل جائے جو منسوخ یا مختص نہ ہو اور نہ وہ کسی قوی تر دلیل سے معارض ہو۔ نیز چار اماموں میں سے کسی ایک امام کا قول بھی ہو تو ہم اپنے مذہب کی روایات ترک کر کے نص صریح کو قبول کر لیتے ہیں۔ مثلاً دادے اور بھائیوں کی وراثت کے مسئلہ میں ہم دادے کو وراثت میں مقدم سمجھتے ہیں۔ اگرچہ حنبلی مذہب اسکے خلاف ہے۔ ہم نہ کسی کے مذہب کی تفتیش کرتے ہیں۔ اور نہ کسی کے مذہب پر بلا وجہ اعتراض کرتے ہیں۔ ہاں جس وقت ہم کو کوئی ایسی نص صریح مل جائے جو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے مذہب کے خلاف ہو۔ اور وہ مسئلہ ایسا ہو جس کا اثر شعائر اسلامیہ پر پڑتا ہو جیسے امام حنفی یا مالکی ہو تو ہم اس کو اطمینان کا حکم دیتے ہیں۔ اور دو مسجدوں کے درمیان جلوس کے لئے کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے اسکے خلاف اگر شافعی امام بسم اللہ جہر سے پڑھے تو ہم اس کو منع نہیں کرتے۔ اور دونوں مسئلوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ بیشک جب نص صریح کی دلیل قوی ہو تو ہم اس پر عمل کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ اختیار کردہ مذہب کے خلاف ہو۔ مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ بعض مسائل میں اجتہاد سے کوئی امر مانع نہیں اور نہ یہ طریق عمل اجتہاد مطلق کے فقدان سے متناقض ہے۔ قرآن شریف کے سمجھنے میں ہم مشہور و معتبر تفسیروں سے امداد حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک معتبر و جلیل القدر تفسیروں میں تفسیر ابن جریر اور اس کا مختصر مرتبہ ابن کثیر شافعی ہے۔ ہمارے نزدیک بغوی، بیضاوی، حاداد، خازن اور جلالین وغیرہ بھی قابل قدر ہیں۔ اور احادیث کی شرحوں میں ہم ان بڑے بڑے اماموں کی تصنیفات کو مستند سمجھتے ہیں جنہوں نے احادیث کو خوب واضح بیان کیا۔ مثلاً عسقلانی و قسطلانی کے شروح۔ بخاری اور امام نووی کی شرح مسلم اور منادی کی شرح جامع صغیر اور ہم کتب احادیث خصوصاً صحاح ستہ اور ان کے شروح کو بڑی محبت سے چاہتے ہیں اور ان کے خواہشمند ہیں۔ ہم اصول و فروع کی کتب کو پسند کرتے ہیں ہم علم قواعد، علم تاریخ، علم نحو، علم صرف اور امت کے تمام دوسرے علوم کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور ہم نے ان

(بقیہ حاشیہ) میں خلفائے اربعہ کے خلاف لوگ عمل کرتے اور فتوے دیتے تھے۔ الحمد للہ کہ آج کل اس قسم کا کوئی جبر ملک نجد و حجاز میں نہیں ہے۔ لہ کتاب و سنت کی کسی محکمہ دلیل کو قبول کرنے کیلئے یہ شرط لگانا کہ وہ چار اماموں میں سے کسی ایک نام کے قول کی مطابقت بھی ہو ایک ایسی شرط ہے جسکے لئے کہا جاسکتا ہے کہ ما نزل اللہ بہا من سلطان (ترجمہ)

میں سے کسی کی بربادی کا نہ کبھی کوئی حکم دیا ہے۔ اور نہ ہم ایسے حکم کو پسند کرتے ہیں۔ البتہ جو کتابیں شرک و بدعت کی راہ بتائیں وہ ہمیں ناپسند ہیں۔ مثلاً روض الریاحین، اور جن کتابوں سے عقائد میں غلط پیدا ہو ان کے بھی ہم دشمن ہیں۔ مثلاً علم منطق جس کو اکثر علمائے حرام لکھا ہے۔ باوجود اس کے ہم ایسی باتوں کی چھان بین نہیں کرتے، ہاں ہم ایسی کتابوں کو تلف کرنے کا حکم دیتے ہیں جو لوگوں کا عقیدہ خراب کرنے کیلئے لکھی گئی ہوں؛

اظہار افسوس

بعض جاہل بدوں نے طائف میں جو بعض کتابیں ضائع کی ہیں ہم کو انکا دلی رنج ہے۔ اور حضرت امام نے ان لوگوں کو اس پر سخت ڈانٹا؛

قید و قتل

نہ ہم اہل عرب کو قید کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور نہ کسی غیر عرب سے لڑائی ہمارا شیوہ ہے۔ ہم عورتوں اور بچوں کا قتل حرام سمجھتے ہیں؛

غلط الزامات

حق کو چھپانے اور لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ہم پر حسب ذیل الزامات لگائے جاتے ہیں جن سے ہم قطعاً بیزار ہیں۔ اور ہم ہرگز ہرگز ان کے معتقد نہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے:-
۱۔ کہ ہم قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہیں۔

۲۔ اور ہم حدیثوں میں سے صرف انہی کو قبول کرتے ہیں جو ہماری رائے کے مطابق ہیں۔
..... اور ان کے لئے ہم شاریح حدیث کی کتابوں کی طرف رجوع بھی گوارا نہیں کرتے۔

۳۔ ہم حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے درجے سے گرا کر کہتے ہیں کہ وہ اپنی قبر میں بوسیدہ ہو گئے۔ اور نعوذ باللہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارا ڈنڈا بنی کریم (صلعم) سے زیادہ مفید ہے۔
۴۔ اور ہم حضور کی شفاعت کے منکر ہیں۔

۵۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو لا آکھ الا اللہ کے معنی اس وقت تک معلوم نہ تھے

جب تک کہ یہ آیت نہ اُتری (فاعلموا ان لا اله الا الله) باوجود اس کے کہ یہ آیت مدنی ہے۔

۶۔ ہم علمائے اسلام کے اقوال پر اعتبار نہیں رکھتے۔

۷۔ ہم اہل مذاہب کی کتابوں کو اس لئے جلا ڈالتے ہیں کہ اُن میں حق و باطل ملا ہوا ہے۔

۸۔ ہم تجسیم کے قائل ہیں۔

۹۔ اور ہم اپنے عقیدے والوں کے سوا چھٹی صدی کے بعد کے تمام مسلمانوں کو کافر یقین کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے یہ افترا باندھا گیا ہے کہ ہم کسی کی بیعت اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک اس سے یہ اقرار نہ لیں کہ وہ پہلے مشرک تھا۔ اور اس کے والدین شرک پر فوت ہو گئے۔

۱۰۔ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے سے روکتے ہیں۔

۱۱۔ ہم مسنون زیارت قبور سے منع کرتے ہیں۔ اور جو ہمارے جیسا عقیدہ رکھے اس سے تمام بوجھ جتنے کہ فرض تک دُور ہو جاتے ہیں۔

۱۲۔ ہم اہل بیتؑ کا کوئی حق فائق نہیں مانتے۔

۱۳۔ اور ان کو غیر کفو سے نکاح پر مجبور کرتے ہیں۔

۱۴۔ اور یہ کہ جب ہمارے پاس اپیل ہو تو ہم بعض بوڑھوں کو انکی نوجوان بیویوں سے جدا ہونے پر مجبور کرتے ہیں تاکہ وہ نوجوان عورت کسی اور جوان سے شادی کر لے۔

ان الزامات کے لئے کسی شخص کے پاس کوئی دلیل موجود نہیں اور ہم ان خرافات کے جواب میں صرف یہ آیت بڑھتے ہیں کہ سبحانک هذا بهتان عظیم جو شخص ہماری طرف سے ایسی باتیں کہے یا ایسی باتوں کو ہم سے منسوب کرے تو وہ جھوٹا اور مغتری ہے۔ جو شخص

ہمارے حال سے آگاہ ہے، ہماری مجلسوں میں بیٹھ چکا ہے، ہمارے خیالات معلوم کر چکا ہے وہ قطعی طور پر جانتا ہے کہ یہ تمام الزامات گھڑے گئے ہیں۔ اعداء دین اور اخوان الشیاطین نے ہم پر اس لئے افترا باندھا کہ لوگ ہم سے متنفر ہو جائیں۔ اور اخلاص توحید و ترک شرک کی طرف راغب نہ ہوں حالانکہ اخلاص توحید بے حد ضروری ہے۔ اور نص قرآنی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دوزن ذلک سے ثابت ہے کہ ترک شرک کے بغیر مغفرت غیر ممکن ہے۔

۱۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص انواع کبار مثلاً بغیر حق کے مسلمان کا قتل یا زنا یا سود خوری یا شراب نوشی کرے۔ اور بار بار ایسے گناہوں کا مرتکب ہو تو اس صورت میں بھی وہ دائرہ اسلام سے

خارج نہیں ہوتا۔ اور قیامت کو اس کا عذاب دائمی نہ ہوگا بشرطیکہ وہ تمام انواع عبادات میں
موجود ہو۔ اسی توحید پر وفات پائے،

۲۔ نبی کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور کا رتبہ ساری مخلوق سے علی الاطلاق بڑا ہے۔
۳۔ اور حضور کی زندگی قبر میں برزخی زندگی ہے جو شہد کی زندگی سے بہت اعلیٰ ہے۔
قرآن شریف کی آیات اس پر منصوص ہیں۔ یعنی آیات سے یہ منصوص ہے کہ چونکہ حضور شہداء
سے بلا شک و شبہ افضل ہیں،

۴۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جب کوئی مسلمان آن حضرتؐ پر سلام کہے تو آپ اُس کا سلام سنتے ہیں
۵۔ جو شخص اپنے نفیس اور قیمتی اوقات میں مسنونہ درود پڑھتا ہے تو وہ دونوں جہانوں
میں سرفراز و کامیاب ہوتا ہے اور اُس جیسا خوش نصیب اور نیک بخت اور کوئی نہیں ہوتا۔
خدا کے غم و فکر دور کر دیگا جیسے کہ حدیث میں آیا ہے،

۶۔ آپ کی زیارت سنت ہے مگر اتنی بات ہو کہ خاص ارادہ سفر مسجد نبوی اور اس میں نماز
پڑھنے کیلئے کرے۔ اور اس کے ہمراہ اگر زیارت کا قصد بھی کر لے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

۷۔ ہم اولیاء کو برحق جانتے ہیں۔ اور ان کی کرامتوں کے منکر نہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا
کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ بشرطیکہ وہ شرع کے باندہ ہوں۔ اور دین اسلام کے خلاف کوئی کام
نہ کریں۔ مگر وہ زندگی میں یا مرنے کے بعد پرستش کے قابل نہیں ہو سکتے۔ ان کی پوجا کسی حالت
میں بھی درست نہیں۔

۸۔ زندگی میں ان بزرگوں سے دعا کرانی چاہئے۔ بلکہ ہر مسلمان سے دعا کرانی جائے۔
حدیث میں آیا ہے کہ ایک مسلمان بھائی کی دعا دوسرے کے حق میں مستجاب ہے۔ حضرت صلعم نے
حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کو اویس قرنی سے دعا مانگنے اور استغفار کرنے کے لئے فرمایا تھا۔ انہوں نے
اسی طرح کیا۔

۹۔ ہم قیامت کے دن نبیؐ کی شفاعت کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح کہ کتب سنت میں اس کی
تشریح کی گئی ہے،

اسی طرح ہم تمام انبیاء و اولیاء و ملائکہ و پچھل کی شفاعت کو بھی مانتے ہیں۔ اس شفاعت کی دعا
ہر وقت مانگتے ہیں۔ اور اپنے نیک ترین موحدينوں میں سے جس کے لئے خدا چاہیگا اس
شفاعت کی اجازت ہوگی۔ احادیث میں آیا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ یہ دعا

مانگنا چاہتے کہ خدا یا نبیؐ کی شفاعت ہمارے نصیب فرما۔ خدا یا نیک لوگوں کی شفاعت ہمیں روزی کر۔ اس قسم کی دعائیں صرف اللہ سے مانگنی چاہئیں۔ یعنی یوں کہنا درست نہیں کہ یا رسول اللہ! یا ولی اللہ! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں۔ یا میری مدد کیجئے۔ یا میری فریاد کو پہنچئے۔ یا مجھے شفا دیجئے۔ یا مجھے دشمن پر کامیابی عطا کیجئے۔ یا اسی قسم کی اور باتیں جو خدا کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اس قسم کی باتیں اقسام شرک میں سے ہونگی۔ کیونکہ ان کا قرآن و حدیث سے کوئی ثبوت نہیں اور نہ سلف صالحین میں سے ان کا کوئی ثبوت ہے۔ بلکہ قرآن شریف، احادیث نبویہ اور اجماع سلف سے ان کا شرک الہر ہونا ثابت ہے۔ اور اس شرک پر رسول کریم نے لوگوں سے جہاد فرمایا ہے۔

خدا کے سوا کسی دوسرے کی قسم

اگر آپ قسم بغیر اللہ کی نسبت سوال کریں تو اس کا یہ جواب ہے کہ ہم قسم کھانیوں الیکہا حال دیکھنے لگے اگر اس کا ارادہ تعظیم بغیر اللہ ہے یا وہ اس بغیر اللہ کو خدا سے بھی بڑا کہتا ہے جس طرح آج کل کے بڑے جاہل مشرکوں کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے پیر یا شیخ پر تمام کاموں میں اعتماد رکھتے ہیں اور جب جھوٹے ہوں تو وہ ان پیروں اور شیعوں کی قسم نہیں کھاتے اس خوف سے کہ یہ پیر انہیں نقصان پہنچائیں گے۔ یا کسی معاملہ میں انہیں شک بھی ہو تو اپنے پیروں کی قسم نہیں کھاتے۔ اور اگر خدا کی قسم ان سے طلب کی جائے تو بے پروائی کے ساتھ فوراً جھوٹی قسم کے لئے تیار ہو جاتے ہیں تو ایسا شخص باجماع کافر ہے۔ اور بڑا جاہل اور مشرک ہے۔ اگر اس کا قصد تعظیم ہو۔ بلکہ زبان کی لغزش سے اس سے ایسا ہو اہو تو یہ شرک اکبر نہیں۔ ایسے شخص کو منع کرنا چاہئے اور جھوٹ کنا چاہئے اور اسے استغفار کی تعلیم دینی چاہئے۔ اور ایسی فضول قسموں سے پرہیز کرنے کیلئے کہنا چاہئے۔

وسیلہ کا مسئلہ

جب کوئی کہے کہ خدا یا بجاہ نبی یا بجاہ نبی یا بجاہ عبادک الصالحین یا بجاہ تیرے فلاں بندے کے میں یہ چاہتا ہوں، تو یہ بدعت مذمومہ ہے۔ اس کے لئے کوئی نص وارد نہیں ہوتی۔ یا جس طرح اذان کے وقت زور سے درود پڑھنے کیلئے بھی احادیث میں کوئی ذکر نہیں آیا۔

محرّت اہلبیت

رہا اہل بیت کا مسئلہ تو نجد کے علاقوں میں سے درعیہ نامی ایک مقام کے علماء سے غیر فاطمی کے فاطمی سے نکاح کی نسبت سوال ہوا۔ علماء نے یہ جواب دیا کہ کتاب و سنت کے بموجب اہل بیت کی محبت و مودت واجب ہے مگر اسلام نے سب میں مساوات کا درجہ قائم رکھا ہے۔ پس تقویٰ کے بغیر کسی کو فضیلت حاصل نہیں۔ یعنی اگر اہل بیت متقی ہوں تو وہ سب سے افضل ہیں۔ مجلسوں اور راہ میں چلنے کے وقت اور دیگر مقامات میں اہل بیت کی تعظیم و تکریم ہمہر واجب ہے۔ اسی طرح علماء کی بھی عزت واجب ہے اور جب عمر و علم میں لوگ قریب قریب مساوی ہوں تو مجلس میں اہل بیت کو صدر بنایا جاوے اور سب سے اول اُن کی عزت کی جائے۔ البتہ جو بعض ملکوں میں یہ رسم ہو گئی ہے کہ سید کا چھوٹا بچہ یا جاہل بھی ایک دوسرے بڑے عالم سے بلند درجہ میں بٹھایا جاتا ہے۔ یا اگر اس کے ہاتھ کو بوقت مصافحہ بوسہ نہ دیا جائے تو اُس کو سخت عتاب کرتے ہیں۔ بلکہ مار لیتے ہیں۔ تو ایسی باتوں کے لئے کوئی نص نہیں یعنی آیات قرآن و حدیث وار د نہیں۔ نہ اس کی کوئی دلیل ہے بلکہ یہ ایک منکرات ہے اس کو زور کرنا لازم ہے۔ اگر کسی سید کے ہاتھ کو اس کے بڑے عالم ہونے کی وجہ سے یا دیر کے بعد سفر سے آنے کی وجہ سے بوسہ دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر چونکہ اس آخری زمانہ کی جہالت میں یہ رواج جاری ہو گیا ہے کہ جب تک اس پر یا اس کے باپ دادا پر عقیدہ نہ ہو اُس کے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیتے۔ یا متبرک لوگ غیروں سے اپنے ہاتھ پر بوسہ دینے کی خواہش کرتے ہیں۔ ان ضرورتوں کی بنا پر ہم نے مطلقاً اس کو منع کر دیا خصوصاً اُن کے لئے جن کا ذکر ہوا یعنی متبرک لوگوں وغیرہ کے لئے۔

قتبے کیوں گرائے گئے؟

اس میں ہمارا امتناء و تاجید امکان شرک کے ذرائع کا انسداد ہے اور کچھ نہیں۔ باقی بی بی خدیجہ کا قہ یا مولد نبی کا قہ یا دیگر بزرگوں کے قتبے جو گرائے گئے ہیں اس میں بھی ہمارا امتناء صرف یہ ہے کہ لوگ شرک سے باز رہیں اور وہاں سجدے نہ کریں۔ نہ اُن سے امداد مانگیں بلکہ اگر امداد مانگیں تو اس واحدی و قیوم سے مانگیں جو ہر وقت سنتا، جاگتا، دیتا اور عرض قبول کرتا ہے۔

اور شرک خدا کی طرف نسبت دل کرتے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ اس لئے کہ نسبتاً ولد حق مخلوق میں کمال ہے۔ لیکن شرک مخلوق کے حق میں بھی نقص ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ تم خدا کے ساتھ شریک مقرر کرتے ہو بھلا بتلاؤ تو سہی کہ تمہارے غلام اگر تمہارے مال میں شریک بنیں تو تم اس کو گوارا کر سکتے ہو؟ تو خدا کے ساتھ اس کے بندوں کو کس طرح شریک سمجھتے ہو۔ یہ کیسی عقل ہے؟

فاطمیہ کا کحلخ غیر فاطمیہ سے اجماعاً جائز ہے۔ بلکہ اس میں کوئی کراہیت نہیں۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنی بیٹی سیہ دی تھی۔ اور دونوں بزرگوں کا فعل ہمارے لئے سند ہے۔ اور سیکندہ بنت حنین بن علیؓ نے چار ایسے آدمیوں سے شادی کی جو فاطمی نہیں تھے، بلکہ ہاشمی بھی نہیں تھے۔ اور بغیر انکار کے سلف کا عمل ہمیشہ اس پر رہا ہے۔ ہاں کوئی خود اگر غیر کفو سے شادی کرنے سے پرہیز کرے تو ہم اس کو خواہ مخواہ غیر کفو سے شادی پر مجبور نہیں کرتے۔ اور عرب سب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ بعض ملکوں میں جو رواج ہو گیا ہے کہ اس کو منع کرتے ہیں یہ ان کے تکر اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی دلیل ہے کہ دوسروں کو اپنے برابر نہیں سمجھتے۔ بلکہ ایسا متبر کرنے سے بعض وقت فساد ہو جاتا ہے۔ جس طرح کہ اکثر ہوا ہے۔

ہمدی رلئے میں غیر کفو سے نکاح جائز ہے۔ زید نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت زینب سے نکاح کیا۔

اگر کوئی حق نہ ماننے والا اور راستی کو قبول نہ کر نیوالا یہ اعتراض کرے کہ تم جو قطعی طور پر کہتے ہو کہ جو کوئی یوں کہے۔ یا رسول اللہ میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں۔ تو وہ شخص مشرک ہو گا اور اُس کا خون مباح ہو گا۔ لہذا اس صورت میں غالب امت محمدیہ کو کافر کہنا پڑیگا۔ کیونکہ ان کے معتبر علماء نے اس بات کو مندوب و جائز قرار دیا ہے۔ بلکہ جو اس کے برخلاف کہے انہوں نے اس کی ملامت کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ لازم نہیں۔ اور یہ مقررہ اصول ہے کہ لازم مذہب ہب نہیں ہوتا۔ ہم خدا کو جہت علو و بلندی میں مانتے ہیں۔ مگر اس سے ہم مجسمہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جہت علو احادیث سے ثابت ہے۔ اور مرے ہوؤں کی بابت ہمارا یہ قول ہے کہ یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی جس کو ہماری دعوت توحید پہنچ گئی۔ اور اس پر حق واضح ہو گیا۔ مگر پھر بھی وہ حق کو نہ ماننے

لے زینب قریشی تھیں اور زید غلام تھے اور ام المؤمنین ہونے سے پہلے زید سے نکاح کیا تھا (مترجم)

اور ضد کرے اور غلط راہ پر اڑا رہے جس طرح اکثر لوگ توحید کو جان کر بھی ضد سے شرک پر اڑے رہتے ہیں۔ اور حق کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ اس طرح دیدہ و دانستہ مشرک بنے رہتے ہیں ایسے لوگوں کو ہم کافر کہتے ہیں۔ ان میں غالب حصہ ان لوگوں کا ہے جن سے آج کل ہم جنگ کر رہے ہیں۔ وہ واجبات سے روکتے ہیں۔ اور کبار محرمات کے کھلم کھلا مرتکب ہوتے ہیں اور گاہ بگاہ ہمیں قلیل التعداد جماعت کے فائدہ کے لئے لڑنا بھی پڑتا ہے۔ تاکہ ایسے خیالات وسیع نہ ہو جائیں۔ اور وفات شدہ اشخاص کو ہم معذور سمجھتے ہیں۔ ان سے غلطی ہونا ممکن ہے۔ وہ معصوم تو نہ تھے۔ خواہ مخواہ اعتراض کرنے والے غلطی پر ہیں۔ اور غلطی کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ ان سے بہتر لوگوں سے بھی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ مثلاً عمر کو مہر کے مسئلہ میں جب ایک عورت نے تنبیہ کی تو آپ نے رجوع فرمایا۔ اس قسم کی بہت مثالیں ہیں جو تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ صحابہ سے بھی کبھی غلطی سرزد ہوتی تھی۔ حالانکہ انوار نبیؐ ان میں ساری تھے اور خود نبیؐ ان میں موجود تھے۔ مثلاً انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے بھی ذات انواط بنائے جائیں جس طرح کہ دوسرے لوگوں کے ذات انواط ہے۔ اگر آپ یہ سوال کریں کہ یہ اس شخص کیلئے ہے جو بھول چوک سے ایسا کرے۔ مگر جب اس کو تنبیہ کی جاوے۔ تو وہ فوراً باز آجائے۔ لیکن اس شخص کی نسبت کیا فیصلہ ہے جو دلائل تحریر کرے۔ اور بزرگ اماموں کے اقوال سے واقف ہو جاؤ مگر پھر بھی اس غلط راہ پر جا رہے۔ اور مرتے دم تک اس حالت سے بال برابر بھی نہ ہٹے۔ میں کہتا ہوں ایسے شخص کو مغرور سمجھنے میں کوئی مانع نہیں ہم اس کو کافر نہیں کہتے۔ اور ہم ایسے اشخاص کو خطا کار سمجھتے ہیں۔ اگرچہ وہ اپنی خطا پر مستر رہیں۔ کیونکہ آج کل کوئی ایسا مرد میدان نہیں جو ایسے غلط مسائل کا مقابلہ تلوار اور نیزے اور زبان سے کرے۔ تو لوگوں پر حق کس طرح واضح ہو سکتا ہے۔ اور ان پر حجت کیسے قائم ہو سکتی ہے۔ بلکہ اکثر مذکورہ مولفوں کا اتفاقی طریقہ یہ ہو چکا ہے کہ ایسے مسائل میں ائمہ سنت کے کلام کو مطلقاً ترک کر دیا ہے۔ اور جس کو اس کی کچھ خبر بھی ہو جائے تو وہ بھی اس کلام کے اثر کرنے سے پہلے اس سے روگردان ہو جاتا ہے۔ اور ہمیشہ سے ان کے برے چھوٹوں کو ایسی کتابوں کے دیکھنے سے ہی منع کرتے رہے تو حق لوگوں پر کس طرح منکشف ہو سکتا ہے دوسری طرف سے بادشاہوں کا رعب ان کے دلوں میں حق بات کے موثر ہونے سے مانع ہے۔ بہت کم ایسے ہیں جن پر کلام توحید کا اثر ہو۔ حضرت معاویہؓ نے بھی حضرت علیؓ سے جدائی اختیار کی بلکہ جنگ کیلئے تیار ہوئے۔ حالانکہ اجماعاً وہ اس میں خطا پر تھے۔ اور وہ اسی خطا پر گزر بھی گئے

مگر اجماعاً کسی سلف سے بھی اُن کی تکفیر کی روایت منقول نہیں ہوئی۔ اور نہ اُن کو فاسق کہنے کی روایت کہیں آئی ہے۔ بلکہ ان کے لئے اجر جہاد ثابت کیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ اس میں خطا پر تھے۔ اہل سنت میں یہی بات مشہور ہے۔ اسی طرح ہم بھی دیندار، نیک بخت، نیک سیرت، عالم و برہینرگار و زاہد شخص کو کافر نہیں کہتے۔ اور جو شخص امت کی اصلاح کرے۔ علوم نافعہ پڑھائے۔ اور تالیفات کرے۔ اس کی تکفیر بھی نہیں کرتے۔ خواہ اگرچہ وہ ان مسائل وغیرہ میں خطا کا بھی ہو۔ جس طرح کہ ابن حجر ہیشمی کا حال ہے جن کے خیالات کا الدر المنظم سے پتہ چلتا ہے ان کے وسیع العلم ہونے کو ہم تسلیم کرتے ہیں اس لئے ہم ان کی کتابوں کو معتبر سمجھتے ہیں۔ مثلاً اربعین وزواج وغیرہ ہم ان کو ماننے ہیں اور ان کی نقل کردہ باتیں گوش دل سے سنتے ہیں۔ کیونکہ وہ علماء مسلمین میں سے ہیں۔ یہ خطاب ہمارا ایسے اشخاص کیلئے ہیں جو عقلمند ہوں، عالم ہوں، منصف و غیر متعصب ہوں۔ کہنے والے کی بات کو اچھی پاؤ۔ تو سنو اور قبول کرو۔ یہ نہ دیکھو کہ کون کہتا ہے۔ جو شخص حق اور غیر حق کی تمیز سے گذر کر محض اپنی مالوفات ہی کو لازم پکڑنے کا عادی ہے اس کی مثال ایسی ہے جس طرح کہ خدا نے فرمایا کہ کافر کہتے تھے کہ مسلمانو! ہم تمہاری نصیحتیں نہیں سنتے۔ بلکہ جو رسم و رواج ہمارے باپ دادا کے وقت سے چلا آتا ہے ہم تو اسی پر قائم رہیں گے۔ تو ایسے شخص سے ہمارا خطاب نہیں۔ بلکہ ان کا طرہ صابن مودوں کی تلواریں سیدھا کریں گی۔ اور خدا کے فضل سے مودوں کے لشکر ہمیشہ منظر و منصور رہیں گے اور اُن کے پرچم سعادت و اقبال کی فضا میں اڑتے رہیں گے۔ ظالم جلد محوم کر لینگے کہ وہ کس بدابخاشی کو پہنچتے ہیں۔ اور خدا کی جماعت ہی غالب ہو کر رہیگی۔ اور خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ بیشک ہمارا لشکر ہی غالب رہیگا اور مومنوں کی نصرت و اعانت ہم پر واجب ہے۔ اور منتفی لوگوں کیلئے ہمیشہ نیک نتیجہ ہے۔

بدعت

بدعت کی نسبت ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جو مذہب میں نئی بات قرونِ ثلثہ کے بعد پیدا ہوئی وہ مطلقاً مذموم ہے۔ ہم بدعت کو حسن و قبح یا پانچ اقسام میں تقسیم نہیں کرتے۔ ہاں اس اختلاف میں جمع کی صورت یہ ہے کہ کہیں کہ حسنہ وہ ہے جس پر سلف صالحین کا عمل تھا۔ اور اس میں سنت واجب و مندوب اور مباح سب کو شامل کر لیں۔ تو اس صورت میں بھی اس کو محض مجازاً بدعت

کہا جائیگا۔ اس کے سوا جو کچھ ہو گا وہ بدعت قبیحہ میں داخل سمجھا جائیگا۔ اور اس میں محرمات و مکروہات بھی شامل ہو جائیں گے،

مذمومہ بدعتوں میں سے ہم جن سے لوگوں کو منع کرتے ہیں ان میں سے ایک اذان والی جگہ میں اذان کے بعد یا جمعہ کی رات یا رمضان میں یا عیدین میں چلا کر کچھ اور کلمات کہنا یا آیات یا حد و شریف پڑھنا یا کوئی اور ذکر کرنا ہے تو یہ سب بدعت مذمومہ ہیں۔ اس لئے ہم نے تذکیر و ترسیم وغیرہ کے تمام مقررہ طریقے جو مکہ شریف میں مروج تھے بند کر دیئے۔ اور تمام علماء مذہب اربعہ نے تسلیم کیا کہ یہ سب بدعت میں داخل ہیں۔

ایک بدعت جمعہ کے خطبہ کے سامنے ابو ہریرہ کی حدیث پڑھنا ہے۔ اور جامع صغیر کے شامی نے اس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے۔

مجلس میلاد منقہ کرنا اور اس کو تقرب بارگاہ الہی کا ذریعہ سمجھنا بھی بدعت ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور نہ آپ نے اس کو عبادت قرار دیا۔ ہاں حالات ولادت بنی صلعم کا ذکر بطور علم تاریخ اور سیرت کے جائز ہے،

ہم دکھلا دے کیلئے تبیین ہاتھ میں رکھنے سے لوگوں کو منع کرتے ہیں۔ اسی طرح مشائخ کے مقررہ وظیفے یا ابتدائے سورتوں کا وظیفہ اور مہمات میں ان سے امداد حاصل کرنا یہ سب بدعات ہیں بلکہ کبھی یہ شرک اکبر تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔ لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ یہ طریقہ بدعت ہے۔ اگر مان لیں تو بہتر، ورنہ حاکم ان کو سزا دیتا ہے تاکہ وہ باز آئیں۔ اور منع ہو جائیں۔ اور وہ وظیفے یا درود جو علماء نے قرآن و احادیث سے نکلے ہیں ان کو ہمیشہ پڑھنے سے کوئی منع نہیں کرتا۔ حضرت پروردگار بھیجنا اور بلکہ اس پر ہمیت لگنی کرنا اور اس کو باعث ثواب داریں سمجھنا بہت درست اور باعث خیر و برکت ہے۔ قرآن شریف یا استغفار پڑھنا بہتر ہے اور ایسے وظیفے پڑھنے والا ضرور ثواب پاتا ہے۔ جتنا زیادہ درود پڑھے یا استغفار یا درود یا ذکر یا قرآن مجید پڑھے اتنا ہی اس کو زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ مگر یہ شرط ہے کہ شرع کے حکم کے مطابق کرے۔ اس میں اپنی طرف سے کمی یا زیادتی نہ کرے۔ ثواب رسول کریم کے بتائے ہوئے اور تعلیم دئے ہوئے وظیفوں میں ہے۔ خدا قرآن شریف میں فرماتا ہے اپنے رب کو خیر اور عاجزی سے پکارا کرو۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ خدا کے پاک نام ہیں ان سے خدا کو پکارو۔

خارجہ و غیرہ امام نووی کو کہ آپ نے کتاب اذکار کو جمع کر دیا ہے۔ اور یہ کتاب بکافی دشمنی

ہے۔ ایک بدعت بعض ملکوں میں یہ نکلی ہے کہ مولود شریف خوش الحان لوگوں سے پڑھاتے ہیں۔ اور صلوٰۃ الترافیح کے بعد ایسا کرتے ہیں۔ اور عقیدہ ثواب کا رکھتے ہیں۔ بلکہ عام اس کو سنت ہی سمجھتے ہیں تو ہم ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں۔ مگر تراسیح کی نماز ہمیشہ باجماعت پڑھنا سنت ہے۔ اس میں کوئی ممانعت نہیں؛

بعض ملکوں میں ایک بدعت یہ ہے کہ رمضان شریف کے آخری جمعہ کو قضا، عمری پڑھتے ہیں یہ بدعت منکرہ ہے۔ ایسی باتوں سے لوگوں کو سخت طو پر منع کیا جاتا ہے۔ میت کو اٹھاتے وقت زور سے ذکر کرنا یا قبر پر پانی ڈالنے وقت زور سے پڑھنا وغیرہ بھی بدعتیں ہیں۔ علاوہ ازیں جو باتیں سلف صالحین سے منقول نہیں ہم انکو ممنوع جانتے ہیں۔

شیخ طروش مغربی نے ایک عمدہ اور نفیس کتاب لکھی ہے اس کا نام ”الباعث علی النکار البدع والحوادث“ ہے۔ دین کے طالب کو اس کتاب کے لئے مطالعہ ضروری ہے۔ ہم ان بدعتوں سے منع کرتے ہیں جن کو لوگ بطور دین و ثواب مذہب لئے ہوئے ہیں۔ اور جو باتیں بطور ثواب و دین نہیں بلکہ ملکی رواج سے ہیں جس طرح قہوہ پینا، یا اشعار پڑھنا یا بادشاہوں کی مدح کرنا وغیرہ ایسی باتوں سے ہم منع نہیں کرتے جب تک یہ باتیں غیر کے ساتھ شامل نہ ہو جائیں مثلاً مسجد میں ذکر یا اعتکاف وغیرہ۔

حضرت حسانؒ نے حضرت عمرؓ کو جواب دیا کہ یہ شعر میں نے اس بزرگ کے سامنے پڑھے ہیں جو آپ سے بدتر ہمارا ہے۔ اور عمرؓ نے اس بات کو قبول کیا۔ ہر مباح کھیل جائز ہے۔ کیونکہ بنی تے حبشیوں کو عید کے دن اپنی مسجد میں کھیلنے دیا۔ جنگ کے ایام میں جوش دلائے والے اشعار اور غزلیں پڑھنا درست ہے۔ یا جس سے بہادری پیدا ہو جس طرح جنگی طبل وغیرہ۔ مگر دیگر آلات ہمو و لعب حرام ہیں۔ اور ان میں فرق ظاہر ہے شادی میں دف درست ہے۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ میں صاف توحید والی شریعت لیکر آیا ہوں تاکہ یہود و معلوم کریں کہ ہمارا دین نہایت وسیع ہے۔ اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ شیخ امام ابن قیم و شیخ امام ابن تیمیہ اہل سنت کے برحق امام ہیں اور ان کی کتابیں ہمارے نزدیک معزز ترین کتب میں سے ہیں مگر ہم ہر مسئلہ میں ان کی تقلید نہیں کرتے۔ کیونکہ رسول کریمؐ کے سوا کوئی ایسا نہیں کہ اس کی ہر بات قابل تسلیم ہو یہ خاصہ خاص پیغمبر خدا ہی کو حاصل ہے کہ آپ کا ہر قول و فعل بلا چون و چرا قابل عمل تسلیم ہے چنانچہ چند مسائل میں ہماری ان سے (یعنی ابن تیمیہ اور ابن قیم سے) مخالفت سب کو معلوم ہے مثلاً طلاق

ثلثہ مجلس واحد میں بلفظ واحد ہم نہیں کہتے ہیں۔ جس طرح ائمہ اربعہ فرماتے ہیں۔ اور وقف کو صحیح اور نذر کو جائز مانتے ہیں۔ اور نذر کو پورا کرنا جب معصیت نہ ہو لازم ہے۔

اور بدعتوں میں سے ایک بدعت یہ بھی ہے کہ نماز پچگانہ کے بعد شائع کے لئے فاتحہ پڑھنا اور ان کی مدح میں کمال مبالغہ کرنا۔ اور ان کا وسیلہ طلب کرنا جس طرح اکثر بلاد میں مروج ہے اور اکثر عبادات کے مجموعوں کے بعد مدح وغیرہ پڑھنا اور عقیدہ رکھنا کہ اس سے کمال درجہ قرب خدا حاصل ہوگا۔ حالانکہ بعض موقوفوں پر یہ منجر و باعث شرک ہو جاتا ہے۔ اور انسان کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ بعض دفعہ شرک کے خفا کی وجہ سے انسان سے شرک ہو جاتا ہے مگر وہ سمجھتا بھی نہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت شرک سے ان الفاظ میں پناہ نہ مانگتے۔

”خدا یا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ سے ایسا شرک ہو کہ اس کا مجھے علم بھی نہ ہو۔ اور نیز ایسے شرک سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ مجھ سے سرزد ہو جائے اور مجھے اس کا علم ہو۔ بیشک تہی علام لیبوب ہے۔“

ہمیشہ یہ دعا پڑھنی چاہئے اور حتی الامکان شرک سے بچنا چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ اسلام کا کڑا ایک ایک کر کے ٹوٹ گیا۔ جب اسلام میں ایسے لوگ داخل ہو جائیں گے جو جاہلیت کو نہ جانتے ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہوگی کہ وہ کریگا تو شرک مگر سمجھیں گے کہ اس سے ثواب ملتا ہے۔ ایمان کے زوال الٰہی خواری سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

یہ تمام باتیں اس مذکورہ شخص کے سوال و جواب و بار بار آنے جلنے سے تحریر میں آئیں ہیں نے کتاب کے دوبارہ دیکھنے کے بغیر اس کے بہت اصرار پر یہ چند سطور تحریر کر دیں۔ حالانکہ جنگ سے زیادہ ضروری مصروفیتوں میں ہیں مبتلا تھا جو شخص ہمارے مذہب و عقیدہ کی زیادہ تحقیق کرنا چاہے اس کو چاہئے کہ وہ ہمارے پاس مقام درعیہ میں آکر اپنی پوری تسلی کر لے۔ وہاں آنے سے اور مختلف درس سنتے سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہونگی۔ اور دل خوش ہوگا۔ خصوصاً جبکہ درس علم حدیث و تفاسیر دیکھے وہاں شعا ر دین کی پابندی دیکھے اورضعفاء اور کمزوروں پر رحم اور ایچیوں اور مساکین سے نیک سلوک مشاہدہ کر کے ہنایت خوش ہوگا۔ اور ہم طریقہ صوفیہ سے منکر نہیں۔ اور نہ ہم رذائل و معاصی متعلقہ بقلب و جوارح سے باطن کو پاک کرنے کے مخالف ہیں بلکہ ہم اس کی تائید کرتے ہیں بشرطیکہ قانون شرعی کے مطابق ہو اور اس کے خلاف نہ ہو۔ ہم صوفیہ کی غلط اور خلاف شریعت باتوں کی تاویل نہیں کرتے اور انہیں

موڑ توڑ کر خواہ مخواہ درست بنانے کی ناروا سعی بھی نہیں کرتے۔ اور ہم ہر بات میں سوائے خدا کے اور کسی پر بھروسہ نہیں کرتے۔ اور اسی پر ہمارا اعتماد ہے۔ وہی ہمارا کفیل و مددگار ہے وہی ہم کو کافی اور وہ بہترین دوست و مددگار ہے۔ آخر میں آل حضرت اور آپ کے آل و اصحاب پر درود و سلام ہو۔ فقط +

عبد الدین شیخ محمد بن عبد الوہاب
عفا اللہ عنہ و المسلمین

تیسرا رسالہ

الفواکھ العذاب

فی الرد علی من لم یحکم السنۃ والکتاب

من تہجہ

شیخ احمد بن ناصر بن عثمان المعمری النخبی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذی نصر الدین، بالحقۃ والسیف، و جعل لدینہ من ینفعہ
غلو الغالین، و تحریف المحرفین، بالدلائل القاطعۃ والبراہین +

رجب ۱۲۱۱ھ میں شریف مکہ غالب نے سلطان عبدالعزیز بن سعود (اول) سے یہ خواہش
نظاہر کی کہ آپ ایک جید عالم ہمارے ہاں بھیج دیں تاکہ مسائل مختلف فیہا میں وہ علماء مکہ مکرمہ سے
بطریق مناظرہ گفتگو کریں۔ شریف مکہ کی خواہش کے مطابق سلطان موصوف نے شیخ احمد بن ناصر
بن عثمان حنبلی کو مکہ کی طرف روانہ کر دیا اور ان کی معیت میں فوج کا ایک محافظ دستہ بھی کر دیا۔

شیخ موصوف کے پہنچنے پر غالب شریف مکہ نے ایک مجلس مناظرہ منعقد کی جس میں حنبلیوں کے سوا باقی تمام فرقوں، شافعی، مالکی، حنفی کے علماء کو دعوت دی گئی۔ اور بہت بڑا تاریخی مناظرہ شیخ احمد موصوف اور علماء حرم کے درمیان ہوا۔ فریق ثانی کی طرف سے شیخ عبد الملک حنفی تھے یہ مناظرہ والی مکہ کی موجودگی میں ہوتا رہا۔ اور متعدد نشستوں میں ہوا۔ مناظرہ میں مکہ کے لوگ کافی تعداد میں شامل ہوتے رہے۔ الحمد للہ کہ حق ظاہر ہوا۔ اور اسی کو فتح وغیلہ نصیب ہوا اور باطل کو شکست ہوئی۔ اور فریق ثانی نے حق کو تسلیم کر لیا۔

مناظرہ میں مسئلوں میں تھا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ مگر ان تینوں مسئلوں میں جو جوابات شیخ موصوف نے دئے ہیں وہ اپنی معقولیت اور جامعیت کے لحاظ سے ایسے عمدہ ہیں کہ امید کی جاسکتی ہے کہ اس سے مریض اقلب انسانوں کو شفا ہو۔ اور جو فرقہ بندی سے بالآخر ہر صبح اور معقول دلیل کو پسند کرتے ہیں اور اسی کی اتباع کرتے ہیں ان کی خوشی اور مسرت کا باعث ہو۔ ان جوابات کا نام ”الفواکہ الغدابیہ فی الرد علی من لم یحکم السنۃ والکتاب“ رکھا گیا۔

پہلا سوال شیخ عبد الملک حنفی کی طرف سے

(۱) کرب و مصیبت کے وقت اگر کوئی کسی نبی یا ولی کو پکارے یا اس سے امداد طلب کرے۔ یا۔ یا رسول اللہ۔ یا۔ یا ابن عباس۔ یا۔ یا محبوب وغیرہ اولیاء صالحین سے فریاد کرے تو اس کے متعلق تم لوگوں (مجدیوں) کی کیا رائے ہے؟

جواب

الحمد لله احمده واستعينه واستغفره واعوذ بالله من شرور انفسنا۔ و سيئات اعمالنا۔ من يهد الله فلا مضل له ومن يضل فلا هادي له واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلى آله وصحبه ومن تبعهم باحسانا و قفا قرهم الى اخر الزمان

حمد و ثنا کے بعد یہ معلوم ہوتا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ اور پیغمبر نے پیغام رسالت کو پورا ہم تک پہنچا دیا ہے۔ خدا نے رسول کریم پر ہدایت نامہ اور مومنین کیلئے نصیحت نامہ کر کے نازل فرمایا۔ خدا قرآن پاک میں فرماتا ہے ”لوگو آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور تمام مذہبوں میں سے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا“

دوسری آیت میں فرماتا ہے ”لوگو تمہارے پاس خدا کی طرف سے نصیحت اور دلوں کے گناہوں کی بیماریوں کو دور کرنے والی شفا آئی ہے اور ہدایت و رحمت مومنوں کے لئے ہے“ پھر خدا نے فرمایا کہ اے میرے پیارے رسول میں نے تمہارے ہاتھ کو کھول کر بیان کرنا کی کتاب بھیجی جو مسلمانوں کے لئے ہدایت و بشارت ہے۔ پھر خدا فرماتا ہے ”جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آوے اور جس شخص نے میری ہدایت کو مانا۔ پس ایسا شخص نہ گمراہ ہوگا نہ بد بخت“ پھر خدا فرماتا ہے کہ ”جو شخص ذکر قرآن سے منہ پھیرے اُس کی زندگی تنگ و تلخ ہوگی۔ اور قیامت کے روز اندھوں میں اٹھیں گے۔“ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے خدا اس کا ذمہ دار ہے کہ یہ شخص دنیا میں گمراہ نہ ہوگا اور آخرت میں شقی نہ ہوگا۔ پھر خدا نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ”جو شخص ذکر رحمن سے غافل ہو جاوے اس کے ہمراہ شیطان ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کا بدترین ساتھی ہے۔ اور ایسے لوگوں کو یہ شیطان راہ راست سے روکتے ہیں۔ اور ان کا یہ خیال خام ہوتا ہے کہ ہم راہ راست پر ہیں؟“ امام مالک نے سوط میں روایت کیا ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ میں تم میں دو زبردست چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک تمہارا ان پر عمل ہوگا تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب اللہ دوم سنت رسول اللہ ابی دردا، روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلعم نے فرمایا لوگو میں تم کو ایسی روشن راہ پر چھوڑ چلا ہوں جس کا دن اور رات یکساں ہے میرے بعد اس سے کوئی نہ پھوٹے گا مگر وہ شخص جو ہلاکت کی طرف جا رہا ہے۔ دوسری حدیث میں حضرت فرماتے ہیں کہ جنت کے قریب کرنے والی کوئی چیز ایسی نہیں جو میں نے تم کو نہ بتلائی ہو اور نہ ایسی کوئی بات بتلائی چھوڑی ہے جو تم کو آگ کے قریب کرے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ لوگو تم میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو۔ اور اس پر قائم رہو اور نئی بدعتوں سے بچو۔ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ جو کتاب اللہ و سنت رسول کو کان دھر کر سنیں گے وہ ضرور ان میں ہدایت و شفا پائیں گے اُس شخص کی خدا نے مذمت کی ہے جو خدا کی کتاب کو چھوڑ کر کسی اور کے فیصلہ کو پسند کرے۔ خدا فرماتا ہے کہ ”ان منافقوں کو جب خدا و رسول کے فیصلہ کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ وہ کس طرح تم سے پھر جلتے ہیں“

اس بات کے معلوم کرنے کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ قبروں کی زیارت میں جو بات شرعی طور پر رسول کریم نے مقرر فرمائی ہے وہ (۱) آخرت کا یاد کرنا (۲) میت کے ساتھ احسان کرنا جو استغفار اور دعاء رحم و غفر کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔

بریدہ کی روایت سے صحیح مسلم میں آیا ہے کہ رسول کریم مسلمانوں کو جب وہ مقابلہ کی طرف نکلتے اس طرح کی تعلیم دیتے کہ السلام علی اہل الدیار (قبرستان والوں پر سلام ہو) کہو۔ دوسرے الفاظ میں اس طرح آیا ہے کہ مومن مسلمان قبر والو تم پر سلام ہو۔ ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم خدا سے تمہارے اور اپنے لئے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔ سغن ابو داؤد میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ جب تم میت کیلئے دعا کرو تو اس کے لئے خالص دعا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ جس مسلمان میت پر سنا مسلمان نماز جنازہ پڑھتے ہیں اس کی شفاعت کرتے ہیں اور اس کے حق میں دعا مانگتے ہیں تو خدا تعالیٰ اُن کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا، اب سوچو کہ جب وہ میت ابھی جنازہ میں ہوتی ہے دفن بھی نہیں ہو چکی تو ہم خدا سے اُس کے لئے دعا مانگتے ہیں۔ خود اُس میت سے دعا نہیں مانگتے۔ نیز اس میت کے حق میں سفارش و شفاعت کرتے ہیں۔ اس میت کو شفیع نہیں بناتے۔ پس مناسب ہے کہ بعد از دفن بھی اُسی طرح کیا جائے جس طرح کہ قبل از دفن کیا گیا تھا کیونکہ اُس کی شخصیت میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔

جو تعلیم رسول کریم نے مشرکوں کو دی تھی اُنکو انہوں نے تبدیل کر دیا۔ بجائے اُس کیلئے دعا کرنے کے اُس سے دعا مانگنی شروع کر دی۔ اور بجائے اس کے حق میں خدا سے دعا و سفارش کرنے کے اب اس سے سفارش چاہنے لگے۔ اور زیارت قبر کو جس کو رسول کریم نے میت کے ساتھ احسان کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا لوگوں نے خود میت سے مانگنے کے ساتھ تبدیل کر دیا۔ اور پھر خاص اس جگہ کو دعا کے لئے مخصوص کر دیا حالانکہ دعا اصل و مغز عبادت ہے۔ امام ترمذی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ رسول کریم نے فرمایا کہ دعا اصل و مغز عبادت ہے اور نغان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی خدا فرماتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا سنوں گا۔ اس کو ابو داؤد، امام احمد، ترمذی، نسائی وابن ماجہ نے روایت کیا۔ یہ بات محال و ناممکن ہے کہ مردوں سے دعا مانگنا تو مشروع ہو اور قرونِ ثلاثہ جن کی بزرگی نص رسول کریم سے ثابت ہے وہ اپنے زمانہ میں مردوں سے نہ مانگتے ہوں۔ اور ان کے بعد کے زمانہ والے لوگوں کو یہ توفیق مل گئی ہو کہ وہ ایسا کرنے لگ پڑے حالانکہ پچھلے زمانہ کے لوگ وہ کہتے ہیں جو خود کرتے ہیں۔ اور جس بات کا اُن کو حکم نہیں وہ نہیں کرتے۔ چو کہ بیان ہوا یہ سنت رسول کریم اور طریقہ صحابہ و تابعین ہے۔ کیا کسی صحیح یا حسن روایت میں ان سے یہ ثابت ہے کہ جب ان کو کوئی حاجت پڑتی تو وہ

قبور کے پاس جا کر اس کو بوسہ دیکر وہاں کھڑے ہو کر دعا کرتے؟ وہاں جا کر دعا مانگنا ثابت نہیں
 تو ان سے فوائد مانگنا کہاں سے ثابت ہو سکتا ہے۔ اور تکلیفات کے دور کرنے کی ان سے خواہش
 کرنا کہاں سے ثابت ہو سکتا ہے۔ اور یہ واقعہ معلوم ہے کہ ایسی باتوں کے نقل کرنے میں بہت
 سے لوگوں نے ہمت کی اور اس کے باعث بھی بہت تھے حالانکہ بتعداد کثیر شہروں میں صحابہ
 رسول کریم کی قبریں تھیں اور ان کی بھی کثرت تھی۔ پس کسی نے بھی ان میں سے مصیبت کی وقت
 قبر کے پاس کھڑے ہو کر نہ ادا مانگی ہے۔ اور نہ اس جگہ کو دعا کے لئے منتخب کیا ہے۔ نہ وہاں
 سے شفا چاہی ہے اور نہ ان سے دشمن پر فتح مانگی ہے۔ نہ کسی صحابی نے بعد از وفات رسول
 کریم آپ سے فریاد چاہی ہے۔ اور نہ کسی اور نبی سے۔ صحابہ نہ قصداً انبیاء کے قبور کے پاس جا کر
 دعا مانگنے کو اچھا سمجھتے ہیں اور نہ قبور کے پاس غائر پڑھنے کو بہتر جانتے ہیں۔ اگر آپ صاحبان
 کے پاس ان امور میں کوئی پختہ سند یا صحیح یا حسن حدیث ہو تو بتائیں کہ ہمیں بھی معلوم ہو۔ بلکہ جو کچھ
 تم آج کل کرتے ہو ان بزرگان دین، صحابہ، تابعین، و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین سے اس کے
 برخلاف ثابت ہے۔ تمہارے موافق کوئی بات نہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب ملک میں سخت
 قحط پڑا تو آپ نے دعا، استسقاء حضرت عباسؓ سے کرائی اور حضرت عباسؓ کی دعا کو وسیلہ بنایا۔
 اور کہا کہ خدایا پہلے ہم تیرے پاک بنی کا ذریعہ وسیلہ کر کے دعا، استسقاء مانگا کرتے تھے۔ اور ہم پر
 بارش ہوتی تھی۔ اب ہم نبیؐ کے چچا کو وسیلہ دعا، استسقاء مانگتے ہیں ہم پر باران رحمت نازل فرما۔ پھر ان پر
 بارش ہوتی تھی۔ امام بخاری نے اس روایت کو اپنی کتاب صحیح بخاری باب استسقاء میں بیان کیا
 ہے۔ ہم کو بوقوت معلوم ہے کہ نبیؐ نے اپنی امت کو مردوں یا نبیوں اور صالحوں وغیرہ سے لفظ استسقاء
 سے یا دیگر کسی طلب حاجت والے الفاظ سے دعا مانگنے کا حکم ہرگز نہیں فرمایا۔ بلکہ ہم جانتے ہیں کہ ایسی
 تمام باتوں سے منع ضرور فرمایا ہے۔ اور یہ وہ شرک اکبر ہے جسکو اللہ و رسول اللہ نے حرام کیا ہے۔
 قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے ”مسجدیں خدا کی بندگی کے لئے ہیں تو تم خدا کے ساتھ کسی کو مت
 پکارو“ دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ ”اس سے بھی زیادہ کوئی گمراہ ہوگا کہ خدا کے سوا ایسے اشخاص
 کو پکارے جو قیامت تک اس کو جواب نہ دیں گے۔ اور وہ ان کے بلانے سے باخبر ہوں اور قیامت
 کے دن وہ ان کے دشمن ہوں اور ان کے پکارنے سے منکر ہوں۔ خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ
 خدا کے ہمراہ کسی اور کو مت پکارو ورنہ تجھے عذاب ہوگا“ پھر فرمایا ہے کہ ”سچی پکار اُسی خدا کو چاہئے
 اور جن کو یہ مشرک پکارتے ہیں وہ ان کے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتے“ پھر ارشاد باری تعالیٰ

ہے کہ "خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو یا معبودوں کو نہ پکارو جو نہ نفع نہ نقصان تجھے دے سکتے ہیں اگر تو نے خدا کے حکم کے خلاف کیا تو اس وقت تو ظالموں میں سے ہوگا" پھر فرمایا "تمہارے باطل معبود ایک ادنیٰ چیز کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو تو وہ سنتے نہیں۔ اور اگر وہ سنیں تو تم کو جواب نہیں دے سکتے۔ اور قیامت کو تمہارے اس شرک سے وہ منکر ہو گئے پھر فرمایا کہ "اے رسول کریم (صلعم) ان مشرکوں کو بتلائے کہ جن باطل معبودوں کو تم اپنے خیال میں خدا سمجھتے ہو وہ معبود باطل تمہارے دکھ کو نہ دور کر سکتے ہیں نہ بدلا سکتے ہیں۔ جن بزرگوں کی یہ مشرک پرستش کرتے ہیں وہ تو خود خدا کے پاس وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور تقرب حاصل کرتے ہیں اور خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور عذاب خدا سے ترساں و لرزاں ہیں۔ بیشک خدا کے عذاب سے ڈرنا لازم ہے" مجاہد نے آیت وسیلہ کی تفسیر یوں کی ہے کہ یتخون الی دہم الوسيلة سے مراد حضرت عیسیٰ و عزیر و ملائکہ ہیں۔ ابراہیم نخی کا قول بھی یہی ہے۔ ابراہیم نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ وسیلہ کی آیت میں فرمایا کرتے تھے کہ اس سے مراد عزیر و مسیح و عیسیٰ و قمر ہیں۔ سدی، ابوہریرہ اور ابن عباسؓ سے یوں روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ و عزیر و بنی مریم ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ یہ آیت چند عرب کے حق میں اتری ہے جو کہ جنات کی پرستش کیا کرتے تھے جن کو مسلمان ہو گئے۔ اور جو انسان ان کی پرستش کرتے تھے ان کو اپنے معبودوں کے مسلمان ہونے کی خبر بھی نہ تھی تب یہ آیت اتری، امام بخاری نے اس کو کتاب التفسیر میں نقل کیا ہے اور آیت کے معنی میں یہ تمام قول صحیح ہیں۔ آیت عام ہے۔ اور شامل ہے ہر ایک معبود کو جس کی بغیر خدا کے پرستش ہوئی ہو۔ چاہے وہ ملائکہ ہوں، یا جن یا بشر ہوں۔ سب کو یہ آیت شامل ہے۔ اور یہ معبود خود خدا کے پاس وسیلہ چاہتے ہیں۔ اور اس کی رحمت کے امیدوار اور عذاب سے ترساں ہیں پس ہر وہ شخص جو کسی میت یا غائب بنی کو یا صالحین کو پکارے آیت اس کے حق میں ہو۔

مشرک لوگ صالحوں کو پکارتے تھے اور ان سے طلب کرتے تھے اس طور پر کہ ان کو اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ وسیلہ سمجھتے تھے۔ اس پر بھی خدا نے ایسی دعا و پکار سے ان کو منع کیا اور خدا نے بیان فرمایا کہ جن کو تم پکارتے ہو وہ تمہارے دکھ کو نہ تم سے دور کر سکتے ہیں اور نہ تبدیل کر سکتے ہیں۔ کلیتہً نہ اس دکھ کو اکٹھا کر سکتے ہیں اور نہ ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کر سکتے ہیں کہ اسکی صفت یا مقدار کو کم کریں۔ یہ بھی ان سے نہیں ہو سکتا اسی لئے **خَوِّنُوا** کا لفظ فرمایا۔ مگر ہمتاں کیا تاکہ انواع تحویل کو شامل ہو۔ پس ہر وہ شخص جسے کہ انبیاء صالحین وفات شدگان کو یا ملائکہ

یا جنات کو پکارا اور ان سے فریاد سی چاہی۔ اس نے ایسے اشخاص سے مدد چاہی جو اسکی فریاد سی نہیں کر سکتے۔ اور ان کے دکھ و درد کو نہ دور کر سکتے ہیں اور نہ تبدیل کر سکتے ہیں۔ آج کل کے مشرکوں کی یہ عادت ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آوے تو اپنے شیخ و پیر کا نام لیکر اس کو یاد کرتے ہیں۔ اور رور و کر اس کو پکارتے ہیں۔ گڑ گڑاتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں۔ اور پیر کے نام سے اُن کی اس طرح تسلی ہوتی ہے جس طرح بچے کو ماں کے نام سے تسلی ہو جاتی ہے۔ مصیبت کے وقت توں بھی اٹھتے بیٹھتے اپنے پیر کا نام لیتے ہیں۔ یا ابن عباس یا محبوب وغیرہ پکارتے ہیں۔ بعض ایسے مشرک ہیں کہ خدا کی قسم جھوٹی ٹکھاویں گے۔ مگر جب ابن عباس یا کسی اور بزرگ کا نام ہو تو کبھی جھوٹی قسم نہ کھاویں گے۔ اللہ کا ڈر نہیں۔ مگر اس پیر سے زیادہ خوف کھاتے ہیں کہ اگر جھوٹی قسم اس پیر کی کھائی وہ ہم کو نقصان دیگا۔ گویا خالق سے مخلوق کا ڈر اور اُس کی عزت بڑی زیادہ ہے۔

جب دعا مونی میں یہ استہزاء دین سے ہوتا ہوا اور رب العالمین کے ساتھ یوں مقابلہ ہووے تو ان ہر دو فریق میں سے کون زیادہ لائق استہزاء کے ہے۔ آیا جو مردوں سے مانگتا ہے اور اُن سے فریاد کرتا ہے اور ایسے کاموں کی تعلیم دیتا ہے یا وہ شخص جو خدائے وحدہ لا شریک کو ہی پکارتا ہے جس طرح اُس کے رسولوں کا فرمان ہے۔

رسول کی اطاعت و فرمانبرداری ہر حکم میں واجب ہے۔ اور ہم بفضل خدا سب سے زیادہ حکم رسول کے ماننے والے ہیں۔ کیونکہ ہم جانب رسول کی رعایت کرتے ہیں۔ اور جن باتوں کی خبر رسول کریم نے دی ہے ہم ان کی دل و جان سے تصدیق کرتے ہیں۔ اور آپ کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور جس مطلب کے لئے آپ مبعوث ہوئے اُس منشاء کا ہم پورا الحاح رکھتے ہیں اور اس کا اتباع کرتے ہیں۔ نہ اس بات کی جسکی عملاً آپ نے مخالفت کی ہے۔ اس کیت کے بموجب کہ ”مومنو تم جو تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اس پر جے رہو۔ اس کے بغیر اور دوستوں کی اطاعت مت کرو۔ تم تھوڑی نصیحت قبول کرتے ہو“ پھر خدا فرماتا ہے کہ ”یہ قرآن مبارک کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ اس کی تابعداری کرو۔ اور خدا سے ڈرو تاکہ تم پر رحم ہو“

ہم بفضل خدا و بڑے اصول رکھتے ہیں۔ اول یہ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں پس ہم اسی کو پکارتے ہیں۔ اور ہماری قربانی بھی اُسی کی رضا کیلئے ہے۔ ہم کو اسی ایک خدا کی امید ہے اور ہمارا بھروسہ بھی اسی ذات پاک پر ہے۔

دوم ہم خدا کی عبادت اسی طریق سے کریں جو شرع میں آیا ہے۔ بدعتیوں کے طریق پر خدا کی

عبادت نہ کریں۔ اور یہی دو اصول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سچے معنے ہیں۔

لا الہ الا اللہ کی شہادت متضمن اس بات پر ہو کہ خالص عبادت خدا کی ہو۔ تو دل و زبان و اعضاء ہاتھ پاؤں کی محبت بغیر خدا کے اور کسی سے نہ ہو۔ خدا کے سوا کسی اور کی نہ اتنی محبت ہو نہ ڈر نہ عزت، نہ شوق، نہ خوف ہو۔ اور محمد رسول اللہ متضمن اس بات کو ہے کہ جو فرمودہ آنحضرت ہیں ان کی دل و جان سے تصدیق کی جاوے۔ اور ہر ایک حکم میں اطاعت و فرمانبرداری ہو۔ جس بات کو رسول کریم نے ثابت کیا ہو اس کو ثابت کیا جاوے۔ اور جسکی نفی کی ہو اس کو منفی سمجھا جاوے۔ امام بخاری نے ابو ہریرہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت نے فرمایا۔ میری تمام امت جنت میں جاوے گی مگر وہ شخص جسے انکار کیا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ کون انکار کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں گیا۔ اور جس نے نافرمانی کی وہ منکر ہوا۔

اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ہمارا دین و عقیدہ و مذہب یہ ہے کہ جو شخص کسی نبی یا ولی یا کسی دیگر صاحب کو بوقت حاجت یا برائے رفع ضرر و جلب منفعت پکارے یہ وہ شرک اکبر ہے جسکے باعث خدا نے مشرکوں کو مشرک فرمایا جبکہ انہوں نے بھی اپنے لئے اولیاء و شفعاۃ مقرر کئے ہوئے تھے بن کو اپنے خیال میں نفع رساں و دفع شرکا مالک سمجھتے تھے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ ”یہ مشرک خدا کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کو پکارتے ہیں کہ جو ان کو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ اور مشرک کہتے تھے کہ یہ ہمارے خدا کے ہاں سفارشی ہیں“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”آپ ان مشرکوں کو فرمادیں کہ آسمان و زمین میں تو خدا کا کوئی شریک نہیں۔ کیا تم یہ خبر خدا کو دیتے ہو کہ غرور اس کا شریک ہے۔ خدا شریک سے پاک ہے۔ اور ذات خدا مشرکانہ خیال سے برتر و بالا و بلند و ارفع ہے۔ پس جو اشخاص انبیاء یا اولیاء ابن عباس و ابن محبوب یا ابی طالب وغیرہ سے سوال کرتے ہیں۔ اور ان کو اپنا وسیلہ سمجھتے ہیں حسب طرح بادشاہوں کے درمیان پیغام رساں ہوتے ہیں۔ ان کو پکاریں۔ اور اپنا بھروسہ و اعتماد کریں ان کو نفع رساں جانیں اور دفع مضرت سمجھیں۔ اس طرح کہ مخلوق انکو پکاریں اور وہ خدا کو پکاریں جس طرح امیر کے مقربین لوگوں کی حاجتیں امیر سے طلب کرتے ہیں جو ان سے زیادہ نزدیک ہوں۔ اور لوگ بیاعتاد و بدادشاہوں سے سوال نہیں کرتے۔ یا اس لئے کہ وہ بادشاہ کے مقربین ہوتے ہیں ان کے ذریعہ سوال کرنا زیادہ مناسب ہوتا ہے تاکہ جلدی قبول ہو۔ پس ان دنیاوی بادشاہوں کی طرح جسے انبیاء و اولیاء کو بھی وسائل و وسیلہ بنایا

یاسبھا تو وہ کافر مشرک ہے۔ اس کا مال حلال ہے۔ اور خون مباح ہے۔ علماء رحمہم اللہ نے اسکی تصریح کی ہے۔ اور اجماعاً ایسا ہی حکم کیا ہے۔

اقتناع و شرح قتناع میں لکھا ہے کہ جس شخص نے اپنے اور خدا کے درمیان وسائط مقرر کئے اور ان کو حوائج میں پکارا اور اپنا اعتماد کیا اور ان سے سوال کیا ایسا شخص اجماعاً کافر ہوا۔ اس لئے کہ یہ مشرک بت پرستوں کا طریقہ ہے جو کہتے تھے کہ ہم ان کی محض اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہم کو خدا کے قریب کر دیں۔

امام ابو الوفا علی بن عقیل حنبلیؒ نے فرمایا کہ جاہلوں پر جب تکلیفات آئیں تو شرع کے طریقہ سے پھر کر وہ اوضاع اختیار کئے جو انہوں نے خود اپنے لئے وضع کئے تھے تو یہ نئے طریقے ان کو آسان معلوم ہوئے۔ کیونکہ یہ طریقے کسی اور کے حکم سے اختیار نہیں کئے تھے یہ امام فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ایسے لوگ ایسے طریقوں کی وجہ سے کافر ہیں۔ مثلاً تعظیم قبور۔ انہی عزت کرنا۔ قبروں سے چمٹنا جس کو شرع نے منع فرمایا ہے۔ مثلاً وہاں آگ جلانا، ان کو چومنا، بوسہ دینا، اپنا خوشبوئی ملنا۔

(۱) حاجات کے وقت مردوں کو پکارنا، قبروں پر رقبہ لکھنا کہ اے میرے مولا! میرا یہ کام اس طرح کرنے، اور تبرکات وہاں کی خاک اٹھانا، یا قبور پر خوشبوئی ڈالنا۔ سفر کے قبور کی طرف جانا اور درختوں پر چبھڑے لٹکانا، یہ لات و عزے کے پوجنے والوں کی تقلید و اقتدا ہے۔ امام بخاری شافعیؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی تشریح میں یوں فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”جو لوگ خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی پرستش محض ان کو اپنا خدا کی سامنے وسیلہ سمجھ کر کرتے ہیں۔ کفار سے جیب سوال ہوتا ہے کہ بتاؤ آسمان و زمین کا خالق کون ہے تو کہتے ہیں کہ خدا ہے۔ اور جب سوال ہوتا ہے کہ تم بت پرستی کیوں کرتے ہو تو کہتے ہیں کہ ہم ان کو نہیں پوجتے۔ بلکہ ان کو اپنا وسیلہ جانتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہماری خدا کے دربار میں سفارش کریں گے۔ حالانکہ یہ ان کا کفر تھا“

پس صاحب اقتناع اور ابن عقیل کے اقوال پر غور کرنے سے ثابت ہوا کہ تعظیم قبور اور قبر والوں سے طلب حاجت کرنا یا ان سے خطاب کرنا کفر ہے۔

اس آیت کی تشریح میں جس میں خدا فرماتا ہے ”جو لوگ خدا کو چھوڑ کر اوروں سے امداد حاصل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کو محض خدا کے سامنے سفارشی جانکر پکارتے ہیں“

مصنّف تفسیر ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ انہوں نے مقرب فرشتوں کی موتیں اپنے خیال سے بنا کر انکی پرستش کی اور ان موتوں کو بمنزلہ ملائکہ تصور کیا۔ اس لئے خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ لوگ دراصل اپنے خیال میں ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں تاکہ وہ ان کو امداد دیں۔ رزق عطا کریں یا اور دنیاوی مشکلات ان کے ذریعہ حل ہوں۔ آخرت کے تو وہ منکر تھے۔ قتادہ و سدی و مالک زید بن اسلم و ابن زبیر اس آیت کی تشریح میں ان کی شفاعت کے معنی کرتے ہیں۔ اس لئے مشرک لوگ جاہلیت میں حج کے موقع پر تبلیغہ میں یوں کہتے تھے ”خدا یا ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایک ایسا شریک ہے کہ اس کا بھی تو مالک ہے یہی عقیدہ پڑائے اور نئے مشرکوں کا چلا آتا ہے۔ اسی عقیدہ کی تردید کے لئے تمام انبیاء تشریف لائے۔ انبیاء نے انہیں سخت منع کیا اور خدا نے واحد کی پرستش کی تعلیم دی اور سمجھایا کہ یہ عقیدہ مشرکوں کا سن گھڑ ہے خدا اس سے رضی نہیں بلکہ ناراض و ناخوش ہے۔ کیونکہ وہ وحدہ لا شریک فرماتا ہے کہ ہر امت میں ہم نے رسول اس لئے بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو سمجھاوے کہ تم ایک خدا کی پرستش کرو اور شرک سے بچو۔ پھر فرمایا ہے کہ آپ سے پہلے تمام پیغمبروں کو میں ہی حکم دیتا رہا کہ میں ایک خدا ہوں خاص میری پرستش کرو۔ اور خدا نے فرمایا کہ آسمان کے تمام مقرب فرشتے وغیرہ سب خدا کے بندے اور اس کے سامنے سر جھکانے والے ہیں۔ بغیر اس کی رضا کے وہ کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے اور یہ فرشتے ایسے نہیں کہ جس طرح امراء بادشاہوں کے سامنے سفارش کرتے ہیں۔ چاہے بادشاہ کی رضا ہو یا نہ ہو۔ پس تم خدا کے لئے ایسی مثالیں مت پیش کرو۔ خداوند تعالیٰ ایسی مثالوں سے برتر و اعلیٰ ہے؟ انتہا۔

۱۰ اے رسول ان مشرکوں کو فرمادے کہ آسمان و زمین میں تم کو رزق کون دیتا ہے۔ یا سمع و بصر کا مالک کون ہے؟ اس کی تشریح امام بکری نے یوں کی ہے کہ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ سب چیزوں کا مالک جب وہ خدا کو مانتے تھے تو پھر کیوں بت پرستی کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سب مشرکوں کا یہ عقیدہ تھا کہ بت پرستی درحقیقت خدا پرستی ہی ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے سفارشی ہیں یہ بزرگ یا ملائکہ ہم کو خدا کے نزدیک کر دیں گے۔ لیکن ان کے مختلف طریقے تھے۔ ایک فرقہ کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم براہ راست خدا کی عبادت کی جاہلیت ہی نہیں رکھتے۔ کیونکہ خدا بہت بڑی عظیم الشان ہستی ہے ہم بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم جیسے ادنیٰ آدمی ان کے ذریعہ بارگاہ الہی تک پہنچ سکیں ایک فرقہ کا یہ خیال تھا کہ فرشتوں کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک خاص مرتبہ ہے ہم نے ان کے بت

جنت بنا رکھے ہیں کہ ان کی عبادت سے خدا کا تقرب حاصل ہو۔ ایک گروہ کا عقیدہ تھا کہ یہ عبت صرف بطور قبلہ کے ہمارے سامنے ہوتے ہیں جیسا کہ کعبہ عبادت کے وقت قبلہ ہوتا ہے۔ ایک جماعت یہ کہتی تھی کہ ہر فرشتے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک شیطان بطور موکل کے مقرر کیا ہے جو عبت کی عبادت خوب اچھی طرح سے کرتا ہے شیطان اس کی ضرورت پوری کر دیتا ہے۔ اور جو اس عبت کی عبادت نہیں کرتا شیطان اس کو اللہ کے حکم سے تکلیف پہنچاتا ہے۔

ان ائمہ دین کی تصریحات کو دیکھئے کہ ان مشرکین نے غیر اللہ کی عبادت صرف اس لئے کی کہ تقرب بارگاہ الہی حاصل ہو۔ اور ان کو بطور شفیع پکارا اور ان سے دعا کی۔ اور یہ بھی کہا کہ یہی وہ مشبہ ہے کہ جس میں عہد گذشتہ کے مشرکین اور آج کل کے مشرک مبتلا ہیں۔ اور اسی کی تردید و تغلیط کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو بھیجا۔ شیخ بکری نے آیت مذکورہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ کفار و مشرکین کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ انہوں نے اپنے معبودان باطل کو شفیع بنایا تھا اور ظاہر ہے کہ قرآن کریم نے اس کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ بھی قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار نے جن کی عبادت کی اور طلب شفاعت کی اور ذریعہ تقرب بارگاہ الہی سمجھا حاشا و کلام کہ انہوں نے ان معبودوں کو اپنا خالق یا رازق سمجھا ہو۔ بلکہ وہ سب کے سب اس کا اقرار کرتے تھے کہ بارش کا اتارنے والا، اناج پیدا کرنے والا، رزق دینے والا اللہ ہی ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے جیسا کہ فرمایا ”ان مشرکوں سے دریافت فرما کہ آسمان و زمین میں رزق کون دیتا ہے اور کان و آنکھ کا مالک کون ہے۔ اور مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کون کرتا ہے اور تمام کاموں کا مدد و بہت کس کے قبضہ میں ہے؟ تو اس کے جواب میں سب مشرک بکربان ہو کر کہیں گے کہ ان سب کا کریمو الا ایک خدا ہے۔ پھر آپ ان کو فرما دیں کہ پھر تم کیوں خدا سے نہیں ڈرتے کہ اس کے ساتھ شرک کرتے ہو؟ پھر خدا فرماتا ہے کہ اگر ان مشرکوں سے سوال کرو کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا اور ان میں سورج و چاند کو کس نے مسخر کیا۔ تو سب کہیں گے کہ خدا نے کیا ہے۔ تو پھر توحید سے کیوں مڑتے اور منکر ہوتے ہیں؟ پھر خدا نے فرمایا کہ مشرک اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ یہ زمین اور اس کی تمام چیزیں کس کی ہیں۔ فوراً یہ کہیں گے کہ خدا کی ہیں۔ پھر آپ ان کو کہیں کہ جان پہچان کہ پھر کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ اور فرمایا:-

”پوچھ ان مشرکوں سے سات آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے جواب میں مشرک کہیں گے کہ خدا ہی ہے، آپ ان سے کہیں کہ پھر تم کیوں اس خدا سے نہیں ڈرتے۔ پھر فرمایا کہ:-

”مشرک اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ ہر ایک چیز کا اختیار منہ کون ہے۔ وہی بچاتا ہے۔ اُس کو کوئی بچانے والا نہیں۔ سب کہیں گے کہ خدا ہی۔ آپ ان سے فرمادیں کہ جانتے پہچانتے ہوئے پھر تم پر نادانی کا کیا جھوٹ سوار ہو جاتا ہے کہ شرک کرتے ہو؟“

ان کے علاوہ اور بہت سی آیتیں ہیں کہ مشرک اپنے معبودوں کو خدا کے حضور اپنا سفارشی سمجھتے تھے پھر اسی عقیدہ کی بندش کیلئے خدا نے مختلف اوقات میں رسول بھیجے جنہوں نے انکو ان بُرے عقیدوں سے منع کیا۔

شفاعت

خدا نے فرمایا کہ شفاعت کا اختیار سب خدا کے ہاتھ ہے۔ اور بغیر اُس کے اذن کے کسی کو اس کے پاس سفارش کی مجال نہیں۔ اور خدا بھی اس کو اجازت دیتا ہے جسکے اعمال فعال درست ہوں۔ جب خدا بغیر توحید کے اور کسی چیز سے راضی نہیں تو شفاعت بھی ان قیود سے مقید ہوتی۔ خدا فرماتا ہے کہ کیا ان مشرکوں نے خدا کے سوا اور دل کو اپنا سفارشی سمجھ لیا ہے آپ ان کو کہیں کہ اگر تمہارے یہ معبود نہ کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ ان کو عقل ہو تب ہی تم ان کو اپنا سفارشی سمجھو گے۔ آپ ان مشرکوں سے فرمادیں کہ تمام شفاعت کا اختیار خدا کا ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ خدا کے سوا نہ کوئی تمہارا دوست اور نہ کوئی سفارشی ہے۔ پھر فرمایا کہ بغیر اذن خدا کون اس کے سامنے سفارش کر سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ”قیامت کے دن خدا کی رضا و اذن کے بغیر کسی کی سفارش نفع مند نہیں ہو سکتی۔“ پھر فرمایا کہ ”آسمان کے بہت سے ایسے فرشتے ہیں کہ بغیر اذن و رضائے خدا اُن کی شفاعت و سفارش کچھ بھی نفع رساں نہیں۔“ پھر فرمایا کہ ”خدا کے سامنے اس کے اذن کے بغیر کوئی سفارش فائدہ مند نہیں۔“

بخاری و مسلم میں دونوں جہانوں کے سردار شرف المخلوقات سردار کائنات فرمودات سے یوں روایت آئی ہے کہ قیامت کو میں عرش کے نیچے آکر سر بسجود ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کہوں گا۔ پھر خدا کی حمد و ثنا کے وہ دروازے کھل جائیں گے جو اس وقت میرے خیال میں بھی نہیں۔ جب تک خدا کی رضا ہوگی اس وقت تک میں سر بسجود رہوں گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہو گا کہ محمد! سر اٹھا تے! آپ سوال فرمائیں میں قبول کروں گا۔ اور شفاعت کرو۔ آپ کی شفاعت منظور ہوگی۔ اور فرمایا کہ پھر میرے لئے ایک حد مقرر ہوگی۔ پھر امت کو میں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر دوبارہ ایسا کروں گا۔ اسی طرح چار مرتبہ کا ذکر سردار کائنات نے فرمایا ہے جس آیت میں یہ ذکر ہے کہ اے رسول! پاک

اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈرا جو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے ترساں ہیں۔ ان کا سوائے خدا کے نہ کوئی دوست نہ سفارشی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام بکریؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں خدا نے شفاعت کی بالکل نفی ہی کر دی حالانکہ آخرت میں شفاعت ہوگی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ چونکہ بغیر اذن خدا کے نہیں ہوگی۔ تو گویا خدا کے سوا شفاعت ہی موجود نہیں۔ اس میں مقصد مراتب کا بتانا ہے۔ اور نفی والا جملہ بھتر دا کی ضمیر سے حال واقع ہوا ہے۔ اور یہ محل خوف ہے۔ مراد اس سے گنہگار مومن نہیں۔ اور جس آیت میں یہ ذکر ہے کہ اس دن رحمن کی رضا کے بغیر شفاعت بسوء ہے اس کی تشریح میں کہا ہے کہ آیت میں ثابت ہوتا ہے کہ شفاعت فقط مومنوں کے لئے ہے۔

اس آیت کی تشریح میں جس میں ذکر ہے کہ اے محمدؐ ان کو کہہ دو کہ آسمان و زمین کا مالک کون ہے۔ کہہ دے کہ خدا ہی ہے۔ حافظ عواد الدین بن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں خدا نے اپنی الوہیت ثابت کی ہے ورنہ خالق زمین و آسمان تو وہ بھی مانتے تھے اور مدبر آسمان و زمین خدا کو جانتے تھے اپنے دوسرے معبودوں کو مخلوق خدا جانتے تھے جس طرح حج کے موقعہ پر ان کے تبلیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کہتے تھے ایخدا ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں۔ مگر ایک ایسا شریک ہے کہ اس کا بھی تو مالک ہے اور وہ خود مالک نہیں۔ اور خدا نے فرمایا کہ مشرک کہتے ہیں کہ ہم ان معبودوں کی پرستش اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا تک پہنچا دیں۔ اسی بات کا انکار خدا نے فرمایا کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ بلکہ بغیر اذن خدا نہ کوئی سفارش کر سکتا ہے اور نہ کوئی سفارش فائدہ مند ہو سکتی ہو اول سے آخر تک ان خیالات کے رد کرنے کیلئے خدا نے رسول بھیجے ہیں اور انبیاء نے انکا ایسے عقیدوں سے منع کیا اور اسوائے اللہ کی عبادت سے روکا۔ کفار نے ان انبیاء کی تکذیب کی اور نہ مانا۔ انتہی۔

مقصود یہ ہے کہ وہ کون سا شرک تھا جس کی بنا پر رسول کریمؐ نے مشرکوں سے جنگ کی۔ حالانکہ وہ بھی یہ کہتے تھے اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم خدا کی طرف ان کے ذریعہ سے تقریباً حاصل کرتے ہیں تاکہ خدا کے ہاں یہ ہماری سفارش کریں۔ وہ ہی شرک تھا کہ اپنے معبودوں کو واسطہ و سفارشی سمجھتے تھے اور مردود سے بوقت حاجت استغاثہ کرنا اور ان سے امداد چاہنا یہ بھی شرک اکبر میں سے ہے جس کی وجہ سے خدا نے مشرکوں کو کافر فرمایا۔

مقصود اس کلام کا یہ ہے کہ شفاعت بغیر اذن خدا نہیں۔ اور خدا کا اذن اس کے لئے ہے جس کے اعمال و اقوال کو خدا پسند فرماوے اور خدا توحید کو ہی پسند فرماتا ہے جس طرح گذشتہ

دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ رسل و ملائکہ خدا کے مقرب ہیں۔ خدا کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتے جس کے لئے خدا کی مرضی ہوگی اسی کی سفارش ہوگی؛

گویا سفارش درحقیقت خدا کی ہے کیونکہ اُس کی مرضی کے بغیر تو ہو ہی نہیں سکتی اس لئے اس سفارش کو خاص اپنی طرف نسبت فرمایا۔ یہ خدا کے ارادہ سے ہے۔ اور ارادہ اس کے لئے ہے جیسے خدا کا رحم ہے۔ یہ اس شفاعت کے برخلاف ہے جو مشرکوں کا عقیدہ تھا جسکو خدا نے باطل و غلط قرار دیا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ ”اُس دن کے عذاب سے ڈرو کہ کوئی نفس کسی نفس کو فائدہ نہیں دے سکیگا۔ اور نہ کسی کا جرم مانہ قبول ہوگا۔ اور نہ کسی کی شفاعت سنی جائیگی“

دوسری آیت میں فرمایا کہ ”خدا کے راہ میں مال کو اُس دن کے آنے سے پہلے خرچ کر دو کہ اُس دن نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی اور نہ شفاعت کام آویگی“

لہذا کامیاب دینک نجات اہل توحید ہی ہونگے جن کو سید الشفا پیغمبر خدا کی شفاعت قیامت کے دن نصیب ہوگی جس طرح نفوس سے ثابت ہے۔ بخاری نے ابو ہریرہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول کریم نے فرمایا قیامت کو میری شفاعت کے لئے سب سے زیادہ سعید وہ شخص ہوگا۔ جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ خالص قلب سے کہا۔ عوف بن مالک نے رسول کریم سے نقل کیا کہ ”رب کی طرف سے میرے پاس ایک آیت والا آیا اُس نے مجھے اختیار دیا کہ یا نصف امت جنت میں داخل ہو یا شفاعت قبول کر لو۔ تو میں نے شفاعت کو قبول کر لیا۔ یہ شفاعت اُس شخص کے حق میں ہوگی جو مرتے دم تک توحید پر قائم رہا ہو“ اس کو ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اہل توحید ہی اس شفاعت کے مستحق ہونگے۔ اور یہ کامیابی اُن کے نصیب ہوگی۔ جو کھرے

کھرے خالص سچے موحد ہیں۔ اور تعلقات شرکیہ سے پاک ہیں۔ ان کو ہی خدا پسند فرمائیگا۔ چنانچہ خدا نے فرمایا ہے کہ ”انبیاء و غیرہ بغیر خدا کی پسندیدگی کے کسی کیلئے بھی شفاعت نہیں کریں گے“۔ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ جس شخص کی بات و عمل کو جب تک پسند نہ کر لے اُس وقت تک کوئی شفاعت نہیں کر سکتا۔ اُس دن شافع کو اذن ہوگا اور جس کے لئے شفاعت کی جاتی ہے اُس کو خدا پسند فرمائیگا۔ تب شفاعت ہوگی۔ نہ مشرک ہی خدا کو پسند ہے۔ اور نہ مشرک کا قول ہی پسند ہے۔ پس شفاعت کنندگان کو ان کے حق میں شفاعت کی اجازت ہی نہیں ہوگی۔ کیونکہ خدا نے اس کو دو امروں سے معاف کیا ہے۔ اول جس کیلئے شفاعت ہو اُس سے خدا راضی ہو۔ دوم یہ کہ شافع کو اذن ہو۔ لہذا جب تک یہ دونوں امور نہ ہوں شفاعت نہیں ہو سکتی۔ شفاعت حقیقت میں خاص خدا کے حکم

سے ہے۔ اذن دینے والا، شفاعت قبول کرنے والا اور بندہ کے اعمال و اقوال کو پسند کرنے والا خدا ہی ہے اور یہ توفیق بھی خدا کی طرف سے کہ اس کو اس کے لائق بنایا کہ اس کی شفاعت منظور ہوئی اور اس نے ایسے نیک اعمال کئے جن کی بناء پر اس کو یہ درجہ نصیب ہوا۔ یہ سب خدا کے فضل سے ہے۔

اہل توحید پر خدا کی مہربانی ہے کہ ان کے حق میں شفاعت قبول کرتا ہے۔ اور ان کے گناہ معاف فرماتا ہے اور انبیاء و اولیاء کے ذریعہ اس لئے ایسا کرتا ہے کہ ان کی عزت و کرامت ثابت فرمادی کہ یہ میرے پسندیدہ بندے ہیں جن کی سفارش میں قبول کرتا ہوں جس شفاعت کی قرآن کریم نے نفی کی ہے وہ ہے جس میں شرک ہے۔ اور جو شفاعت ثابت ہے وہ اہل توحید کے لئے ہے چنانچہ ابوہریرہؓ و عوف والی مذکورہ بالا احادیث سے یہی ظاہر ہے۔ آیت۔ ”کیا ان مشرکوں نے خدا کو چھوڑ کر اوروں کو شفعاء سمجھا ہے۔ اے رسول ان کو کہہ دے کہ اگرچہ تمہارے یہ معبود نہ کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ ان کو عقل ہو۔ پھر بھی تم ان کو شفاعت کا مالک سمجھو گے۔ نہیں بلکہ شفاعت کا تمام اختیار خدا کا ہے“ پھر دوسری آیت میں فرمایا ”یہ مشرک بغیر خدا کے ایسے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر دے سکتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ یہ ہمارے خدا کے یہاں سفارشی ہیں۔ آپ ان سے کہیں کہ تم خدا کو آسمان و زمین کی چیزیں بتاتے ہو خدا کو تو کوئی زمین و آسمان میں سفارشی نظر نہیں آتا۔ خدا ان مشرکوں کے افتراء سے پاک ہے۔“ پس ان آیات میں بیان فرمایا کہ شفعاء ماننے والے مشرک ہیں۔ اور شفاعت ان کے بنانے سے نہیں بنتی۔ بلکہ خدا کے اذن سے ہوگی۔ شافع کو اذن دیگا اور مشفوع کو خدا پسند فرمائے گا جس طرح پہلے اس کا بیان گذرا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کتاب و سنت سے یہ ثابت ہے کہ جو لوگ محبوب، یا ابن عباسؓ یا انبیاء یا ملائکہ یا اولیاء کو اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ جانتے ہیں تاکہ یہ ان کے حق میں سفارش کریں۔ کیونکہ ان کا درجہ خدا کے بہت نزدیک ہے جس طرح بادشاہوں کے یہاں ہوتا ہے۔ پس ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک کافر ہے۔ اُس کا خون روا اور مال مباح ہے اگرچہ ”شہدان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ“ پڑھے اور نماز روزہ پر بھی عامل ہو۔ اور خود کو مسلمان کہے پھر بھی اس کے اعمال باطل ہوئے۔ اس کی دنیا کی کمائی برباد ہوئی اور وہ یہ خیال کئے بیٹھا ہے کہ وہ اچھا کرتا ہے۔ جو شخص آیات قرآنی میں غور کرے اُسے صاف معلوم ہو گا کہ جن مشرکوں سے رسول کریمؐ نے جنگ کی تھی وہ بھی مانتے تھے کہ آسمان و زمین تمام

کائنات کا خالق مالک رائق خدا ہے۔ اور یہ تمام چیزیں خدا کی مخلوق ہیں۔ ان پر اسی کا حکم و قہر ہے اور اسی کے اختیار و اقتدار میں ہیں۔ جس طرح خدا نے خود مشرکوں کے عقیدے کو سورہ یونس و سورہ مومنین و عنکبوت و غیرہ سورتوں میں بیان فرمایا ہے۔ اور صریح اس کو معلوم ہو گا کہ مشرک بھی اپنے پہلے زمانہ کے گزرے ہوئے صالحوں کو پکارتے تھے۔ چنانچہ خدا نے سورہ سبحان و مادہ و غیر میں یہ ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح وہ ملائکہ کو پکارتے تھے۔ اور ان کی پرستش کرتے تھے۔ چنانچہ سورہ فرقان و نجم میں مذکور ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مشرکوں کا عقیدہ صرف شفاعت و تقرب الی اللہ تھا۔ چنانچہ ان کا بیان سورہ یونس و زمر و غیرہ میں موجود ہے۔ اب یہ بات ظاہر ہوئی کہ قرآن مجید نے تین مسائل کی تصریح کی ہے۔ اول یہ کہ مشرک توحید ربوبیت کے قائل تھے یعنی خدا کو تمام کارب ملتے تھے۔ دوم وہ صالحین کو پکارتے تھے۔ سوم یہ کہ ان کا ارادہ محض ان کی سفارش تھا۔ پس آج کل قبور کے پاس جو کچھ بوقت حاجت و مصیبت اور طلب منفعت کے لگو کیا جاتا ہے یہ وہی شرک اکبر ہے جس کے باعث خدا نے مشرکوں کو کافر ٹھہرایا۔ یہ مشرک بھی خدا کو مخلوق کے ساتھ مشابہ کرتے ہیں۔ ایسی باتوں کی تردید میں جو بیان قرآن مجید و اہل علم کے کلام مذکور ہے وہ اس قدر ہے کہ ہم اس کو تمام و کمال یہاں نہیں لکھ سکتے۔

وسیلہ

بادشاہ اور لوگوں کے درمیان جو واسطے ہوتے ہیں وہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اول بادشاہ کو جن باتوں کی خبر نہ ہو ان کی خبر کرنا۔ جو یہ کہے کہ خدا بھی بندوں کے احوال سے اسوقت تک باخبر نہیں ہوتا جب تک انبیاء و اولیاء اس کو نہ بتائیں، تو وہ کافر ہے۔ خدا پر تو آسمان و زمین کی تمام مخفی و ظاہر چیزیں خود آشکارا ہیں۔ دوم بادشاہ مددگاروں کے بغیر انتظام ملک و دفع اعداء نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس کو معاونین کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ بغیر معاونین کے عاجز ہوتا ہے۔ خدا ایسا نہیں۔ نہ اس کا کوئی مددگار ہے نہ معاون۔ وہ ان کی حاجت ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ وجود میں جتنی اشیاء ہیں خدا ہی ان کا خالق و مالک ہے۔ وہ تمام ماسوا سے غنی ہے۔ کل ماسوا اس کی محتاج ہے۔ بادشاہ ایسے نہیں بلکہ اپنے معاونین کے وہ خود محتاج ہیں اور غنیقت یہ ہے کہ یہ معاونین بادشاہوں کے شریک ہیں۔ خدا کا ملک میں کوئی شریک نہیں وہ واحد لا شریک ہے۔ اور وہی لائق ملک و حمد کے ہے۔ اس لئے اس کی مرضی کے بغیر کوئی اس کے پاس شفاعت نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ کوئی مرسل نبی شفاعت کر سکتا

ہے چہ جائیکہ اور کوئی کر سکے۔ جو شخص بغیر اذن کسی کے پاس سفارش کرتا ہے۔ گویا وہ اس کا حصول مطلوب میں شریک ہے۔ اور وہ اثر ڈال کر اپنی سفارش کے ذریعے سے اس سے اپنا مطلب نکالتا ہے۔ خدا کا کسی وجہ سے کوئی شریک نہیں ہے۔ سوم۔ بادشاہ کے لئے جب تک کوئی باہر سے تحریک دینے والا نہ ہو وہ رعیت پر احسان کرنے کے لئے متوجہ نہیں ہوتا یا جب تک بادشاہ کو اس کا نامح یا اس کی تعظیم کرنے والا نہ سمجھاوے۔ یا ایسا شخص جس سے بادشاہ کو خوف ہو۔ یا اس سے کوئی امید نہ ہو تب تک بادشاہ رعیت کی بہتری کے لئے متوجہ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس خدا ایسا نہیں بلکہ وہ تو ہر چیز کا مالک و رب و ارحم الراحمین ہے۔ مال سے زیادہ مہربان ہے۔ اور تمام اسباب اس کی مشیت سے ہیں جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔ خدا کی جب مرضی ہوتی ہے کہ ایک کو دوسرے سے نفع پہنچائے۔ تو ایک کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ وہ دوسرے پر احسان کرتا ہے۔ یا اس کے لئے دعا مانگتا ہے۔ یا اس کی سفارش کرتا ہے۔ یہ سب کام خدا کے ہیں۔ اور خدا نے ہی اس محسن کے دل میں احسان اور دعا کرنے والے کے دل میں دعا و سفارش کا خیال ڈالا۔ ایسا ہو نہیں سکتا کہ خدا کو اس کی مرضی کے برخلاف کوئی مجبور کرے یا جو خدا کو معلوم نہیں وہ خدا کو بتلائے۔

شفاء جو خدا کے پاس سفارش کرتے ہیں۔ وہ اس کے اذن کے بغیر سفارش نہیں کر سکتے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

بخلاف اس کے دنیاوی محتاج بادشاہوں کے پاس سفارشی ان کے ملک میں ان کا شریک ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات وہ سفارشی بادشاہوں کے ملکی معاملات میں معاون و مددگار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ بادشاہوں کے اذن کے بغیر بھی لوگوں کی سفارش کر سکتے ہیں۔ بادشاہ ان کی سفارش اکثر اس لئے سنتا و قبول کرتا ہے کہ اس کو بھی ان کی حاجت ہوتی ہے۔ اور ان کے احسان کا بدلہ پورا کرنے کے واسطے ان کی سفارش قبول کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بادشاہ اپنی بیوی و فرزند کی بھی سفارش اس لئے قبول کرتا ہے کہ وہ ان کا بہت سی باتوں میں محتاج ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر بیٹا و زوجہ اس کے برخلاف ہو جائیں تو اس کو بڑی تکلیف ہو۔ بادشاہ اپنے غلاموں کی سفارش بھی اس لئے قبول کرتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر وہ اس کی پوری اطاعت نہ کریں۔ اور بھائی کی اس لئے کہ وہ اس کو نقصان نہ پہنچائے۔

انسانوں کی آپس میں تمام سفارشی اسی قسم کی ہیں۔ دنیا میں کوئی کسی کی سفارش

قبول نہیں کرتا جب تک کہ اس سے کوئی مطلب نہ ہو یا اس سے خوف نہ کرتا ہو۔ خدا نہ کسی سے امید کرتا ہے نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ ہی کسی کا محتاج ہے۔ وہ اپنے ماسوا سے غنی ہے اور مخلوق کا اس کی محتاج ہے۔ مشرک لوگ مخلوق میں سے نیک لوگوں کو اپنا سفارشی سمجھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کی تردید فرماتا ہے۔ کہ انہوں نے ایسے معبود مقرر کئے ہیں جو ان کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ ان کا خیال ہے کہ خدا کے یہاں یہ ہمارے سفارشی ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ آسمان وزمین میں تو میرا کوئی شریک ہے نہ میرے سامنے سفارشی ہے۔ خدا ان مشرک کا نہ خیال سے برتر و اعلیٰ ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ ہمارے موعود خدا نہ دکھ دے سکتے ہیں۔ اور نہ نفع رسانی کر سکتے ہیں۔ بلکہ اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ہٹا بھی نہیں سکتے۔ یہ ان مشرکوں کا بیان ہے جو خدا کے یہاں اس کے نیک بندوں کو جو خود خدا کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اپنا سفارشی سمجھتے ہیں۔ اس لئے خدا نے خبر دی کہ خدا کے بغیر تم جن کو پکارتے ہو وہ نہ دکھ دے سکتے ہیں اور نہ دکھ کو پھیر سکتے ہیں۔ بلکہ یہ خدا کے نیک بندے خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور خدا کی نزدیک چاہتے ہیں۔ پس جن ملائکہ و انبیاء کو یہ مشرک اپنا واسطہ سمجھتے تھے اس کی خدا نے نفی کی۔ جس کو خدا نے ہدایت کی ہے اس کے لئے ہمارا یہی بیان کافی ہے۔ اور جس کی آزمائش خدا کو منظور ہے اس کے لئے کوئی جیلہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ جس کو خدا ہدایت کرے وہی راہ راست پر ہوگا جس کو وہ گمراہ کرے تو آپ اس کیلئے نہ کوئی دوست اور نہ ہادی تلاش کر سکتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ

لوگوں نے سوال کیا کہ اگر کوئی نہ زکوٰۃ دے، نہ نماز پڑھے صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے کیا ایسا شخص مومن ہے؟

ہم اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے بھی اپنے شرک پر قائم رہے۔ اور مردوں کو بوقت حاجت پکارے اور دفع تکلیفات کے لئے ان سے امداد طلب کرے تو ایسا شخص مشرک کافر ہے۔ اس کا خون مباح اور مال لوٹنا روا ہے۔ اگرچہ یہ شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے، نماز پڑھے، روزہ رکھے، اور دعوے اسلام کا بھی کرے جیسا اوپر گذرا۔ لیکن اگر ایک شخص خدا کو واحد جانتا ہے اور شرک نہیں کرتا۔ مگر نہ نماز پڑھتا ہے نہ

زکوٰۃ دیتا ہے۔ اور ان ہر دو کو واجب نہیں جانتا تو ایسا شخص اجماعاً کافر ہے۔ ہاں اگر ان کا واجب ہونا ماننا ہے۔ لیکن سستی سے نماز چھوڑ دینا ہے ایسے شخص کے کفر میں علماء کا اختلاف ہے۔ اجماع علماء رحمت ہے۔ یہ اجماع ضلالت پر نہیں ہوتا۔ اور جب علماء میں نزاع ہو اُس وقت فیصلہ اللہ و رسول کے کلام سے ہو گا۔ ایک عالم مطلقاً معصوم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بعض باتیں قابل تسلیم ہوتی ہیں بعض نہیں ہوتیں۔ یہ خاصہ رسول کریم کا ہے کہ آنجناب کی ہر بات قابل تسلیم و واجب فیصل ہے۔ دوسرا کوئی شخص اُن کے ساتھ اس مرتبہ میں برابر نہیں ہو سکتا۔ خدا فرماتا ہے: ”اپنے تنازعات میں آخری فیصلہ خدا و رسول کا قبول کیا کرو“ علماء نے فرمایا کہ بعد از وفات رسول کریم، خدا و رسول کا فیصلہ قرآن و حدیث کو کہتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ جس بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے۔ اس کا فیصلہ اللہ سے کراؤ۔ خدا نے اس کی مذمت فرمائی جو کتاب اللہ کو چھوڑ کر تنازع کے وقت کسی غیر کو اپنا حکم و منصف بنائے۔ خدا منافقوں کی بُرائی کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ ”ان منافقوں کو جب اللہ و رسول کے احکام کی طرف بلایا جائے تو آپ منافقوں کو آپ سے پھرتا ہوا دیکھتے ہیں“

اس کے بعد معلوم ہو کہ بغیر انکار سستی سے تارک صلوٰۃ کی نسبت علماء کا یہ اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ و امام شافعیؒ کے دو قولوں میں سے ایک قول و امام مالکؒ یہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ اور انہوں نے عبادہ بن صامت کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ میں نے رسول کریم سے سنا آپ نے فرمایا کہ بندوں پر خدا نے پانچ غایب فرض کی ہیں جو اُن کو بجا لاوے خدا کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں داخل کریگا۔ اور جو ان کو نہ بجا لاوے اس سے خدا کا عہد نہیں اگر چاہے اس کو عذاب کرے یا معافی دیوے۔ اور ہمارے امام احمد بن حنبلؒ و شافعیؒ کی ایک رائے واسحق بن راہویہ و عبد اللہ بن مبارک و نخعی و حاکم و ایوب سختیانی و ابو داؤد و طیالسی وغیرہ بڑے بڑے ائمہ و تابعین کی یہ رائے ہے کہ ایسا شخص کافر ہے۔ اسحق بن راہویہ نے اس کو اجماعی طور پر نقل کیا ہے۔ اس سے شیخ احمد بن حجر ہسینی نے اپنی کتاب شرح الاربعین و کتاب زواجر عن اقراف الکبائر میں جمہور صحابہ کا قول اسی طرح نقل کیا ہے۔ امام ابو محمد بن حزم نے فرمایا کہ تمام صحابہ و تابعین تارک الصلوٰۃ کو مطلقاً کافر کہتے تھے۔ اور اُس پر مرتد ہونے کا فتوٰ لگاتے تھے۔ چنانچہ انہی میں سے جو تارک الصلوٰۃ کو کافر کہتے ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ و عبد اللہ بن عمروؓ و عبد اللہ بن مسعودؓ و عبد اللہ بن عباسؓ و معاذ بن جبلؓ و جابرؓ

بن عبد اللہ و عبد الرحمن بن عوف و ابوالدرداء و ابو ہریرہ وغیرہ صحابہ ہیں۔ ان مذکورہ بالا
اصحاب کی رائے سے مخالف کسی صحابی کی رائے ہم کو معلوم نہیں۔ اور ان بزرگوں نے مذکورہ بالا
حدیث کہ ”اگر چاہے تو عذاب کرے اور چاہے تو بخشدے“ کا جواب یہ دیا ہے کہ مراد اس سے
عدم محافظت علی الصلوٰۃ فی اوقا تھا ہے۔ برسبیل ان آیات و احادیث کے جو ان کی بابت و
ترک کی بابت وارد ہوئی ہیں۔ تارک صلوٰۃ کے کفر پر انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے
جس کو صحیح مسلم نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ ”رسول کریم نے فرمایا کہ آدمی کے شرک
و کفر میں ترک صلوٰۃ کا فرق ہے“ بریدہ بن حصیب سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں نے رسول کریم
سے سنا کہ فرماتے تھے ”ہمارے اور کفار کے درمیان وعدہ و فرق نماز ہے جس نے نماز ترک کی وہ کافر
ہوا“ اس کو امام احمد و اہل سنن نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
اس کی سند شروط مسلم کے ماتحت ہے۔ رسول کریم کے آزاد کردہ ثقبان سے روایت ہے کہ اُنہیں
کہا میں نے رسول کریم سے سنا کہ بندہ اور کفار و ایمان کے درمیان فرق نماز ہے۔ جب نماز
ترک کرے وہ مشرک و کافر ہوتا ہے اس کی سند بھی شروط مسلم کے ماتحت صحیح ہے۔ اور عبد اللہ
بن عمرو بن عاص بنی کریم سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب نے ایک دن نماز کا ذکر فرمایا۔ پس آپ نے
فرمایا جو ان نمازوں کی نگہداشت کریگا یہ نمازیں اس کے لئے نور و برہان ہوں گی۔ اور قیامت کو
باعث نجات ہوں گی۔ جو محافظت نہ کرے اس کو نہ نجات نہ برہان اور نہ نور ہوگا۔ قیامت کے
دن یہ شخص فرعون و ہامان و قارون و ابی خلف کے ہمراہ ہوگا۔ اس کو امام احمد و ابن حبان و
ابو حاتم نے اپنی صحیح کتاب میں نقل کیا ہے۔ عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ مجھے رسول کریم
نے وصیت فرمائی۔ فرمایا اللہ کے ہمراہ کسی کو شریک نہ کو اور عہد نماز نہ چھوڑ۔ جس نے نماز ترک
کی پس وہ ملت دین سے خارج ہوا۔ اس کو عبد الرحمن بن حاتم نے اپنے سنن میں روایت کیا
ہے۔ معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا ”جس نے عہد فرض نماز ترک کی خدا
اس سے بیزار اور وہ خدا کے ذمہ سے خارج ہے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ ابو درداء
سے روایت ہے کہ مجھے رسول کریم نے وصیت فرمائی کہ قصداً نماز نہ ترک کروں۔ اور جسے جان بوجھ کر
نماز ترک کی اس سے خدا کا ذمہ دور ہوا۔ اس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ معاذ بن جبل
رسول کریم سے یوں روایت فرماتے ہیں کہ آں جناب نے فرمایا تمام کاموں کا سردار اسلام ہے
اور ستون اسکا نماز ہے۔ عبد اللہ بن شقیق عقیلی سے روایت ہے کہ صحاب رسول کریم نماز کے سوا اور

کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے تھے۔ اس کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔

ان مذکورہ احادیث و اجماع صحابہ وغیرہ سے ثابت ہوا کہ تارک صلوٰۃ کا فرہے۔ یہی مذہب جمہور علماء تابعین و تبع تابعین کا ہے۔ سستی سے جو نماز ترک کرے اُس کے قتل کرنے پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ مگر امام ابو حنیفہؒ و محمد بن شہاب زہری و داؤد کہتے ہیں کہ تارک صلوٰۃ مفروضہ کو موت تک قید کیا جائے۔ یا توبہ کرے۔ اور جس شخص نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت فرماتے ہیں: ”مجھے اُس وقت تک لوگوں سے لڑنے کا حکم ہوا ہے جب تک ”لا الہ الا اللہ“ پڑھیں جب ”لا الہ الا اللہ“ پڑھیں تو ان کا خون و مال مجھ پر حرام ہو گیا یعنی اب ان کا مارنا و لوٹنا روا ہے مگر حقوق اسلام میں خون کا بدلہ لیا جائیگا۔“ یہ استدلال ان کا درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ حجت ان لوگوں کی ہے جو تارک صلوٰۃ کے قتل کے قائل ہیں۔ چنانچہ اس کا بیان آئمہ آئینگا۔ جمہور نے تارک صلوٰۃ کے قتل پر کتاب و سنت سے استدلال کیا ہے۔ کتاب اللہ کی دلیل یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے ”مشرک جہاں ملیں انکو قتل کرو۔“ یہاں تک کہ خدا فرماتا ہے اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کو معاف کر دو چھوڑنے کی ایک شرط شرک سے توبہ کرنا ہے۔ دوم نماز۔ سوم زکوٰۃ جب یہ تینوں امور موجود نہ ہوں تو ان کے قتل سے رک نہیں سکتے۔ اور نہ انکو چھوڑا جاسکتا ہے۔ ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ جو شخص خاص خدا کی عبادت کرتا ہوا، نماز ادا کرتا ہوا اور زکوٰۃ دیتا ہوا دینا سے چل بسے خدا اس سے راضی ہو گا۔ اس فرماتے ہیں کہ مختلف باتوں و خیالات کے ظاہر ہونے سے پہلے جو دین خدا کی طرف سے انبیا رلائے اور لوگوں کو پہنچایا وہ یہی دین ہے۔ اس بات کی تصدیق اس آیت سے بھی ہوتی ہے کہ اگر توبہ کریں یعنی بُت پرستی ترک کر دیں اور نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کو چھوڑ دو۔ دوسری آیت میں یوں آیا ہے کہ اگر توبہ کریں اور نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں تو یہ نہ ہارے دینی بھائی ہیں۔ احادیث کی دلیل صحیحین میں ابن عمر سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا مجھے اُس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم ہے جب تک وہ ”لا الہ الا اللہ“ نہ کہیں۔ جب کہیں تو ان کا مال بچ گیا اور جان محفوظ ہو گئی۔ مگر اسلامی حقوق میں اگر خون کریں تو ان سے بدلہ لیا جائیگا اور ان کا حساب خدا کے ساتھ ہے۔

عصمت مال و جان کو شہادتین و نماز و زکوٰۃ سے معلق کیا۔ حضرت نے عمان والوں کو ایک خط بدیں مضمون لکھا کہ ”یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے عمان والوں کو لکھا جاتا ہے۔ بعد از صلوٰۃ و درود تمکو معلوم ہو کہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کا اقرار کرو، زکوٰۃ دو، اور مسجدیں بناؤ

ورنہ میں تم سے جنگ کرونگا۔ یہ روایت طرانی و بزاز کی حافظ ابن رجب حنبلی صاحب شرح البیہقین میں لائے ہیں۔ ابن شہاب حنفی علی بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ ابو بکرؓ نے خالد بن ولید کو بھیجا اور حکم دیا کہ پانچ باتوں پر لوگوں سے جنگ کرو۔ جس نے ایک بات بھی ترک کی اس پر جنگ کرو۔ جس طرح پانچ کے لئے جنگ کرتے ہو۔ ایک "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ دوم نماز سوم زکوٰۃ چہارم روزہ رمضان۔ پنجم حج بیت اللہ شریف۔ سعید بن جیسر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اگر لوگ صرف حج کو چھوڑیں تب بھی ہم ان سے لڑیں گے۔ جس طرح ہم نماز و زکوٰۃ کے ترک پر لڑتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ کتاب و سنت و اجماع سے ظاہر ہے کہ جب تک شہادتین و نماز و زکوٰۃ نہ ہو اس وقت تک ان سے لڑنا جائز ہے۔ شرح اقتناع میں لکھا ہے کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو جماعت شرائع اسلام میں سے کسی ایک بات سے بھی پھرے یا نہ کرے اس سے جنگ واجب ہے یہاں تک کہ تمام دین خدا کا ماننا جاوے۔ جس طرح محاربین جنگی کفار سے لڑا جاتا ہے۔ اور ابو ہریرہؓ والی حدیث "لا الہ الا اللہ" کہنے سے ان کے خون و مال چگئے ہماری دلیل ہے نہ کہ نہاری اور اس شبہ کو دوسری حدیث نے دور کر دیا۔ اگر اور کچھ ہوتا صرف "الا یحقرنا" ہوتا جب بھی تمہارے قول کے ابطال کے لئے کافی تھا۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کافر نے جب "لا الہ الا اللہ" کہا تو اس نے اپنے خون کے بچاؤ کا سامان کر دیا۔ اس وقت اس سے منع ہو جانا چاہئے۔ اب اگر اس نے اس کو تمام کر دیا تو اس کی عصمت مستحق ہو گئی ورنہ باطل ہو گئی۔

حضرت نے موقع کے مناسب احادیث فرمائی ہیں۔ جہاں یہ فرمایا ہے کہ جب تک "لا الہ الا اللہ" نہ کہے مجھے خدا کی طرف سے اس کے ساتھ لڑنے کا حکم ہے۔ اس سے مسلمانوں کو یہ بتلانا ہے کہ حربی کافر جب کلمہ تو حید پڑھ لے تو اس سے منع ہو جاؤ کہ اس کا مال و خون معصوم ہو گیا۔ پھر رسول کریمؐ نے دوسری حدیث میں اس کی تشریح کر دی کہ جب تک شہادتین نہ کہے اور نماز و زکوٰۃ ادا نہ کرے اس وقت تک اس سے جنگ ہوتی رہے گی۔ گویا تمام و کمال عصمت اسی سے حاصل ہوتی ہے تاکہ یہ شبہ نہ رہے کہ کھل انفرادی عصمت دم ہے جس طرح بعض صحابہ کو بھی شبہ بڑا تھا۔ پھر اس کو ابو بکر صدیقؓ نے واضح کر دیا اور دیگر صحابہؓ بھی آپ کے موافق ہو گئے۔

ابو ہریرہؓ والی حدیث سے جو لوگ استدلال کرتے ہیں انکے فہم کی بڑی بھاری غلطی ہے۔ کیونکہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے درمیان مناظرہ ہوا۔ حضرت عمرؓ اسی ابو ہریرہؓ والی حدیث سے استدلال کرتے تھے

ابوبکرؓ نے بتلایا کہ یہ حدیث ہماری حجت ہے کہ مانع زکوٰۃ سے جنگ روا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ و تمام صحابہ ابوبکرؓ کے موافق ہو گئے کہ مانع زکوٰۃ سے جنگ جائز ہے باوجود اس کے کہ وہ کلمہ اور نماز پڑھتے ہوں ہم اس حدیث کو مسند علماء کی تشریح کے پورا بیان کرینگے۔ اور بتلایینگے کہ تمہارے فہم فاسد کے موافق علماء میں سے کوئی بھی قائل نہیں۔ اور ایسا سمجھنا بالکل غلط و خلاف حکم کتاب و سنت و اجماع امت ہے۔

صحیحین میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ بعد از وفات رسول کریمؐ عرب میں سے بہت لوگ کافر ہو گئے۔ عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ کلمہ پڑھنے والوں سے کس طرح جنگ کرتے ہو؟ جبکہ حضرت نے فرمایا ہے جنگ اُس وقت تک ہے کہ کلمہ نہ پڑھیں۔ جب کلمہ پڑھ لیا تو ان کے ساتھ جنگ ناجائز ہو گئی۔ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں تو اُس وقت تک برابر جنگ کروں گا جب تک وہ سب احکام بجا نہ لاویں۔ اگر نماز پڑھیں اور زکوٰۃ نہ دیں جب بھی میں اُن سے لڑوں گا۔ کیونکہ زکوٰۃ حق مال کا ہے۔ بخدا اگر اونٹ کا ایک معمولی گوڈ بند بھی جو وہ رسول کریمؐ کو زکوٰۃ میں ادا کرتے تھے اب ادا نہ کریں تو میں ضرور اُن سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ ابوبکرؓ صحیح فرماتے ہیں۔ خدا نے آپؐ کا سینہ روشن کر دیا۔ اور یہ حق ہے۔ اس حدیث کو بخاری نے کتاب الزکوٰۃ میں اور مسلم نے کتاب الایمان میں بیان کیا ہے۔ تمہارے قول کے غلط ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کیونکہ ابوبکرؓ نے مجرد منع کو باعث قتل گردانا نہ انکار و جو ب کو باعث جنگ سمجھا۔ امام نوویؒ نے صحیح مسلم کی شرح میں اس کی تشریح باب باندھکریوں کی ہے کہ جو لوگ کلمہ پڑھیں، زکوٰۃ دیں، نماز ادا کریں اور تمام احکام پیغمبرؐ کو عملاً قبول کریں جب اُن کی جان سلامت اور مال محفوظ ہوگا الا بخی الاسلام یا فی معاملہ اُس کا سپرد خدا ہے۔ اور حقوق اسلام میں سے جو نہ ادا کرے زکوٰۃ نہ دے یا دیگر فرائض بجا نہ لاوے تو اُس کے ساتھ جنگ جائز ہے۔ اور امام نے شرائع اسلام کی بابت استہام کیا ہے۔ پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تشریح میں خطابی نے بہت عمدہ کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ مرتد اس وقت دو قسم کے تھے ایک وہ جو کافر ہو گئے۔ اور دوسرے جنہوں نے نماز و زکوٰۃ میں فرق کر دیا۔ زکوٰۃ سے منکر ہو گئے اور امام کو ادا کرنا واجب نہ جانتے تھے۔ اس کے ضمن میں ایسے لوگ بھی تھے جو زکوٰۃ کو معمولی بات جانتے تھے لیکن اس سے منع نہیں کرتے تھے۔ مگر ان کے رئیس ان کو اس بات سے روکتے تھے مثلاً بنی لیسر بلوچ نے مال زکوٰۃ کو جمع کیا اور ابوبکرؓ کے پاس روانہ کرنے لگے تو مالک

بن نویرہ نے ان کو منع کر کے اُن میں ہی تقسیم کرادیا۔ اپنی کی بابت صحابہ میں اختلاف پیدا ہوا اور عمرؓ نے ابو بکرؓ سے مناظرہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو بطور سند پیش کیا "کلمہ پڑھنے سے اُن کا مال و خون ناروا ہو جاتا ہے" کیونکہ ظاہر کلام حدیث اسی طرح پر ہے مگر جب آخر حدیث اور اُس کے شرائط پر غور کیا دیگر احادیث کو ساتھ ملا یا، تو یہ معنی نکلے کہ اگر ایک نماز یا زکوٰۃ بھی ادا نہ کرے جب بھی اُس سے جنگ جائز ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے یہ استدلال کیا کہ غار نہ پڑھنے والے کے ساتھ تو آپ بھی جنگ کرنے کے قائل ہیں۔ جس طرح نماز حق بدن ہے۔ اُسی طرح زکوٰۃ حق مال ہے۔ حق بدن کے تارک کے ساتھ جنگ کرنے میں تو آپ متفق ہیں مگر تارک زکوٰۃ (جو حق مال ہے) کے ساتھ جنگ کرنے میں مجھ سے کیوں اتفاق نہیں کرتے۔ فرائض شرعی سب برابر ہیں۔ آخر حضرت ابو بکرؓ کی حجّت سب کو قوی معلوم ہوئی۔ اور سب نے ایسے لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے میں آپ سے اتفاق کیا۔ اور متفق علیہ پر مختلف فیہ کو رد کیا۔ اسی لئے ابو بکرؓ کے حجّت و برہان کو سب صحابہؓ نے پسند کیا۔ اور اس پر اتفاق کیا۔ یہی دلیل نص و برہان ہوئی۔ اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جولا کہ الا اللہ کہے چاہے نماز و زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کا خون و مال مباح نہیں ان کو اپنی غلطی ظاہر ہو گئی ہوگی۔ امام نووی امام شافعیہ نے اس باب کے باندھنے اور اس بیان سے ظاہر کر دیا کہ یہ غلط ہے کہ خالی کلمہ پڑھنے سے انسان بیچ جاتا ہے۔ نیز خطابی کا مذکورہ بالا بیان بھی اسی بات کا شاہد ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر ایسا سمجھا تھا۔ مگر جب اسکے شرائط و غیرہ پر غور کیا تو اُن کو معلوم ہوا کہ صحیح رائے ابو بکرؓ کی ہے۔ اور تمام صحابہ نے ان سے اتفاق کیا۔

بات یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ والی حدیث مختصر ہے۔ اور عبداللہ بن عمروؓ نے اس حدیث کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں کلمہ کے ساتھ نماز، روزہ اور زکوٰۃ بھی ہے اور انس کی روایت میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا بھی ذکر ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ہمارا ذبیحہ کھاوے۔ اور ہمارے جیسی نماز بھی ادا کرے جب ان کے مال محفوظ ہونگے۔ اور ان کا خون کرنا حرام ہوگا۔ مگر بقیہ اسلام ان کا حال مثل دیگر مسلمانوں کے ہوگا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ ابن عمروؓ انس و ابو ہریرہؓ کی روایت میں اس حدیث کے ساتھ یہ لفظ بھی ہیں کہ مجھ پر میری شریعت پر ایمان لاؤں جب محفوظ الدم و المال ہونگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نہ حضرت عمرؓ

نہ حضرت ابوبکر نے یہ زیادہ حصہ حدیث کا سنا تھا ورنہ حضرت عمرؓ مخالفت نہ کرتے۔ اور حضرت ابوبکرؓ ضرور اس سے استدلال کرتے۔ ان تینوں صحابہ نے یہ ٹکڑا شاید کسی دوسری مجلس میں سنا لیکن اس سے سنا ہو گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ کی پوری حدیث ہمارا رد کرتی ہے اور ہماری حجت ہے ہماری نہیں۔ اگر اور کوئی لفظ نہ ہوتا صرف الا بحقہما ہوتا جب بھی ہمارے لئے کافی دلیل تھی۔ کیونکہ نماز و زکوٰۃ بھی لا الہ الا اللہ کے بڑے حقوق میں سے ہیں۔ بلکہ مطلقاً ہی دو بڑے حقوق ہیں۔ ابو ہریرہؓ والی حدیث کے جو معنی تم کرتے ہو ایسے کسی شارح نے نہیں کئے حالانکہ یہ صحیح حدیث ہے۔ محل میں موجود ہے۔ بخاری کی محشی و شارح تقریباً چالیس ہیں۔ چنانچہ قسطلانی نے شرح بخاری کے خطبہ میں یہ ذکر کیا ہے۔ اور شرح مسلم میں بھی اسی طرح بیان ہوا ہے اب بتاؤ کہ ان شارحوں میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو ترک فرائض کرے اُس سے جنگ نہ کرو۔ حضرت عمرؓ و ابوبکرؓ کا مناظرہ اور پھر اتفاق۔ یہ کافی دلیل ہے۔ نووی نے اس حدیث کی تشریح میں خطابی کا قول لکھا ہے کہ اس سے مراد بت پرست ہیں کیونکہ اہل کتاب لا الہ الا اللہ کہتے ہیں بھر بھی ان سے جنگ ہوتی ہے اور ان پر سے تلوار اٹھائی نہیں جاتی !

صحابہ علی اللہ کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ وہ چھپاتے یا ظاہر کرتے ہیں۔ نووی نے کہا کہ جو اسلام ظاہر کرے اور کفر چھپا دے ظاہر اُس کا اسلام مقبول ہو گا۔ اکثر علماء یہی کہتے ہیں امام مالک و امام احمد کہتے ہیں کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ خطابی نے اسی طرح لکھا ہے قاضی عیاض نے اس حدیث کی تشریح یوں کی ہے کہ اس سے مراد بت پرست مشرک ہیں جو توحید کو نہیں مانتے اپنی لوگوں کو شروع اسلام میں تبلیغ کی گئی اور ان سے جنگ کئے گئے۔ اور جو لوگ توحید کے قائل ہیں ان کے عصمت مال و خون کے لئے صرف کلمہ پڑھنا کافی نہیں کیونکہ دوسری حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے۔ اب خطابی۔ قاضی عیاض اور اس حدیث کے دیگر الفاظ سے یہ معلوم ہوا کہ لا الہ الا اللہ پڑھنا مشرکین عرب کے لئے تھا۔ جو لوگ اعتقاداً توحید کے قائل ہیں ان کے لئے صرف کلمہ پڑھنا کافی نہیں بلکہ رسول کریمؐ کی آورده شریعت پر عمل بھی کرے۔ کسی عالم نے اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول نہیں کیا ہمارے بات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں سے بھی جنگ جائز نہیں کیونکہ وہ بھی تو

لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ اسی طرح خارجیوں سے بھی جنگ جائز نہیں جو لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں حالانکہ حضرت علیؑ نے ان سے جنگ کی۔ اور مانعین زکوٰۃ سے بھی صحابہؓ نے جنگ کی۔ گویا کہ عتباہ غلطی پر تھے۔ اسی طرح قوم بنی حنیفہ جو مسلمان تھی ان سے جنگ جائز نہ تھی اور صحابہؓ نے لغو ذبا اللہ غلطی کی۔

یہ کتنی بڑی غلطی و جہالت ہے۔ بے علموں کے دل سیاہ ہیں۔ تم بخاری کے باب الایمان میں یہ بھی پڑھتے ہو کہ اگر ان مشرکوں نے توبہ کی اور نماز پڑھی اور زکوٰۃ دی تو ان کو کچھ نہ کہو اور چھوڑ دو۔ پھر تعجب ہے کہ محض اس حدیث سے ہدلال کرو؟

آیت قرآن مجید و بخاری کی دو صحیح حدیثوں کا آپ کیا جواب دیتے ہیں۔ اور ان ادلہ کا پکڑ پاس کیا جواب ہے۔ امام ترمذی اس حدیث کے بعد مانعین زکوٰۃ سے ابو بکرؓ کے جنگ کرنے والی حدیث لائے ہیں۔ پھر باب باندھ کر بیان کیا ہے کہ جب تک لا الہ الا اللہ نہ کہیں۔ اور نماز بھی قائم نہ کریں مجھے ان سے جنگ کرنے کا حکم ہے؛

انس بن مالک کی بیان کردہ حدیث میں یوں ہے کہ کلمہ پڑھے، قبلہ کی طرف منہ کرے۔ ہمارا ذبیحہ کھائے۔ ہماری طرح نماز ادا کرے۔ جب یہ سب کام کرے تو اس کا خون و مال حرام ہے۔ مگر بخاری اسلام جو مسلمانوں کا حال وہ ان کا۔ اور جو ذمہ داری اور بوجھ دوسرے مسلمانوں پر ہوگا وہ ان پر بھی ہوگا۔ ایسی ہی روایت معاذ بن جبل و ابو ہریرہ سے بھی آئی ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اب ان نصوص۔ احادیث۔ اتفاق علماء و صحابہ وغیرہ سے ظاہر ہوا کہ فرائض میں سے کوئی بھی فرض جو ترک کرے اس کے ساتھ جنگ جائز ہے خواہ عقیدتاً وہ اس کو واجب ہی جلے۔ بلکہ علماء نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ جو شہر والے اذان و اقامت ترک کر دیں بدلہ اگر جماعت کی نماز یا عید کی نماز کو بھی ترک کر دیں تو ان سے اس بات پر جنگ کرنا لازم ہے افسوس ہے کہ حرم کے علماء یہ کہیں کہ بس کلمہ پڑھ لیا۔ نماز چاہے پڑھے نہ پڑھے۔ زکوٰۃ دے نہ دے اس کا مال و نفس محفوظ ہو گیا سبحان اللہ خدا مقرب القلوب ہے۔ دلوں کو جدہر چاہتا ہے پھرا دیتا ہے۔ یہ صریح کلام اللہ۔ کلام رسول اللہ۔ اجماع صحابہ اور ائمہ کرام کے اقوال سے معارضہ کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ ان کے کلام ان کی کتابوں میں موجود ہے کہ جو کوئی نماز ترک کرے وہ قتل کیا جائے۔ اور جو جماعت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے گریز کرے اس سے جنگ کیا جا یہاں تک کہ کل دین خالص خدا کا ہو جائے۔ اور اسی پر اجماع منعقد ہوا جیسا کہ امرہ جنابہؓ نے

اس کی تصریح کی ہے۔ جب یہ تصریح علماء سے ثابت ہے کہ کسی سنی والوں کا بعض شعائر اسلام مثلاً اذان۔ جماعت۔ نماز عید وغیرہ چھوڑ دینے سے اپنا حکم کرنا اور ان سے جہاد کرنا جائز ہو جاتا ہے تو جو شخص نماز چھوڑ دے وہ تو بطریق اولیٰ اس کا مستحق ہے۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے بس اُس کے لئے کافی ہے۔ اگرچہ وہ ایسی جماعت یا گروہ سے ہو جو نماز و زکوٰۃ سے منع کرتے ہوں۔ بلکہ یہ تصحیح کہتے ہیں کہ اہل بادیہ مسلمان ہیں ہمیران کا خون و مال حرام ہے حالانکہ ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ نہ تو اذان کہتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں نہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ بلکہ ان کی ظاہر حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ توقیامت کے روز دوبارہ زندہ ہونے کے بھی قائل نہیں ہیں۔ سبحان اللہ! یہ کس قدر جہل اور بخبری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول کی کلام اور حدیث شریف کے شارحین کی کلام یہ ہے جس میں ہدایت اس شخص کے لئے ثابت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی۔ اور ہم نے بیان کیا کہ عصمت کی شرط توحید اور نماز پنجوقتہ کا قائم رکھنا۔ زکوٰۃ کا وقت پر ادا کرنا۔ اور جو ان مذکورہ بالا کو بجا نہ لائے وہ شرعی سزا سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مشرکوں کو مار دو۔ جہاں ملیں۔ اور ان کو پکڑو اور قید کرو۔ اور ان کو قابو کرنے کیلئے گھات میں بیٹھو۔ اگر وہ توبہ کریں اور نماز زکوٰۃ کو ادا کریں تو ان کو چھوڑ دو۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں جہاں تک کہ خدا کی توحید کی گواہی دیں۔ اور رسالت کا اقرار کریں نماز اور زکوٰۃ کو ادا کریں جب اس کی پابندی کریں تب انہوں نے مجھ سے امان حاصل کیا (مال اور خون میں) دل کا تعلق یعنی اس کا حساب و کتاب اللہ پر ہے۔*

تاریک نماز کے متعلق فقہاء کرام کے اقوال

لیکن فقہاء کرام ہم بالتفصیل بیان کرتے ہیں۔ مالکیہ کا قول ہے جن میں شیخ علی الاچوری مختصر کی شرح میں بیان فرماتے ہیں جس نے فرض کو ترک کیا یعنی ایک پوری رکعت فرض کو ترک کیا جان بوجھ کر۔ تو تلوار سے قتل کیا جاوے شرعی حد کو اعتبار سے مشہور قول میں۔ ابن ہبیب اور ایک جماعت نے کہا مذہب سے خارج ہے اور کافر ہو گیا۔ اسی کو اختیار کیا ابن عبد السلام نے۔ اور اذان کی فضیلت میں کہا بازاری نے اذان کے دو معنی ہیں۔ ایک

شعار اسلام کا اظہار ہے اور دوسرا معلوم کرنا کہ دارالاسلام ہے وہ فرض کفایہ ہے۔ اہل^{۵۵} سے جنگ کیا جاوے تاکہ وہ اس کو قائم کر لیں اگر اپنی غالب آنے سے امام عاجز ہو جائے اور اذان کے ادا کرنے پر راضی نہ ہوں۔ تو اپنی حاکم کیا جاوے۔

اور دوسرا معنی دعا اور نماز کی طرف بلانا اور نماز کا اعلان کرنا (یعنی نماز کی وقت کا) اور ابی نے مسلم کی شرح میں لکھا ہے۔ مشہور ہے کہ اذان اہل شہر پر فرض کفایہ ہے۔ کیونکہ یہ اسلام کا شعار ہے۔ اسی واسطے بنی صلی اللہ علیہ وسلم جب اذان نہ سنتے تھے تو اپنی حاکم کرتے تھے۔ اور اگر اذان سنتے تو آپ باز رہتے۔ مصنف نے کہا ہے ان کے ساتھ جنگ کیا جاوے اذان کے ترک پر۔ اور صرف واجبی امور کے ترک پر جنگ نہیں ہے بلکہ عام ہے خواہ امیر مستحب ہو۔ کیونکہ قاضی عیاض سے اس پر تصریح ہے۔ اور مصنف کے قول میں وتر واجب نہیں ہے۔ لہذا علمائے اختلاف کیا ہے۔ غفلت سے سنتوں کے چھوڑنے میں آیا اسے جنگ کیا جائے؟ سنتوں کے ترک پر ان سے جنگ کرنا اور مجبور کرنا قیام سنت پر صحیح ہے۔ کیونکہ غفلت سے سنتوں کا چھوڑنا ایسا ہے جیسے خود اپنے ہاتھ سے انکو مٹانا اور نماز باجماعت کی فضیلت میں ابن رشید نے کہا ہے مردوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے اور فی ذاتہ فرض کفایہ اہل شہر پر ہے۔ اگر اس کو ترک کر دیوں تو ان سے جنگ کیا جاوے۔ جیسے گذر چکا ہے۔ اور دوسرے نے کہا ہے اگر اہل شہر ترک کریں تو ان سے جنگ کیا جاوے۔ اور اہل حارہ پر جبر کیا جاوے۔ اتنے کلام۔

پس ان کے بیانات کو دیکھو اور غور کرو کہ تارک نماز قتل کیا جاوے بالاتفاق عند المالیکیہ اور صرف اس کے کفر میں اختلاف کیا ہے۔

ابن حبیب اور ابن عبد السلام کے نزدیک یہ مختار ہے کہ کافر سمجھ کر اسے قتل کیا جاوے پس ان کے کلام کو غور سے دیکھو اس جماعت کے حق میں جو اذان سے روکتی ہے۔ اور جماعت کے قیام سے مساجد میں۔ وہ گروہ قتل کیا جاوے۔ پس کس قدر فرق ہے اس قول میں اور تمہارے قول میں کہ جو شخص فرائض ترک کرے باوجود اس کے وجوب کے اقرار کرنے کے ان سے لڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ توحید کا اقرار کرتے ہیں۔ بہر حال شافعیہ کا قول ہے پس شیخ علامہ احمد بن ہمدان ازہری نے کتاب قوت المحتلج فی شرح المنہاج میں بیان کیا ہے کہ جس نے نماز کو چھوڑا سچا لیکہ اس کے وجوب کا منکر ہے وہ بالاجماع کافر ہے اور یہ حجت جاری ہے

ہر اجماعی مسئلہ میں کہ اس سے انکار کیا جاوے۔ جس مسئلہ کا دینی ہونا معلوم ہو اگر غفلت سے ترک کیا تو قتل کیا جاوے حد شرعی سے صحیح قول یا مشہور ہیں۔ بہر حال اُس کا قتل اس واسطے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر توبہ کریں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں پس انکو چھوڑ دو۔ لہذا اس میں دلیل ہے کہ قتل رفع نہ ہوگا بجز ایمان اور قیام نماز اور ادائے زکوٰۃ۔ جیسے کہ پیچھے صحیحین کی روایت گذر چکی ہے۔ کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ: (اس میں چند اشارے ہیں) ان میں ایک یہ ہے کہ اس کے قتل کو ردة کہا ہے (مرتد ہے) اور ایک جھوٹی جماعت کے لئے ثابت ہے جن میں منصوریہ اور ابن حزمیہ ہے۔ اور رونق کی کلام سے ثابت ہے کہ یہ قول پختہ ہے کیونکہ رونق نے کہا ہے کہ جب تارک نماز قتل کیا جاوے تو اس کے مال اور دفن میں علما کے نزدیک دو قول ہیں۔ ایک وہ ربیعہ والا ہے جو شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ اُس کا مال غنیمت ہے۔ اور مقبرہ اسلام میں دفن نہ کیا جاوے۔ دوسرا قول جو بازنی نے شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ مال اُس کے وارثوں کو ملیگا۔ اور مقبرہ اسلام میں دفن کیا جاوے گیگانصو نے اپنی کتاب مستغل میں کہا ہے کہ میں نے ربیعہ سے سوال کیا کہ ہم اس کے مال کو کیا کریں جب اس کو قتل کر دیوں۔ جواب دیا غنیمت ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے۔ روضہ کتاب میں کہا ہے تارک وضو صحیح قول میں قتل کیا جاوے شیخ ابو حامد نے اس کو جزم سے بیان کیا ہے۔ اور بیان میں ہے۔ اگر لباس پر قادر ہو کر ننگے بدن نماز پڑھے یا فریضہ بغیر عذر بیٹھ کر ادا کیا تو قتل کیا جاوے۔ یہی حکم تشہد اور اعتدال قمرہ اور جلسہ کا ہے۔ اس کو ابن استاذ نے بحر سے نقل کیا ہے۔

پس اگر یہ قول صحیح ہو گیا تو نماز کے ارکان اور شروط کا یہی حکم ہے یعنی اُن کے ترک پر قتل کیا جاوے مگر شرط یہ ہے کہ یہ ارکان اور شروط اجماعی ہوں۔
تیسری دلیل یہ ہے۔ اگر روزے اور زکوٰۃ سے رُک جاوے تو فید کیا جاوے سہتمال حلال اشیاء سے رد کا جائے۔

امام حرمین نے کہا ہے جائز ہے کہ کیا جائے رُکنے والا اُس شے سے جو اسپر باعتبار غوہش نفسانی کے دشوار ہے جیسے کہ نماز سے رُکنے والا ہے پھر اگر انکار کرے تو اس کی گردن اُڑائی جاوے۔

مصنف نے کہا ہے اس کا قتل ایک نماز کے بدلہ میں جائز ہے بشرطیکہ وہ نماز اس کے وقت سے موخر کر دیوے۔ پس اس کے کلام کو غور سے دیکھو جسے نماز کو غفلت سے ترک کیا۔ امام بیہیم نے شافعی سے نقل کیا ہے کہ اس کا مال خفیہ ہے۔ اور اس کو مقبرہ اسلام میں دفن نہ کیا جاوے۔ اور ابی حامد اور صاحب روضہ کے کلام کو غور سے دیکھو تارک وضو کے بارے میں اور صاحب بیان کی کلام اس کے حق میں جو دستہ نماز ننگا پڑھے باوجود قدرت کے۔ اور فرائض بلا عذر بیٹھکر ادا کرے وہ قتل کیا جاوے۔ پس کس قدر فرق ہے اس قول اور اس تمہارے قول میں کہ جس نے توحید لالہ کا اقرار کیا اس کو قتل نہ کیا جاوے کسی طریق اور کسی عذر سے۔ شیخ احمد بن حجر حیتمی نے کہا تحفہ میں تارک نماز میں اگر نماز کو ترک کرے بجا لیک اس کے فرض کا منکر ہے) بالاجماع کا فرہے۔ یا غفلت سے ترک کیا بجا لیک اس کے وجود کا معتقد ہے تو قتل کیا جائے از روئے قرآن و حدیث۔ کیونکہ قرآن و حدیث نے شرط مقرر کی ہے قتل ورمقالتہ کے رکنے سے اسلام اور نماز اور زکوٰۃ کے ادا کی۔ اس لئے کہ زکوٰۃ کا حاصل کرنا امام کو آسان ہے جنگ سے جو ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں اور لڑتے ہیں۔ پس یہ جنگ زکوٰۃ کی نسبت اپنے حقیقی معنوں میں ہوگی بخلاف نماز کے جنگ کے۔ کیونکہ نماز کا فعل ممکن نہیں ہے جنگ کے ساتھ۔ کہا شیخ نے نماز جمعہ کے بارہ میں کہا گیا یہ فرض ہے مردوں پر۔ پس واجب ہوگی نماز جمعہ وہاں جہجگہ اس سے شمار الاسلام ظاہر ہو محل میں گاؤں ہو یا اور قصبہ وغیرہ۔

پس اگر شمار اسلامی ظاہر نہ ہو اس طرح پر کہ ترک جائیں سب کے سب یا بعض جیسا کہ بڑی قریہ کے اہل محلہ۔ اگر شمار اسلامی ان کے بغیر ظاہر نہیں ہو سکتا ان کے فضل کے بغیر تو ان سے جنگ کیا جاوے۔ ان سے امام یا اس کا نائب جنگ کرے اسلامی نشان اور شمار کے اظہار کیلئے اور باب اذان اور اقامت میں کہا ہے کہ سنت ہیں بعضوں نے کہا ہے فرض کفایہ ہے پس اہل بلد اگر دونوں کو چھوڑ دیں یا ایک کو تو اس صورت میں ان سے جنگ کیا جاوے۔ اگر شمار کو ظاہر نہ کریں۔ اور عید کے بارے میں کہا کہ سنت ہے۔ بعضوں نے فرض کفایہ کہا ہے اس پر بھی ان کے تارکین سے جنگ کیا جاوے۔ لہذا کلام

اے انسان انکے کلام میں دربارہ قتل غور کر جو ترک صلوٰۃ غفلت سے کریں۔ پھر غور کر اسکے قول پر کہ آیہ اور حدیث نے شرط لگائی ہے رک جانے میں قتل اور مقالتہ سے اسلام کی۔ اور نماز کے قیام اور ادائے زکوٰۃ کی ضرورت امام ان لوگوں سے زکوٰۃ جنگ سے وصول کرے جو منکر

ہو گئے ہوں اور زکوٰۃ سے اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے ہوں۔ اس کے کلام پر غور کر جمعہ کے بارہ میں کہ واجب ہے جہاں شعار اسلامی ظاہر ہوتے کہ گاؤں میں بھی۔ اور ضرور ان سے جنگ کیا جاوے۔ اگر وہ رک جا دیں۔ اذان اور اقامت کے بارہ میں بھی غور کر ضرور امام جنگ کرے ان دونوں کے تارک پر یا ایک کے تارک پر۔ باوجود ان کے فرض کفایہ ہونے پر۔ اور غور کر اس کی کلام پر ایک جماعت کے حق میں کہ وہ نماز عیدین سے رک گئے۔ پس کس قدر فرق ہے اس کلام میں اور اس شخص کے کلام میں کہ اہل شہر یا باد یہ جب کلمہ توحید کا اقرار کر لیں تو ان کا قتال جائز نہیں ہے اگرچہ نماز نہ پڑھیں اور نہ زکوٰۃ ادا کریں سبحان اللہ کس قدر کھلی جہالت ہے۔

لیکن قول خنابلہ کا پس بیان کیا اقناع میں اور اسکی شرح کتاب الصلوٰۃ میں۔ جسے اسکے وجوب کا انکار کیا۔ تو وہ کافر ہے۔ پس اگر وہ غفلت سے ترک کرے یا سستی سے نہ انکار سے تو اس کو امام یا اسکا نائب ادا کرنے پر بلائے۔ احتمال ہے کہ اس نے اس کو کسی عذر سے چھوڑا ہو اور اعتقاد رکھتا ہو اس کے معاف ہونیکا اس عذر سے۔ پس اس کو ڈرائے۔ پھر اگر اس کے پڑھنے سے انکار کرے جسے کہ وقت تنگ ہو جاوے واجب ہے اس کا قتل۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاقتلوا المشرکین الی قولہ فان تابوا الذی یعنی اگر توبہ کریں اور نماز وغیرہ پر اہتمام کریں۔ پس جبکہ نماز کو چھوڑ دیا۔ اور نہ شرط فخلوا سبیہم بجانہ لایا مباح الدم رہیگا بقولہ ۴۔ جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی بری ہے اس سے اللہ کا ذمہ اور اس کے رسول کا ذمہ۔ اس کو امام احمد نے مکحول سے روایت کیا۔ اور یہ روایت مرسل جید ہے۔ تین روز تک قبل طلب توبہ قتل نہ کیا جاوے مرتد کی طرح راحۃ۔ اگر توبہ کرے اس کے فضل سے تو بہتر ہے ورنہ اس کی گردن اسی جاوے تلوار سے۔ کیونکہ حضرت جابرؓ نے نبی صلعم سے روایت فرمائی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا۔ کفر اور مرد کے درمیان ترک نماز ہے۔ امام مسلم نے روایت کیا کہ خنابلہ نے اذان اور اقامت کے حق میں اگر ان دونوں کو اہل بلد نے ترک کیا تو ان سے قتل اور جنگ کریں۔ امام یا اس کا نائب جسے کہ وہ دونوں کو قائم کریں۔ کیونکہ یہ دونوں علامات دین ظاہری ہیں۔ پس عید کی نماز کی طرح ان کے ترک پر جنگ کیا جاوے۔ اور نیز جماعت کی نمازیں فرمایا کہ واجب عین ہے اسکے تارک کے قتل کا حکم کیا جاوے۔ جیسے کہ اذان کی بابت ہوا۔ مگر اذان کے ترک پر جنگ ہے اگر سب اہل شہر ترک کریں بخلاف جماعت۔ اس کے ایک کے تارک پر بھی قتل ہے اسکا غیر جماعت کو قائم کریں کیونکہ

یہ عین واجب ہے بخلاف اذان اور کہا نماز عیدین کے بارہ میں یہ فرض کفایہ ہے اگر اس کو اہل بلد ترک کریں بغیر عذر کے چالیس مرد تک۔ تو امام ان سے جنگ کرے اذان کی طرح۔ کیونکہ یہ شعار اسلام ظاہر سے ہے۔ اسکے ترک میں دین کیساتھ شستی ہے۔ زکوٰۃ میں فرمایا جس نے از روئے نجل یا سستی زکوٰۃ کو روکے رکھا جبراً لی جاوے قرض کی طرح۔ اگر اس نے مال چھپا دیا یا غائب کر دیا۔ اگر اسکا لینا ممکن ہو درحالیکہ امام کے قبضہ میں ہو تو اس سے بغیر زیادتی وضع کرے اگر اس کا لینا ممکن نہ ہو تو تین دن تو بہ طلب کی جاوے وجوباً۔ اگر تو بہ کرے اور زکوٰۃ دیدے تو امام اس سے رک جاوے۔ ورنہ باتفاق صحابہ قتل کیا جاوے۔ اور قتل عافین زکوٰۃ کے۔ اگر ممکن نہ ہو پھر جنگ و قتال۔ تو امام پر اس سے جنگ کرنا واجب ہے۔ اگر زکوٰۃ ادا کرے اپنے محل پر۔ انتہے کلام۔ پس اس کے کلام پر غور کر اور دیکھ اس شخص کے بارہ میں جو غفلت سے نماز کو ترک کرے بغیر انکار۔ طلب تو بہ کیا جاوے ورنہ کافر جانکر قتل کیا جاوے۔ غور سے دیکھ اسکے کلام کو اہل شہر کے حق میں جب ترک کریں اذان اور اقامت اور نماز عید کو اس کے محد ترک پر جنگ کیا جاوے۔ پس یہ قول الکیہ اور شافعیہ کا ہے اور حنابلہ کا۔ ہر ایک نے بیان کیا جو کچھ کہنے ذکر کیا۔ پس جبکہ وہ رحمۃ اللہ علیہ تصریح کرے کہ لوے ممتنعہ ساتھ قتل اس شخص کے جس نے لازم پکڑا شعار اسلام کو مگر بالضرور میں نے ترک کر دیا اذان کو یا نماز جماعت کو یا نماز عید کو پس اسکا کیا حال ہے جو نماز کو کلیتہ ترک کر دیوے جیسے گاؤں والے نماز پر پڑھتے ہیں نہ زکوٰۃ دیتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں۔ بلکہ شارع کا انکار کرتے ہیں اور بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہیں۔ او یہی حالت اپنی غالب ہے مگر جبکہ اللہ بچائے۔ پر وہ قلیل ہیں اور اکثر ان کے اسلام سے ان کو بغیر اس کے کچھ نہیں۔ مگر توحید زبانی کے قائل ہیں باوجود اسکے علماء مکہ معظمہ انکی طرف سے جھگڑتے اور کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور ان کے خون اور مال حرام ہیں ساتھ حرمت اسلام کے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھیں زکوٰۃ نہ دیں نہ روزہ رکھیں۔ مگر کلمہ توحید کے قائل ہوں۔ اور نہیں ہے مگر رد اللہ تعالیٰ کے قول کا کیونکہ اللہ نے فرمایا قتل کرو مشرکوں کو جہاں پاؤ۔ اگر تو بہ کریں نماز اور زکوٰۃ پر قائم ہوں تو انکا بہتہ چھوڑ دو۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں اس کا بہتہ خالی کیا جاوے اگرچہ نماز نہ پڑھیں نہ زکوٰۃ دیں۔ صحیح میں نبی صلعم سے مروی ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنگ کروں حتیٰ کہ توحید اور رسالت کا اقرار کر لیں نماز اور زکوٰۃ ادا کریں پس تب انہوں نے ایسا کیا تو مجھ سے اپنے مالوں اور خونوں کو بچا لیا۔ یہ لوگ کہتے ہیں جیسے لا الہ الا اللہ کہا اسے خون اور مال بچا لیا۔ اگرچہ نماز زکوٰۃ کا قائل نہ ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ انکے قلوب پر

مہر لگاتا ہے انکے دل و پیر جو یہ نہیں جانتے پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اسکے رسول علیہ السلام کی سنت اور یہ ہی اجماع صحابہ کرام و تارک نماز اور مانع زکوٰۃ پر۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا والدین سے جنگ کرونگا جسے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا اور بخدا اُس سے بھی جنگ کرونگا جسے گھٹنے بانڈوں کی رسی بھی روک لی جو نبی صلعم کے زمانہ میں ادا کرتے تھے۔ ایک روایت میں بکری کا بچہ مذکور ہے ضرور اس سے جنگ کرونگا اس بچہ کے روکنے پر۔ یہ بھی علماء کا اجماع ہے۔ اور شرح اقتناع میں لکھا ہے علماء نے اپراجماع کیا کہ ہر جماعت شریعت سے رکنے والی منجملہ احکام اسلام سے پس اُن کا قتال واجب ہے حتیٰ کہ دین خالص الہی کیلئے ہو جاوے کالحاربین اولیٰ و انتہی۔ اور ابو العباسؒ نے فرمایا قتال واجب ہے حتیٰ کہ دین خالص للہ ہو جاوے اور کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔ پس جب کبھی غیر اللہ کیلئے ہو قتال واجب ہے جو نہ اگر وہ رکنے والا بعض نماز مفروضہ سے یا زکوٰۃ یا صیام یا حج یا التزام تحریم دعا و اموال اور شراب خواری و زنا جو کیا نکاح محرمات سے یا التزام جہاد اہل کفار اور ضرب جز یہ اہل کتاب پر انکار کرے اور اس کے سوا من التزام دین محمدی صلعم یا محرمات کوئی عذر نہیں کسی کیلئے انکے انکار پر فوراً قتال واجب ہے یا انکو چھوڑ دیوے جو ایک کا انکار کرے پس اگر وہ مستنہ سے جنگ کیا جاوے اگرچہ اقرار کرتا ہو۔ اور یہ وہ حکم ہے جس میں مجھے علماء امت میں اختلاف دکھائی نہیں دیتا ہاں فقہائے اختلاف کیلئے طائفہ مستنہ کے بارہ میں جبکہ وہ بعض سنت کے ترک پر جرأت کریں جیسے عجم کی دو رکعت سنت یا اذان اور اقامت جو اس کے وجوب کا قائل ہے اور باقی شعائر اسلام سے ہے پس کیا اگر وہ مستنہ سے انکے ترک پر جنگ کیا جائے یا نہ؟ لیکن واجبات یا محرمات مذکورہ وغیرہ۔ پس انکے قتال میں اختلاف نہیں ہے اتنے کلام پر۔ خابہ اور انکی تصریحات اور کلام پر غور کر کہ جو شخص شرائع اسلام میں سے ظاہر احکام سے روک جائے جیسے نمازیں۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج اور ترک محرمات جیسے زنا اور شراب۔ خمر یا دیگر نشہ آور اشیاء وغیرہ۔ پس انکا قتال واجب ہے۔ حتیٰ کہ دین الہی کیلئے مستحکم ہو جاوے۔ اور اسلام کے سب شرائع کا التزام کر لیں اگرچہ باوجود اسکے شہادتین کی گواہی بھی دیں۔ اور بعض شرائع اسلام کا التزام کریں اگر یہ اس قبیل سے ہو چسپہر علمائے اتفاق کیا ہے باقی صحابہ اور تابعین کے پس تمہارا یہ قول کجا کہ جسے لا الہ الا اللہ کہا اُسے اپنا مال اور خون بچالیا۔ اگرچہ فرائض کا تارک ہو۔ اور محرمات کا مرتکب ہو؟ بلکہ جسے سیرت نبویؐ اور خلفاء راشدین مہدیین پر غور کیا وہ جان لیگا کہ یہ تمہارا قول فعل نبویؐ کے خلاف اور مخالف ہے اور خلفاء راشدین اور صحابہ رضوان اللہ علیہم

کے سراسر منافی ہے پس اے تعجب غم تعجب کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ نبیؐ نے یہود سے جنگ کیا حالانکہ وہ لا الہ الا اللہ کے قائل تھے۔ انکو عورتوں کو قید کرتے تھے انکے خون و مال حلال جانتے تھے۔
 کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ نبیؐ نے بنی مصطلق سے جنگ کا ارادہ کیا جبکہ آپکو کہا گیا کہ انہوں نے زکوٰۃ کو روک دیا ہے اور اسکا قصہ کتب احادیث و تفاسیر میں مشہور ہے۔ اسکو مفسرین نے ذکر کیا ہے (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَجَاءُكُمْ فَتَنُوكُمْ بِالْبَنَاتِ فَتَنُوكُمْ) کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ حضرت علیؑ نے غالبہ کو جلا دیا یا جو دیکہ وہ لا الہ الا اللہ کے قائل تھے۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ صحابہ کرام نے خوارج سے جنگ کیا اپنے نبی صلیم کے حکم سے باوجود کہ نبی صلیم نے خبر دی کہ صحابہ اپنی نمازوں کو انہی نمازوں سے چھوٹا اور حقیر خیال کرینگے اور روزوں کو انکے روزوں سے حقیر جانیں گے اور اپنی قرأت کو انکی قرأت سے حقیر خیال کرتے تھے۔ اور فرمایا جہاں تم انکو ملو وہیں قتل کرو۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ صحابہؓ نے بنی حنیفہ سے مقاتلہ کیا۔ اور وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتے تھے اور نمازیں پڑھتے اور اذانیں دیتے اور روزے رکھتے تھے۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ صحابہؓ نے بنی یربوع سے مقاتلہ کیا جسٹوا انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا یا جو دیکہ وہ انکے وجوب کے مقرر تھے۔ اور اپنے صدقات کو جمع کیا تھا اور ارادہ کیا کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیج دیں تو مالک بن نویرہ نے انکو منع کر دیا اور انہی لوگوں کے بارہ میں حضرت عمرؓ نے شبہ پیش کیا۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ نے انکو جلا وطن کر دیا اور فرمایا بخدا اگر عقل کی رسی یا عناق کو جو رسول اللہ صلیم کے وقت میں دیتے تھے مجھکو دینے سے انکار کر دیا تو جنتک وہ حسب دستور سابق باقاعدہ معروف ادا نہ کرینگے تو بالفور میں ان سے مقاتلہ کرونگا۔ تو عمرؓ نے فرمایا واللہ باللہ حضرت ابوبکرؓ کا اللہ تعالیٰ نے سینہ کھول دیا ہو اے جہاد پر۔ پس میں نے یقیناً جان لیا کہ حضرت ابوبکرؓ حق پر ہیں اور پہلے مفصل مدلل اور مبسوطاً لکھ چکا ہے۔ اور ہم نے بھی بلفظہ شرح مسلم ذکر کر دیا ہے فی باب الاہل یقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا الہ الا اللہ اور قیام نماز اور ادا زکوٰۃ پر کار بند نہویں۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اکرمؐ نے براہ کسی آدمی کی طرف بھیجا تھا۔ جس نے اپنے باپ کی عورت سے نکاح کیا تھا کما رواہ الترمذی فی سننہ حدث قال (باب فیما جاء فیمن تزوج امراۃ ابیہ) کہا امام ترمذی نے ہم کو ابو سعید الاشج نے حدیث سنائی اسکو حفص بن غیاث نے خبر دی وہ اشعث سے وہ عدی بن ثابت سے وہ ابراہیم صہبانیؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہا مجھ پر باپ ابورہ گزرا اور اسکے ساتھ جھنڈا تھا۔ میں نے کہا کہاں کا ارادہ ہے جواب میں کہا مجھکو روٹو خدا نے اس آدمی کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے شادی کر لی ہے اور مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کا

سر آثار لاؤں۔ حدیث حسن غریب انتہیٰ اور اگر ہم آیات و احادیث و آثار اور علماء کے کلام کا تتبع کریں
فی قتال بن قال لا الا اللہ اذ ترک بعض حقوقہا۔ تو کلام بہت طول پکڑ جاوے گی پس کیونکر حال ہوگا
اُس شخص کا جس نے کل اسلام کا انکار کر دیا اور اسکو جھٹلایا اور سپردانستہ مٹوٹ لٹایا مگر سوچے اسکے کہ وہ کلمہ
توحید کے قائل ہوں اور کوئی شعارِ اسلامی کو اپنا ذریعہ ٹھیرائیں۔ جیسے کہ یہ دیہاتی۔ اور جو ہمیں بطور
کفایت ایک مصنف مزاج کیلئے ذکر کیا ہے تو ہم نے اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسولِ مسلم کی احادیث
اور اجماع صحابہ و اجماع علماء متبع تابعین کا ذکر کیا ہے۔ پس اگر یہ جو ہمیں ذکر کیا ہے اسکے اور کوئی منفی
ہوں جسکو ہم نے نہ سمجھا ہو تو مہربانی کر کے آپ ہمارے لئے واضح طور سے بیان کر دیں قرآن مجید
اور احادیث صحیحہ و صحابہ اور امان دین کے کلام سے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس آدمی پر
رحم فرماوے جسکو یہ یقین ہو کہ وہ اللہ کے روبرو ہم کلام ہو گا جسکے پاس جنت اور دوزخ موجود ہے

تیسرا مسئلہ کہ آیا قبروں پر بنا جائز ہے یا نہیں؟

صحیحین و سنن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ اپنے منع فرمایا بنی اہل القبر
سے۔ اور بناؤں کو ڈھادینے کا حکم دیا کما رواہ مسلم فی صحیحہ حدیث قال مسلم۔ کہ ہیکو بن یحییٰ نے حدیث
سنائی اسکو وکیع نے وہ سفیان سے وحبیب ابن ابی ثابت سے و ابو داؤد اہل و ابو الہیلاج اسدی
اسنے کہا کہ جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کیا میں تمہکو نہ بھیجوں چہرہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کے
بھیجا تھا کہ میں کسی صورت کو مثلاً بضر نہ چھوڑوں اور نہ کسی بلند قبر کو برابر کئے بغیر چھوڑوں۔ امام
مسلم نے فرمایا کہ ہم کو حدیث ابو بکر بن ابی شیبہ نے سنائی انکو شخص بن غیاث نے حدیث سنائی وہ ابن
ہریر سے وہ ابی الزبیر سے وہ جابر سے قال ہی (منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر بختہ اور اسپر بنار
(قبر) بنایا جاوے اور اسپر تاریخ لکھی جاوے قال ہارون بن سعید از ابی قال حدثنا وہب قال
حدثنی عمرو بن الحارث ان شامۃ حدثہ قال کنا مع فضالۃ بن عیینہ (ملک دم میں بردوسن ہمارا اصحاب
فوت ہو گیا پھر فضالہ نے اسکی قبر برابر کر نیکا حکم دیا پھر کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ قبر کے برابر کر نیکا
حکم دیتے تھے اور امام ترمذی نے فرمایا (باب ما جلعو فی تسویۃ القبور) امام نے کہا ہیکو حدیث محمد بن
بشار نے سنائی انکو عبد الرحمن بن مہوی نے انکو سفیان نے حدیث سنائی وہ حبیب سے وہ ابی ثابت سے
وہ داؤد سے اسنے کہا کہ علی نے ہیکو فرمایا کیا میں تمکو اس کام پر نہ بھیجوں چہرہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا
کہ تم کسی بلند قبر کو نہ چھوڑو نیز برابر کئے اور نہ کسی صورت کو مثلاً بضر نہ چھوڑو قال ترمذی۔ اسی باب میں جابر
سے بھی مروی ہے)

ابن ماجہ نے باب ماجاء فی لثمی عن البناء علی القبور والتجصیص (الکتابۃ علیہا)
 کہا ہکو زبیر بن مردان نے حدیث سنائی انکو عبد الرزاق نے وہ ایوب سے وہ ابی الزبیر سے وہ جابر
 سے روایت کرتے ہیں کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے پختہ کر نیسے، ابن ماجہ نے کہا ہم کو عبد اللہ بن سعید
 نے حدیث سنائی انکو حفص بن غیاث نے وہ ابن جریج سے وہ سلیمان بن موسیٰ سے وہ جابر سے کہا منع
 فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر کوئی شے بھی لکھی جائے، ابن ماجہ نے ہکو حدیث محمد بن
 یحییٰ نے سنائی انکو محمد بن عبد اللہ رقاشی نے انکو وہب نے انکو عبد الرحمن بن زید نے وہ قاسم بن مخیر سے
 وہ ابی سعید سے کہا منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر قبے بنائے جاویں وقال النووی فی شرح
 مسلم امام شافعی نے کتاب ام میں فرمایا کہ میں نے اماموں (حکام) کو دیکھا کہ معظمہ میں جو قبروں پر ببناء
 وغیرہ ہوتی تھی اسکو گرانے کا حکم دیتے تھے۔ اس قول کی تائید دلا قبر امشراً الا سوبینہ کرتا ہے
 وقال الاذرعی رحمہ اللہ علیہ قوت محتاج میں صحیح مسلم میں ثابت ہے منع ہونا تجصیص اور بناء سے
 اور ترمذی وغیرہ میں ہے نہی کتابت سے۔ اور قاضی بن کج نے فرمایا جائز نہیں ہے کہ قبروں پر قباب
 وغیرہ بنائے جائیں والوصیۃ باطلۃ۔ اور اذرعی نے کہا بعید نہیں ہے کہ جرم بالتحیم اپنی ملک میں ہو
 یا غیر میں بغیر ضرورت اس شخص کے جس نے منہای کو معلوم کیا بلکہ یہی قیاس حق ہے۔ اور وصیۃ علی القبور
 فخر اور شائبہ متکبروں اور کفار کی ہے اور حرمت اسکے سوا بھی نہیں ہے۔

بہر حال وصیۃ کا بطلان قباب وغیرہ بڑی بڑے بنائے اور مال کثیر انہر خرچ کرنا۔ پر اسکے
 حرمت پر کوئی شک نہیں ہے اور تعجب و تعجب ہے اس ورثہ کا لازم کرنا حکام وقت اور وصیت پر
 اسکے ساتھ عمل کیا جائے۔ لہذا حکام الاذرعی رحمہ اللہ۔ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں جمع کیا
 قبروں میں اور جو اسکے ساتھ حکم کیا اور منع فرمایا جس سے۔ اور چیر آپ کے اصحاب تھے اور جن میں تم ہو پڑی
 فعل سے ساتھ قبر ابو طالب اور نجوب وغیرہ پایا گیا ایک ان دونوں کا مخالف دوسرے کے مناقض اسکے
 یہاں تک کہ کبھی بھی دونوں جمع نہ ہونگے پس منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بناء علی القبور سے جیسا کہ
 اسکا ذکر پیشتر گذر چکا ہے۔ اور تم اپنی بڑے بڑے قبے بناتے ہو۔ اور جو میں نے مقام مظلما میں
 بیٹھنے سے زیادہ غصہ دیکھے ہیں۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ انہر سوائے اصلی مٹی کے اور زیادہ
 نہ کیا جائے اور تم انہر تباوت کی مٹی کے سوا زیادتی کر سکتے ہو۔ اور لباس الجوخ اور اسپر بہت بڑا قبحہ
 پھردوں اور چولے کا بناتے ہو۔

امام ابو داؤد نے حدیث جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ قبر کو پختہ

بنایا جاوے اور اسپر کچھ لکھا جاوے یا اسپر اور زیادتی کیجاوے اور منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تاریخ وغیرہ لکھنے سے جیسا کہ صحیح مسلم میں گد پچکا ہے۔ اور ابو عیسیٰ ترمذی نے قبروں کو بچتہ کرنے اور اپنی تاریخ وغیرہ لکھنے میں کہا ہم کو حدیث عبد الرحمن بن اسود نے سنائی۔ ان کو محمد بن ربیعہ نے سنائی وہ ابن جریج سے وہ ابی الزبیر سے وہ جابر سے روایت کرتے ہیں کہا منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قبروں کو بچتہ بنایا جائے اور اپنی لکھا جائے اور بنا کیجا اور انکا لٹا ڈاجانا۔ ازا حدیث حسن صحیح۔ اور یہ قبریں ہیں تمہارے نزدیک خیر قرآن کریم اور اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ وقال ابو داؤد (باب البنا علی القبور) امام نے فرمایا ہکو حدیث سنائی امام احمد بن حنبل نے۔ ان کو عبد الرزاق نے حدیث سنائی ان کو ابن جریج نے خبر دی کہا بھکوا ابو الزبیر نے حدیث سنائی انہوں نے جابر سے سنا انہوں نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ منع فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے اور بچتہ بنانا اور اپنی بنا بنانا۔ انتہی الخ اور لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے قبروں پر دیا جلایا اور جسکو میں نے مکہ میں داخل ہونے کی رات میں دیکھا اشر فہا لہک مکہ مقبرہ میں سو سے زیادہ قندیلیں دیکھیں۔ باوجود کم کو معلوم ہو جانے کے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فاعل پر لعنت فرمائی ہے اور ابن عباس نے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والوں پر اور اپنی مسجدیں بنانے والوں پر اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے رواہ اہل السنن۔ اور اس سے بہت بڑھ چڑھ کر یہ میت میں شرک اکبر ہے پچھ ان کے پاس کیا جاتا ہے۔ مردوں کو پکارنا اور ان سے اپنی حاجت روائی اور شکا کشتی کا سوال کرنا شرک اکبر ہے لیکن تم ہکو بتاتے ہو کہ یہ ان کے پاس نہیں کیا جاتا اور ایسا ہمارے میں کوئی نہیں ہے جو انکو پکارے اور اسے سوال کرے اللہم اجعل ما ذکرہ حقاً وصدقاً اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے حرم شریف کو شرک سے پاک کرے۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔

بے شک مردوں کو پکارنا اور ان سے سوال کرنا جلب فائدہ اور کشف شدائد کے لئے شرک اکبر ہے جسکی نسبت شرکین نے اللہ کی طرف کی کما تقدم بیان فی مسئلہ الاولیٰ۔ اور حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سب مساجد اللہ تعالیٰ کے لئے مختص ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مت پکارو وقال تعالیٰ اَلَّذِیْ یَنْتَعِزُّ عَنْ ذُنُوبِہِ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْعَیْنِ یَعْنِیْ بُتْ وغیرہ ماسوید کھجور کی گٹھلی کے چیر میں جو دھاگا ہوتا ہے اس کی ملکیت بھی نہیں رکھتے۔ بغرض محال اگر تم ان کو پکارو تو تمہاری پکار کو نہ سنیں۔ اگر سن بھی لیں تو تمکو جواب تک نہ دیوں گے اور قیامت کے دن

مہتارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ اور نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے کون بڑا گمراہ ہے اُس سے جو سوا اس کے دوسروں کو پکارتا ہے جو قیامت تک سنبکا ہی نہیں۔ اور ان کی عاؤں سے غافل ہی ہیں۔ اور جب قیامت کے دن لوگ جمع کئے جاویں گے تو ان کے دشمن بن جاویں گے اور ان کی عبادت سے کافر ہو جاویں گے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ "دعوة الحق" یعنی الہی کیلئے پکار حق ہے۔ اور وہ لوگ جو اوروں کو پکارتے ہیں وہ قبول نہیں کرتے ان کے لئے کچھ بھی۔ مگر اس کی طرح جس نے اپنا ہاتھ پانی کی طرح پھیلایا ہو۔ اور آرزو کرنا ہو کہ میرے منہ میں آجائے وہ تو (پانی) اس کے منہ کی طرف آئیگا نہیں ہے (یعنی) کافروں کی پکار سوائے گمراہی کے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔

اور امام ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اللہ عَزَّوَجَلَّ عبادۃ یعنی دعا و عبادت کا مغز ہے۔ وعن النعمان بن بشیر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الدعاء هو العبادۃ یعنی دعا ہی عبادت ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: وَقَالَ رَبُّكُمُ الرَّبُّ يَعْنِي مَهْتَارَةً رَبِّ لَمْ يَفْرَأْ بِمَا جَعَلَ مِنْكُمْ يَوْمَ الْآخِرَةِ لَمْ يَعْلَمْ أَنَّكُمْ قَوْمٌ مُّشْرِكُونَ۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں بہت جلد جہنم میں ذلیل و خوار ہو کر داخل ہوں گے۔ رواہ احمد و ابوداؤد و الترمذی۔

علمی نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا۔ حدیث "الدعاء عبادۃ" قال شیخنا فی النہایۃ شے کا مغز اس کا خلاصہ ہوتا ہے۔ بجز دو امر کے مغز نہیں پایا جاتا۔ ایک امتثال امر اللہ تعالیٰ کا جہاں فرمایا اذْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ فہو محض العبادۃ یعنی وہ خالص عبادت ہے۔ دوسرا جب اپنے امور میں بخل دیکھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے عمل کا اللہ قطع ہو جاتا ہے۔ اپنی حاجت روائی خالص اُسی سے چاہے اور یہ اصل عبادت ہے۔ کیونکہ عبادت کی غرض اس پر کارِ ثواب کا مرتب ہونا ہے۔ اور یہی اصل مقصود دعا کا ہے۔ و قولہ الدعاء هو العبادۃ قال شیخنا قال الطیاسی خبر (العبادۃ) معرف باللام لانی گئی ہے تاکہ حصر پر دلالت کرے اور عبادت بغیر دعا نہیں ہے و قال شیخنا قال البیضاوی۔ جبکہ اس بات پر حکم لگایا گیا ہے کہ وہ دعا جو حقیقت میں عبادت ہی ہے۔ وہ اب اس لائق ہے کہ اس کا نام عبادت رکھا جاوے یہہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا فاعل اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہے نا سوا کے و اگر دان ہے۔ اُس کے سوا کسی سے امید نہیں رکھتا۔ اس کے سوا اور کسی سے

نہیں ڈرتا اس پر یہ اسی آیت کو دلیل لایا ہے یعنی وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ
کیونکہ یہ بات دلالت کرتی ہے کہ وہ امر ہے اسی کا حکم کیا گیا ہے۔ جب تکلف اس کو
اپنی حاجت روائی میں لائے تو خواہ مخواہ اس کی دعا قبول کی جاوے گی۔ اور اس پر مقصود
مرتب ہوگا۔ اور شرط پر (عیادت) جزا بھی مرتب ہوگی اور سبب مسبب پر۔ اور حیب یہ ہوگا
ہو تو عیادت بھی اتم ہوگی انتہائے کلام لعلقی رحمہ اللہ۔

اب کلام کا خاتمہ ان نین مسائل پر ہے۔ اگر تم ہمارے موافق ہو گئے کہ یہ مذکورہ مسائل
حق ہیں تو یہی مطلوب حاصل ہے۔ اور اگر تم لوگ یہہ دعوائے کرو کہ حق اس کے برخلاف ہے تو
ہم کو اس کا جواب کتاب و سنت سے دو۔ کیونکہ لوگوں میں بھی دونوں محاکمہ کرنا لے ہیں جن امور میں
مہار انتنازع ہو جاوے تو کہا قال اللہ تعالیٰ اِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ
ہم نے دلائل کتاب و سنت سے کافی وافی ثانی بیان کر دئے۔ نیز اماموں کا کلام
بھی مدلل و مفصل پیش کر دیا ہے۔ پس اگر تم ان دلائل کو تسلیم نہ کرو تو پھر ہم کو کتاب و سنت سے
مفصل و مدلل جواب دو تا یہ میں ائمہ کا کلام بھی پیش کر چکے ہیں کہ آپ لوگ ان تینوں مسائل کا جواب
دے چکے تو ہم آپ کو بقیہ مسائل کا جواب دینگے +

خاتمہ سخن ہم اس آیت کریمہ پر کرتے ہیں۔ وَلَوْ لَا دَفَعُ اللّٰهُ النَّاسَ بَعْضُہُمْ بَعْضًا لَّفُتِنَ
صَوَ اِیْمٌ وَّ یٰعِیْ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ سَاجِدٌ کَرِیْمٌ اَسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا وَّ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَنْصُرُ
اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیُّ عَزِیْزٌ الَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنَّاہُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ اٰتَوْا الزَّکٰوٰةَ
وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ اَشْہَدُ وَاٰلِہٖ وَسَلٰمٌ
سیدنا محمد علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و سلم +

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یا ارحم الراحمین

بیوتھار سالہ

مولفہ
علامہ شیخ محمد بن عبد اللطیف آل شیخ محمد بن عبد الوہاب (رحمۃ اللہ علیہ)
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين ولا عدوان الا على الظالمين واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له الملك الحق المبين واشهد ان محمدا عبده ورسوله وخليفه الصادق الامين صلى الله عليه وعلى آله واصحابه التابعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين - وسلم تسليما كثيرا +
عاجز محمد بن عبد اللطيف کی طرف سے یہ تحریر ان تمام حضرات کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے جو کہ مکہ، یمن، عسیر اور تہامہ وغیرہ مقامات میں سکونت پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ اور ان سب کو ہدایت اسلامی سے ہدایت فرمائے۔ اور ہم سب کو متبعین سنت رسول اللہ میں سے بنائے۔ یہ تمام حضرات اور جو بھی اس تحریر کو دیکھیں میری طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قبول فرمائیں۔

صاحب السعادة والسيادة امام عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن فیصل آل سعود نے ۱۳۳۹ھ میں ان امور کی تعلیم کیلئے ہمیں بھیجا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تم سب پر واجب کیا ہے اور انکی تعمیل ہی ذریعہ اور سبب دخول اسلام ہے اور انکا سیکھنا، انپر عمل کرنا، انیں بصیرت حاصل کرنا دخول جنت کا سبب ہے، اور اس سے ناواقفی، روگردانی اور عدم قبول دوزخی ہونیکا سبب ہے۔ جب ہمیں تمہارے بعض علاقوں کی طرف جائینکا اتفاق ہوا تو ہمیں یہ دیکھ کر بیدار فوس ہوا کہ شیطان نے ان لوگوں کو بہکا رکھا ہے۔ نوز ہر اہل سنت سے یکسر محروم ہو گئے ہیں اور دن بدن گمراہی اور سرکشی میں کھینچے چلے جا رہے ہیں۔ دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے اور اہل سنت کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ اپنے جہل و نادانی غالب آگئی وہ شہوات نفسانی کے غلام ہو گئے اور ہر اہل مفسد کی دعوت کو لبیک کہا جسے شکوک و شبہات کو پیش کیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جہالت کے خطرناک گروہوں میں جا کر رہے۔ اب انکی حالت یہ ہے کہ وہ بدقسمتی سے دوزخ کے کھارے پر جا کر کھڑے ہو گئے ہیں انہیں سے اکثر کے عقائد خراب ہو چکے ہیں۔ صلحا کی قبروں کی عبادت شروع کر دی اور ہر ٹکڑے کو شکر سمجھنے لگے۔ فوج شدہ بزرگوں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنے لگ گئے اور یہی وہ تمام عقائد فاسدہ تھے جو زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں پیدا ہو چکے تھے اور جن کی اصلاح کے لئے سید المرسلین

اور امام المتقین مبعوث ہوئے۔

جب ہم نے یہ حالت دیکھی تو ہم پر واجب ہو گیا کہ ہم اپنے بھولے بھٹکے ہوئے بھائیوں کو دعوت حق دیں اور دلائل و براہین قاطعہ سے اپنی حق ظاہر کریں جیسا کہ نبی صلعم صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کا طریقہ تھا۔ ہم نے آیات قرآنہ، احادیث نبویہ اور عقائد سلفہ لکھ کر تمام قبائل اور مختلف شہروں میں تقسیم کر دیئے جس کا مقصد محض یہ تھا کہ اللہ اور اسکے رسول کے دین کی خدمت ہو، اللہ کی کتاب کی اشاعت ہو اور اسکے بندوں کی خیر خواہی ہو۔ بعض لوگ ہماری جماعت و بابیہ کے متعلق لوگوں سے مختلف باتیں سنتے تھے لیکن وہ ہماری حقیقت سے واقف نہ تھے اسلئے ہماری طرف ایسے خیالات منسوب کئے جاتے تھے جسکے ہم قائل نہ تھے ہمیں طعن طرح کے اتہامات لگائے گئے اور کئی قسم کے باطل اور لغو عقیدے منسوب کئے گئے جس کا مقصد محض یہ تھا کہ لوگ ہم سے متفرق ہو جائیں۔ اور ہماری دعوت کو حیدر ناکام کر دے اس ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے ضروری سمجھا کہ ایک تحریر شائع کریں جس میں ہم اپنے عقائد اور دینی مسائل کا ذکر کر دیں اور یہ ظاہر کر دیں کہ ہماری دعوت کیا ہے اور کس چیز کی طرف ہم دعوت دیتے ہیں اور کس مقصد کیلئے ہم جہاد کرتے ہیں۔

وہابی تحریک

آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم جس چیز کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور جن عقائد کی پابندی اور جن اعمال کے التزام کیلئے ہم جہاد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم خالص اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ارکان و فرائض اسلام کی پابندی کیلئے لوگوں کو مجبور کرتے ہیں جس کا اصل اصول "اشہد ان لا الہ الا اللہ و احد لا شریک لہ" ہے عبادت کے بہت سے اقسام ہیں۔ اور انہی میں سے دعا بھی ہے، بلکہ یہ اقسام عبادت میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کئی ایک مقام پر دعا کو عبادت سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ فرمایا:-

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَسْخَرُونَ

مِنْكُمْ فَادْعُونِيْ مَتَّارًا رَبُّنَا سَمِيعٌ عَرِيفٌ دَعَاؤُكُمْ لِيَّ سَمْعٌ وَ لِيَّ بَصَرٌ

عبادت سے بکر کرتے ہیں وہ غرور سے بہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

اور اسی مضمون کی بہت سی آیات قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور حدیث شریف میں بھی ہے "الذی دعا عن العبادۃ" دعا عبادت کا مغز ہے، پس اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ صرف خدا سے دعا مانگی جائے، فائدہ کے حاصل کرنے یا مصائب سے بچنے کیلئے اسی سے فریاد کی جائے۔ اسی کے نام کی قربانی دی جائے۔ اسی کی پناہ کی نذر و نیاز ہو۔ اسی کا خوف، اسی پر توکل ہو۔ اسی سے نصرت و اعانت طلب کی جائے۔ اسی کی پناہ حاصل کی جائے مخلوق میں سے کسی کو ان حقوق میں سے کسی میں شریک نہ کیا جائے۔ وہ فرشتے ہوں یا انبی

یا اولیاء یا صلحا رہوں اسکے حق میں کوئی اُسکا شریک نہیں ہو سکتا۔ اور اسکا یہ حق ہے کہ ہر قسم کی عبادت اس کیلئے مخصوص کر دی جائے، دلوں میں اسی کی محبت ہو اور اسی کا خوف جلال و عظمت ہو، اور اسی سے ہر قسم کی امید ہو یہی حکمت شرعیہ دینیہ ہے اور اسی مقصد کیلئے مخلوق پیدا کی گئی ہے قال تعالیٰ وَهَذَا خَلْقْتُ الْحَيَّ وَالْإِنْسَ لَا لِيَعْبُدُونِ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے عبادت سے مراد توحید ہے کیونکہ اسی میں انبیاء اور امتوں کا اختلاف رہا۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الشَّاغُوتَ وَقَالَ تَعَالَى وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نَحْنُ خَالِدِينَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ وَقَالَ تَعَالَى وَأَنَّ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ لَا تَدْعُو مَعَ اللَّهِ أَحَدًا یعنی ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگوں سے کہیں خدا کی عبادت کرو اور غیر خدا کی عبادت سے بچو، یہ بھی فرمایا آپ سے پہلے جو کوئی رسول بھی آیا ہے اسکو دہی کی کہ میں ہی معبود ہر حق ہوں پس میری ہی عبادت کرو۔ اور فرمایا کہ مسجدیں خدا کی عبادت کیلئے ہیں اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔

پس جس کسی نے غیر اللہ کو پکارا وہ غیر حاضر ہو یا میت یا اس سے فرمایا درسی کی خواہش کی تو اس کے مشرک ہونے میں کوئی شک نہیں اور اگرچہ اس دعا غیر اللہ سے مقصد یہ ظاہر کرے کہ یہ محض تقرب بارگاہ الہی کے ذریعہ کیلئے ہے۔ اور اس سے مقصد صرف طلب شفاعت ہے۔ کیونکہ بہت سے لوگ اسی راستے سے شرک ہی کے گڑھے میں جا کر رہے ہیں۔ اور اس کا نام توسل اور شفاعت رکھا ہے۔ لیکن نام کے بدل دینے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ اور نہ اسکا حکم بدل سکتا ہے۔ جب شیطان کو معلوم ہوا کہ نفوس (قدسیہ) اسپرینز کے نام لینے سے نفرت کرتے ہیں جسکو کہ مشرک پسند کرتے ہیں تو اُس نے اُن افعال کو دوسری صورت میں پیش کیا جسکو کہ نفوس قدسیہ اختیار کر لیں نبی معلوم نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ شراب کے نام تبدیل کر کے اسکو پئیں گے۔ اور اسی طرح زنا کو بھی کہ اُس کا نام نکاح رکھیں گے۔ اور اسما کو بدل دینے سے انکی حقیقت رائل نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو شخص امور شرکیہ سے کسی امر کا مرتکب ہو تو مشرک ہے اگرچہ اُسکا نام وسیلہ یا شفاعت رکھ لے۔ اور اس کی وضاحت کیلئے وہ قول ہے جسکو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہود و نصاریٰ کے متعلق ذکر کیا ہے اِنَّهُمْ اَوْحَدًا وَرَبُّهُمْ اَكْبَرُ اَنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ يَهُودُ بَنِي اِسْرٰءِيْلَ وَنَصَارَى الَّذِيْنَ سَوَّاهُ رُحَدًا بَنِي رُحَدَاہُ۔ روایت کیا امام احمد امام ترمذی نے اور انکے سوا اور بھی راوی ہیں یہ کہ عدی بن حاتم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے زمانہ جاہلیت میں نصرانی تھے تو اُس نے نبی صلعم کو اس آیت کو پڑھتے ہوئے سنا، اُس نے کہا اے رسول اللہ صلعم یہودیوں نے اپنے اجداد کی عبادت نہیں کی نبی کریم نے فرمایا جی ہاں اُنہوں نے اپنے اوپر حلال کو حرام کر لیا اور حرام کو حلال کر لیا اور یہی ان کی عبادت ہے۔ ابن عباس و رضیغہ ابن اسحاق نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا کہ انہوں نے انکی اس حد تک اتباع کی

کہ جو انہوں نے حلال و حرام بنایا اسی کو حلال و حرام بنادیا وہ لوگ جنکے متعلق خداوند تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے اُن لوگوں نے اجبار و رہبان کو رب اور خدا نہیں بنایا تھا اور اُن لوگوں کا یہ خیال بھی نہیں تھا کہ یہ فعل اُن کا اجبار کی عبادت ہے۔ اور اسی وجہ سے عدی نے کہا کہ یہودی اپنے اجبار کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ شے کا حکم حقیقت کی ماہیت کے تابع ہوتا ہے۔ اُس شے کے نام کے تابع نہیں ہوتا۔ اور نہ اُس شے کے فاعل کے اعتقاد تابع ہوتا ہے۔ اسلئے وہ لوگ اس بات کا اعتقاد رکھتے تھے کہ انکی اطاعت اس فعل میں انکی عبادت نہیں ہے اس میں وہ معذور نہیں رکھے جاویں گے۔ اور نہ اپنے فعل کے نام اور نہ اُس فعل کی حقیقت اور نہ اُس کے حکم کو زائل کرینوالے ہونگے۔ اور اسی کی توشیح کرتا ہے وہ قول جسکو کہ ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور اسی کی تصحیح ترمذی نے ابو واقد اللیثی سے کی ہے۔ ابو واقد اللیثی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حنین کی طرف نکلے اور یہیں کفر کو ترک کئے ہوئے کھنڈوں ہی زمانہ گذرا تھا۔ مشرکین کی ایک بیری تھی جسکے نیچے وہ لوگ نشست برخواست کرتے تھے اور اُس پر اپنے اسلحہ یعنی ہتھیار جنگ لٹکاتے تھے۔ اس بیری کا نام ذات انواط مشہور تھا۔ ہم اُس بیری کے پاس سے گذرے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے بھی کوئی کھنڈ والی چیز کریجو جیسا کہ ان کیلئے کھنڈوں والی چیز ہے۔ بنی صلم نے فرمایا اللہ اکبر یہ وہی طریقہ ہیں قسم اُس ذات کی کہ جسکے دست قدرت میں میری جان ہے تم نے وہ بات کہی جو کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے لئے بھی ایسے معبود ہونے چاہئیں تو انہوں نے جواب دیا کہ تم تو قوم جاہل ہو۔ بنی صلم نے فرمایا تم ان لوگوں کے نقش قدم پر چلو گے؟ وہ لوگ یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ جو ہم نے طلب کیا ہے وہ لا الہ الا اللہ کے قول کے منافی ہے تو ان کی اس سے بہالت نفس حقیقت کو نہیں بدل سکی۔ اور نہ حکم شرعی اس سے بدل گیا۔

بوتخص شریعت محمدیہ سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ قبروں کے پاس قبر پرست جو کچھ کرتے ہیں مثلاً اصحاب قبور سے دعا مانگی جاتی ہے، ان سے فریاد کی جاتی ہے اور انہی اصحاب قبور سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ اور انکی قبروں کے نزدیک مجاورین کے رہنا اور قبروں پر سجدہ کرنا اور ان کیلئے نذر ماننا یہ فعل بہ نسبت اُن لوگوں کے جہنم میں اپنے اجبار و رہبان کو رب یا معبود بنالیا تھا اور وہ شرک کے کہیں زیادہ بڑھکر ہے۔ اور بہ نسبت اُن لوگوں کے قول کے جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے بھی کوئی ذات انواط ہو جیسی کہ ان مشرکین اور کفار کیلئے ہے یہ قول کہیں بدتر ہے۔ بعض علما محققین نے کہا ہے جبکہ

اس درخت کی طلب لوگوں نے رسول کریم صلیم سے محض ہتھیار لٹکانے اور اُس کے پتے پھیلنے کیلئے کی تھی۔ اور اُن کی غرض اُسکی عبادت نہیں تھی۔ اور نہ اُس درخت سے کوئی سوال کرتے جیسا کہ اہل قبور سے کیا جاتا ہے جو اس صورت میں رسول اللہ صلیم نے جواب دیا تھا اور اسکی مثال ایسی بیان کی ہے جیسا کہ قوم بنی اسرائیل کا بتوں کا موسیٰ علیہ السلام سے طلب کرنا۔ تو ہمارا ایسی صورت میں کیا گمان ہے جبکہ قبر کے پاس اعتکاف کیا جائے۔ اور اہل قبر کے وسیلہ سے دعا مانگی جائے یا اُس قبر پر دعا مانگی جائے۔ درخت کی وجہ سے جو فتنہ پیدا ہوتا ہے نسبت اس فتنہ کے جو قبر کی تعظیم کی وجہ سے پیدا ہوگا کس قدر عظیم ہوگا۔ کاش بدعتی اور شرک اُس فتنہ عظمیٰ سے واقف ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام وسائل کو جو مفسدی الی الشک تھے بند کر دیا جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے یہ دعا پڑھی (اے اللہ میری قبر کو بت مت بنانا جسکی پوجا کی جائے) اللہ تعالیٰ کا عذاب اُس قوم پر شدید ہے جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا دیا اللہ تعالیٰ قبروں کی زیارت کرنے والیوں اور اپنے مسجد بنائی والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ قبروں پر عید منائی جائے۔ اپنے منع فرمایا ہے کہ قبروں پر عمارت بنائی جائے اور حکم فرمایا تھا کہ قبروں کو زمین کے برابر کر دیا جائے۔ جیسا کہ امام مسلم نے روایت کی ہے۔ ابی صیحاح کہتے ہیں مجھے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں تمکو اُس امر پر کیوں نہ مقرر کروں جسپر رسول اللہ صلیم نے مجھے مقرر کیا تھا (وہ کیا بات تھی) مت چھوڑو کسی تعمیر کو مگر اسکو شادے اور مت چھوڑو کسی اونچی قبر کو مگر اُسے برابر کر دے۔ اور بنی کریم نے قبر پر چونہ لگانے سے منع کیا ہے۔ اور قبر پر کھینچنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ہم اہل قبور کی حد سے بڑھ ہی ہوئی تعظیم اور اسیں غلو کو ناپسند کرتے ہیں۔ ہم قبروں پر سے قبے اور گنبد گرا دیتے ہیں کیونکہ اسیں بھی حد سے بڑھ ہی ہوئی تعظیم ہے جو فی الحقیقت ذریعہ شرک ہے اور یہی وہ باتیں ہیں جو عبادت قبور کا سبب بنیں۔ لوگوں نے یہی باتوں کو اپنی طرف سے بنالیا ہے اور ان عجائبات کی حد سے بڑھ ہی ہوئی تعظیم کرنے لگے ہیں پہلے تو انکو بزرگ سمجھنے لگے پھر انکو بعد جو آدمی آئے وہ اللہ کے سوال کی عبادت کرنے لگے۔ بعض انہیں سے اپنی مصیبتوں کو ان قبروں سے بیان کرنے لگے اور اپنی خستہ روائی انفسے چلنے لگے۔ اور اپنی سختیوں کو دور کرنا اور امور شدیدہ کی فریاد اُٹھانے لگے اور پھر اس شرک ثواب جاننے لگے اور اسکو دین بنالیا اور جسے اُن باتوں سے سخت انکار کیا انکو ڈرایا دھمکایا اور اُسپر طرح طرح کے بہتان لگائے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کی ہر زمانہ اور ہر مقام میں مدد فرماتا ہے لیکن وہ اپنے گروہ کا ایمان کرنا چاہتا ہے۔ یہ ہمارا اعتقاد اور دین ہے کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ ایمان لانا اور اُسکے فرشتوں کتابوں اور رسولوں کیساتھ اور قیامت کیساتھ اور ایمان قبور کیساتھ خیر ہو یا شر ہو۔ اور

ہم اللہ تعالیٰ کے ناموں و صفات کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ اُس کی جلالت اور عظمت کو ہم ثابت کرتے ہیں بلا شرک۔ اور اللہ تعالیٰ کو معطل ہو نیسے منزہ جانتے ہیں۔ اور ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے جو تمام مخلوق پر اور عرش اُس کا آسمانوں پر ہے اور تمام مخلوق سے علیحدہ ہے اور کوئی جگہ اس کے علم سے غالی نہیں ہے۔ اور ہم اس لفظ پر ایمان لاتے ہیں کہ اَللّٰهُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی پس استواء اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کرتے ہیں لیکن اسکی کیفیت اور مثال کے درپے نہیں ہوتے۔ اسلئے کہ اپنی حقیقت کو وہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ امام دارالہجرہ مالک ابن انس نے فرمایا اور ہم بھی اپنی کی طرح کہتے ہیں جب ایک شخص نے اُسے استواء کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اَلَا استواء معلوم و اَلکیف مجهول استواء تو معلوم ہے لیکن اُس کی کیفیت معلوم نہیں ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور سوال کرنا اس کے متعلق بدعت ہے۔ مالک نے استواء کو ثابت کیا اور اسکی کیفیت علم کی نفی کی۔ اور اسی طرح ہمارا اعتقاد خداوند تعالیٰ کے تمام اسماء اور اس کے صفات کے متعلق ہے یعنی ایمان باللفظ اور اثبات حقیقت اور علم کیفیت سے انکار۔ اور جامع قول اس کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں اُس صفت کیساتھ کہ جس سے اُسے خود اور اسکے رسول صلعم نے تعریف کی ہے اور ہم قرآن و حدیث سے بخارج نہیں کرتے پس جس شخص نے خدا کو کسی پوشیدہ دی وہ کافر ہو گیا اور جس شخص نے خداوند تعالیٰ کی اُس صفت سے انکار کیا جو اُسے بیان کی ہیں وہ بھی کافر ہو گیا پس کتنی شئی وہو السميع البصير وہ ذات پاک ہو نہ اُس کا کوئی مہنام ہے اور نہ اُس کا کوئی مشیل ہے اور وہ اپنے آپ کو اور دوسروں کو خوب جانتا ہے۔ اور بہت ہی سچی بات کہنے والا ہے۔ ہمارا اس حدیث پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کو نزول کرتا ہے آسمان دنیا پر جبکہ پچھلی رات ہوتی ہے اور کہتا ہے کہ کوئی سوال کرے تو اس کے سوال کو پورا کروں گا اور کوئی گناہ ہوئی بخشش طلب کرے تو اللہ ہے کہ بخشش دے اور کوئی توبہ کرے تو اللہ ہے کہ توبہ قبول کروں گا اور ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے نازل کیا گیا ہے اور مخلوق نہیں ہے۔ اسی سے شروع ہوا اور اسی طرف لوٹے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کیساتھ حقیقتہً حکم کیا اور جبریلؑ نے اُس کو سنا اور رسول اللہ صلعم پر نازل کیا اور ہم اشاعرہ اور اہل بدعت کے قول (یعنی کلام نفسی) کے قائل نہیں ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اسکی قضاء و قدر کے بغیر موجود نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی قوت اس کے قضا و قدر کو روکنے والی ہے اور جو لوح محفوظ پر لکھ دیا گیا ہے اُس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں ان کتاب کی آیتوں پر اور ان احادیث پر جو نبی کریم سے ثابت ہیں اور ہم اُس مسلمان کے بارہ میں جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو خدا و فی النار کے قائل نہیں ہیں جیسے خوارج اور معتزلہ کا اعتقاد ہے ہماری دلیل یہ حدیث ہے

کربنہی صلعم نے فرمایا آگ سے نکالا جائیگا وہ مومن جسکے قلب میں ایک ذرہ ایمان کا ہوگا۔ اہل کبار کا آگ سے نکالا جانا بشفاعت نبی کریمؐ کے ہوگا ان لوگوں کے حق میں جسکے لئے آپ شفاعت فرمائینگے۔ اور اسی طرح اہل کبار کی ملائکہ اور انبیاء بھی شفاعت کریں گے۔ اور ہم احکام مطلقہ میں کوئی توقف نہیں کرتے بلکہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں اہل کبار کو داخل کریگا۔ اور بعض ایسے ہونگے جو دوزخ میں داخل نہ کئے جائیں گے۔ ایسے اسباب کی وجہ سے جو دخول نار سے مانع ہوں جیسے حسنت جو گناہوں کے مٹانوالے ہیں اور مصائب جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں وغیرہ۔ اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ جو کرنا چاہے وہ حکمت اور اسباب سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان اسباب کے مستببات کا پیدا کرنا والا ہے۔ اور ہم کسی خاص شخص کے متعلق دوزخی یا جنتی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے اسلئے کہ اس کی باطنی حقیقت کا ہم احاطہ نہیں کر سکتے کیونکہ ہم اس کے خاتمہ اور باطن سے ناواقف ہیں لیکن ہم محسن کیلئے رحمت کے امیدوار ہیں اور ہم گناہگار خوف کرتے ہیں مگر اس شخص کے متعلق جسکے لئے اپنے شہادت دی ہو۔ اور ہم اہل اسلام میں کسی کو کافر نہیں کہہ سکتے ایسے گناہ کی وجہ سے جو شرک سے کم ہوا اور نہ ہم اس کو گناہ کی وجہ سے کہ مرتکب بینگی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج کر سکتے ہیں۔ اور ہم ان سب چیزوں پر ایمان لاتے ہیں جسکی خبر رسول اللہ نے دی ہے اور جو کچھ بعد موت واقع ہوگا۔ ہم قبور کے فتنہ اور اس کے عذاب اور انیس راحت اور یکہ جہول میں رحوں کو ڈالا جائے گا ایمان لاتے ہیں پروردگار عالم کے سامنے قیامت کے دن ننگے پیر اور برہنہ پریشان لوگ کھڑے ہونگے سورج اُسے قریب تر ہو جائیگا جہول سے پسینہ بہہ رہا ہوگا حساب کیواسطے میزان قائم ہوگی اور نامہ اعمال کھولے جائیں گے بعض دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال لئے ہوگا اور بعض کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ہونگے حوض کوثر پر بہا ر ایمان ہے اور پل حلاط جہنم کی پشت پر قائم کیجائیگی لوگ اپنی اعمال کی موافق اُسے گزریں گے۔ شفاعت نبی کریمؐ پر ایمان لاتے ہیں اور اُسے کہ وہ سب پہلے شافع ہونگے اور سب پہلے مشفع ہونگے۔ رسول خدا نبی اجازت باری تعالیٰ شفاعت نہیں کریں گے قرآن میں ہے وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْضَاهُ اور نیز یہ بھی کلام پاک میں آیا ہے وَكُلٌّ مِنْهُمْ لِيَوْمَ تَعْلَمُ مَا يُفْعَلُونَ شَيْئًا إِلَّا مَنْ بَعَلَٰن يَٰذَا لَٰئِلَٰہِ مَنْ يَشَآءُ دِرْضٰی باری تعالیٰ پاک ہے وہ توحید کے سوا اور کسی چیز کو پسند نہیں کرتا اور شفاعت کی اجازت بجز موحّد کے اور کسی کیواسطے نہیں ہوگی چنانچہ حدیث میں ابو ہریرہ سے روایت ہے ابو ہریرہ نے پیغمبرؐ سے عرض کیا آپ کی شفاعت کا زیادہ متقی کون ہے آپ نے فرمایا جس شخص نے خلوص قلب سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا تو یہ شفاعت مخلص لوگوں کیلئے خدا کی اجازت سے ہوگی اور مشرکین کیلئے نہیں۔ خدا نے فرمایا ہے مشرکین کیواسطے شفاعت کرنا والوں کی شفاعت منظور نہ ہوگی۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ نے جنت کو پیدا کیا وہ بالفعل موجود ہے اور جنت متقین و فرما بندگان کیلئے تیار کیا ہے اور خدا نے ہی جہنم کو پیدا کیا ہے اور اس وقت موجود ہے اس کو کفار اور نافرمان بندوں کیلئے تیار کیا ہے۔ اور ہم اُسے بھی ایمان رکھتے ہیں کہ مومنین اپنے رب کو چشم خود جنت میں دیکھیں گے جس طرح کہ چودہویں رات میں چاند کو دیکھتے ہیں۔ اور کسی قسم کا تشابہ نہیں ہوتا آیت قرآنی اُس پر دال ہے۔

سوانح عمری

عارف باللہ حضرت مولانا عبد اللہ غزنوی (علیہ السلام)

کا

نیا ایڈیشن

چھپکر تیار ہو گیا ہے قیمت دس روپے (10/-)

یہ علمی معرفت ہر قسم کی عربی، فارسی اور اردو کی کتابیں مل سکتی ہیں۔ پتہ:-
عبد الحمید غزنوی مالک کتب خانہ غزنویہ مسجد حسینیان والی لاہور

بینظیر حائل شریف (ملا جھو)

یہ حائل خوبصورت لکھائی چھپائی کے علاوہ اپنی قیمت اور عمر کی مضامین و حواشی کی وجہ سے چھ بار ہزاروں کی تعداد میں بھی بکریاں مقبول ہر خاص و عام ہو چکی ہے۔
ترجمہ، حواشی عام فہم ہیں۔ ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ بغرض رفاہ عام قیمت بچاؤ
پانچ روپے کے تین روپے کر دی گئی ہے۔
جلد پھر - پھر - پھر - پھر تک تیار ہو سکتی ہے۔
حائل شریف نے کاپی تیار کی ہے:-

عبد الغفور غزنوی مالک مطبع انوار الاسلام لاہور

ہفتہ وار اخبار

توحید امرت

ہندوستان کا بہترین مذہبی علمی و سیاسی اخبار
زیر اہانت مولانا محمد اویس صاحب غفرلہ

ہندوستان کے اسلامی ہفتہ وار جریدے میں سے "توحید" ہی ایک ایسا اخبار ہے جو کہ
وسنت کے معارف بیان کرنے، اسرار شریعت اور بصائر و حکم کے واضح کرنے، اور علمی دقائق
حقائق کے پیش کرنے میں ایک خاص امتیاز و فوقیت رکھتا ہے۔

"توحید" تمام مذہبی و سیاسی مسائل پر عالمانہ اور محققانہ بحث کر کے اپنے ناظرین میں
بیداری اور بصیرت پیدا کرنے والا۔

تمام بدعات و مشرکانہ رسوم سے پاک اسلام دنیا کے سامنے پیش کر کے لوگوں کو جہاں
کہ فقر و قلت سے نکال کر خالص اسلامی تعلیم کی رفعت و بلندی تک پہنچا کر دینا۔

دنیا کے اسلام اور ہندوستان کے صحیح فہم، اور عربی، فارسی، انگریزی اخبارات
بہترین اقتباسات پیش کر دینا ہے۔

"توحید" بہترین کتابت و طباعت کیساتھ ۲۰ × ۲۶ کے ۲۰ صفحات پر نہایت آب و ہوا
کے ساتھ ہر جہدہ کو امرت سر سے شائع ہوتا ہے۔

مالک غیر سے ۱۰ شلنگ

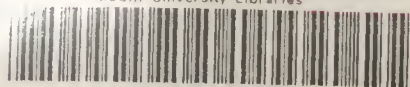
(مذہب سنت طلب سچے)

قیمت سالانہ ۱۲ شلنگ
طلباء کم اشتیاق علماء للعلم

مینجر "توحید" ہفتہ وار امرتسر



McGill University Libraries



3 101 336 815 G



McGill
University
Libraries

Islamic Studies Library



ISLAMIC

BP195

W2

S85

1927